اقبال

جاوید نامہ

اردو آزاد نظم میں ترجمہ

پروفیسر سید سراج الدین

اقبال اکیڈمی حیدرآباد، انڈیا

IFTEQAR

اقبال

جاوید نامہ

اُردو آزاد نظم میں ترجمہ

پروفیسر سید سراج الدین

نام کتاب : اقبال: جاوید نامہ

اُردو آزاد نظم میں ترجمہ

مترجم : پروفیسر سید سراج الدین

اشاعت : جنوری ۲۰۰۷ء

سرِ ورق : سید افتخار الدین

کمپوزنگ : محمد مسلم اللہ خان اسلم ۔ وائیٹ وے سرکل

مہدی پٹنم' حیدرآباد۔۲۸' فون: 9885 687 531

طباعت : دی ایس گرافکس' دلسکھ نگر' حیدرآباد۔

بہ اہتمام شارپ کمپیوٹر' محبوب بازار' حیدرآباد۔

تعداد : پانچ سو

قیمت : دوسو روپے

ناشر : اقبال اکیڈیمی' حیدرآباد

گلشنِ خلیل' تالاب ماں صاحبہ'

حیدرآباد۔500 028 آندھرا پردیش۔فون:66663950

Email : ihfiqbal@hotmail.com

کتاب ملنے کے پتے:

☆ دفتر اقبال اکیڈیمی حیدرآباد۔ گلشنِ خلیل' تالاب ماں صاحبہ' حیدرآباد۔ 500 028

☆ سب رس کتاب گھر' ایوان اردو۔ پنجہ گٹہ۔ حیدرآباد

☆ سیاست سیل کاؤنٹر' جواہر لال نہرو روڈ' حیدرآباد

☆ اردو بک ڈپو' انجمن ترقی اُردو' اُردو ہال' حمایت نگر' حیدرآباد۔

☆ دار الکتاب' گن فاؤنڈری' حیدرآباد

ISBN 81-86370-32-3

ا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

پروفیسر سید سراج الدین صاحب مرحوم سابق صدر اقبال اکیڈیمی کا اردو آزاد نظم میں جاوید نامہ کا ترجمہ آپ کے زیر نظر ہے۔ اس ترجمے کی اشاعت پر اقبال اکیڈیمی فخر محسوس کرتی ہے لیکن اس بات کا بھی دکھ ہے کہ یہ ترجمہ پروفیسر سراج کی وفات کے بعد شائع ہو رہا ہے۔ پروفیسر سراج کے قریبی رفقا اور اہل خاندان کی رائے تھی کہ اقبال اکیڈیمی حیدرآباد اس ترجمے کو شائع کرے کیونکہ اقبال اکیڈیمی حیدرآباد کے وہ برسوں تک صدر رہے۔ اس کتاب کو پیش کرتے ہوئے اقبال اکیڈیمی حیدرآباد پروفیسر سراج کے تئیں اپنے فرض اور اپنے قرض دونوں کی ادائی میں کسی حد تک عہدہ برآ ہو رہی ہے۔

یہ ترجمہ پروفیسر سراج کی کئی برسوں کی محنت کا ثمر ہے۔ ترجمہ کے مسودے پر انہوں نے اس کے مکمل ہونے کی تاریخ ۲۷ رمئی ۲۰۰۳ لکھی ہے۔ انہیں اقبال سے بچپن سے ہی لگاؤ تھا۔ اقبال ان کی تربیت کا ایک حصہ تھے۔ کہتے ہیں کہ بچے کی ابتدائی تربیت گاہ آغوش مادر ہوتی ہے۔ پروفیسر سراج کو ان کے بچپن میں ان کی والدہ بانگِ درا کی نظمیں سناتی تھیں۔ جب آگے چل کر پروفیسر سراج نے تعلیم کے اعلیٰ مدارج طئے کئے۔ ان کا مذاق شعری نکھرا' اردو' فارسی اور دیگر زبانوں میں ان کی استعداد بڑھی تو اقبال سے ان کی شیفتگی میں اور اضافہ ہوا۔ یہ رواں اور دل کش ترجمہ بچپن سے جوانی اور جوانی سے پختہ عمر تک پہنچنے والے اقبال شناس کی ہمہ جہت صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔ ترجمہ کی تکمیل کے بعد انہوں نے جو مبسوط اور معلوماتی دیباچہ تحریر کیا تھا وہ اس کتاب میں شامل ہے۔

اپنے ترجمے کے بارے میں پروفیسر سراج نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ کلیدی حیثیت رکھتا ہے اور ہر اعتبار سے مکمل ہے۔ اس ترجمہ کے بارے میں خود مترجم کے مبسوط مقدمہ کے بعد میرے

لئے نامناسب ہے کہ مزید کچھ لکھا جائے۔ یہاں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خود اقبال کی نظر میں اس تصنیف کا کیا مقام تھا۔ ڈاکٹر تاثیر سے ایک ملاقات میں اقبال نے کہا تھا "جاوید نامہ" کو ابھی ابھی ختم کیا ہے اور دل و دماغ نچڑ گئے ہیں" محمد جمیل (بنگلوری) کے نام ۴راگست ۱۹۲۹ء کو انہوں نے اپنے خط میں لکھا تھا.I hope to make (it) my life work

یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ تحریر ۱۹۲۹ء کی ہے اور جاوید نامہ ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ ۲۰ر جون ۱۹۳۱ء کو پروفیسر شجاع کے نام ایک خط میں اقبال نے لکھا تھا "............. آخری نظم جس کے دو ہزار شعر ہوں گے ممکن ہے مارچ تک ختم ہو جائے۔ یہ ایک قسم کی ڈیوائن کامیڈی ہے اور مثنوی مولانا روم کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ اس کا دیباچہ بہت دلچسپ ہوگا اس میں غالباً ہند و ایران بلکہ تمام دنیائے اسلام کے لئے نئی باتیں ہوں گی۔"

عبارت مختصر! اقبال کا یہ شعر آپ نے ضرور پڑھا ہوگا جو انہوں نے جاوید نامے کے بارے میں کہا تھا۔

آنچہ گفتم از جہانے دیگر است
ایں کتاب از آسمانے دیگر است

چنانچہ صاحبانِ فکر و نظر نے جاوید نامہ کو شعر اور فکر کے امتزاج کا نقطۂ عروج قرار دیا ہے۔ ادبی محاسن کے علاوہ اس کی فلسفیانہ اور عارفانہ جہتیں ہیں۔ پروفیسر عالم خوندمیری جو ممتاز فلسفی، صاحب نظر اور اقبال شناس تھے کا یہ تبصرہ بھی قابل غور ہے کہ "اس تصنیف کی ادبی حیثیت مسلّم ہے لیکن اس امر میں شبہہ کی گنجائش نہیں کہ اقبال ایک روحانی عالم سے گزرے اور ایک ایسے تجربے سے دوچار ہوئے جو ہر دور میں عارفوں کا منتہائے نظر رہا ہے"۔

ان باتوں کے تذکرہ کا مقصد یہ ہے کہ اقبالیات کے وہ طالب علم جو جاوید نامہ کے اس ترجمے کا مطالعہ کریں گے ان کے ذہن میں عالمی ادبیات میں جاوید نامہ کے اعلیٰ مقام اور اس کے مباحث کی اہمیت اجاگر ہو سکے۔

جاوید نامہ کے بارے میں اگر کچھ مزید کہا جائے تو خود اقبال کا یہ مصرعہ دامن گیر ہوتا ہے کہ ''حرفِ پریشان نہ کہہ اہل نظر کے حضور''۔ لیکن اس موقع پر نہایت اختصار کے ساتھ چند معروضات پیش کرنے کی جسارت کی جارہی ہے۔ جو ممکن ہے کہ میرے ناقص مطالعہ اور کم فہمی کا نتیجہ ہوں۔ امید ہے کہ اہل نظر ان گذارشات کو گوارا کرلیں گے۔

یوں تو جاوید نامہ کے اسلوب، ماخذات، محرکات اور اس کے اطراف کے متعلق بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لیکن شاید یہ احساس بے جا نہیں ہے کہ جاوید نامہ کی حقیقی روح اور عصری تناظر میں اس کے پیام کو پیش کرنے کے لئے ابھی بہت کچھ پیش رفت کی ضرورت ہے۔

✶ ماہرین اقبال کی یہ رائے ہے کہ اقبال کے ذہن میں خطبات اور جاوید نامہ کی تصنیف کا منصوبہ ایک ساتھ کام کررہا تھا۔ اقبال نے اپنی اس تصنیف میں کہا ہے کہ انہوں نے اپنے عصر کے مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے اظہار کے دو اسالیب اختیار کئے ہیں۔ ایک حرفِ پیچا پیچ (فلسفہ اور حکمت) اور دوسرے حرفِ نیش دار یعنی دل میں اتر جانے والی بات۔ اس کا مقصد واضح ہے۔ ''تا کنم عقل و دل مرداں شکار'' دونوں اسالیب کے تقاضے جدا جدا ہیں۔ لیکن اس پس منظر میں یہ بات عرض کرنے کی جراءت کروں گا کہ خطبات اور جاوید نامہ کے تقابلی مطالعہ کی ضرورت ہے۔ صرف سرسری اشارے مفید نہ ہوں گے۔

✶ جاوید نامہ میں اقبال نے مختلف افلاک پر جن کرداروں کو پیش کیا ہے، ان کے انتخاب اور ان کی اہمیت کیا ہے؟ اس پس منظر میں جاوید نامہ کے کرداروں کا مطالعہ خود ایک علیحدہ پروجکٹ کا تقاضا کرتا ہے۔ افکارِ اقبال کے تناظر میں ہر کردار ایک خاص حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے۔ یہ مطالعہ اس لئے بھی ضروری ہوجاتا ہے کہ بعض ماہرین اقبالیات نے اپنے طور پر بعض کرداروں کے بارے میں رائے ظاہر کی ہے۔ ایک نمایاں مثال پروفیسر جگن ناتھ آزاد کی ہے، جنہوں نے لکھا تھا کہ ''جہاں دوست'' سے مراد شیو جی ہیں۔ حالانکہ جاوید نامہ کی اشاعت سے بہت قبل اقبال نے واضح طور پر کہا

د

تھا۔ ''چاند میں مشہور صوفی واشوامتر سے ملاقات ہوتی ہے' جس کا نام میں نے جاوید نامہ میں جہاں دوست رکھا ہے۔ اس لئے کہ وشوامتر کے معنی جہاں دوست کے ہیں۔ اسی طرح بعض کردار جیسے نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی نقادوں کی رائے میں محل نظر ہیں۔ لیکن سوال یہی ہے کہ ان کرداروں کا انتخاب اقبال نے کیوں کیا اور ہر فلک پر جن خیالات کو اقبال نے پیش کیا ہے اس کی روشنی میں اس کی معنویت کیا ہے؟ کسی ایک پہلو کی تحسین یا تذکرہ کیا کل شخصیت کی قبولیت کے مترادف ہے؟

★ جاوید نامہ کے مباحث کی طنابیں مناجات سے لے کر ندائے جمال (حضوری) تک کھنچی ہوئی ہیں۔ اجازت دیجئے کہ ان دو مقامات کے ایک دو کلیدی اشعار کا ترجمہ جو پروفیسر سراج نے کیا ہے' پیش کردوں اور اس حوالہ سے اپنی بات کی وضاحت کے لئے ان دو مقامات کے درمیان معنوی ربط کو اجاگر کروں۔

''آسمانوں تلے
میں ہوں غریب اور اجنبی
آسماں سے تو مجھے ارشاد کر
میں تو تیرے پاس ہوں
''انی قریب''

یہاں اقبال کی اس گہری آرزو کا اظہار ہوتا ہے
''میں زمینی' آسمانی کر مجھے
میں ہوں فانی (آنی) جاودانی کر مجھے'

اس مناجات کا جواب جاوید نامہ کے ''ندائے جمال'' میں یوں ملتا ہے۔
''قربِ جاں اس کی ذات سے' جس نے کہا'' انی قریب''
ہے حیاتِ جاوداں ہونا نصیب

بے تجلّی ابنِ آدم پا سکتا نہیں ثبات
ہے مرے جلوے سے قائم فرد و ملّت کی حیات''

یہ ''ندائے جمال'' جہاں اقبال کی عارفانہ یافت کا ثبوت ہے' وہیں مناجات اور حضوری کی ان کیفیات کے درمیان کئی اہم عصری مسائل آ گئے ہیں جو عارفانہ بصیرت کے ساتھ ساتھ اس کے تاریخی شعور یا ارضیت کو ظاہر کرتے ہیں ۔ بقول اقبال ۔''اس تصنیف میں دورِ حاضر کے تمام اجتماعی' اقتصادی' مذہبی' اخلاقی اور اصلاحی مسائل زیرِ بحث آ گئے ہیں''۔

یہاں فکرِ اقبال میں گہری بصیرت اور مستقبل کے اکتشاف کے کئی حیرت انگیز پہلو ہیں۔ مثلاً فلک مریخ میں نبیہ مریخ کا کردار۔ فلک عطارد پر جمال الدین افغانی کی زبانی محکمات عالم قرآنی اور ملت روسیہ کے نام پیام وغیرہ ۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں اقبال نے اپنے آئینہ ادراک میں آنے والے دور کی تصویر دکھائی ہے۔ غرض کئی اور ایسے مقامات ہیں جن پر آج کے مسائل کی روشنی میں توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

آخر میں' اس ترجمہ کی اشاعت کے لئے میں پروفیسر سید سراج الدین مرحوم کی اہلیہ محترمہ قانتہ صاحبہ کا ممنون ہوں جن کی اجازت اور تعاون کی وجہ سے اس ترجمہ کی اشاعت ممکن ہو سکی ۔ پروفیسر سراج کے صاحبزادہ سید احتشام الدین جعفر' صاحبزادی محترمہ شہلا فاروقی' کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے گرانقدر مشورے حاصل رہے۔ محترم پروفیسر تقی علی مرزا' محترم پروفیسر محمد نعیم الدین کی ہمت افزائی اور اس ترجمہ کی اشاعت کی تحریک کے لئے شکر گزار ہوں۔ پروفیسر سراج کی بھانجی جویریہ صاحبہ کے توسط سے اس کتاب کا مسودہ حاصل ہوا۔ جناب ایم اے صدیقی' جناب سید امتیاز الدین معتمد اکیڈیمی نے پروف کی تصحیح کی زحمت اٹھائی ان معاونین کا بھی میں ممنون ہوں۔

و

پروفیسر سراج نے اپنی زندگی میں ہر کام میں ایک خاص معیار کو برقرار رکھا' یہ بات ہمارے پیش نظر رہی۔ اکیڈیمی نے ہر ممکنہ کوشش کی ہے کہ اس کتاب کی اشاعت بہتر انداز سے ہو تاہم اگر کچھ خامیاں ہوں تو محترم قارئین سے التماس ہے کہ اسے نظر انداز فرمائیں۔

مجھے یقین ہے کہ نہ صرف ان اہل علم کے لئے جنہوں نے فارسی میں جاوید نامہ کا مطالعہ کیا ہے بلکہ ان طالب علموں کے لئے بھی جو فارسی سے ناواقف ہیں یہ ترجمہ ایک بہترین تحفہ ثابت ہوگا۔

محمد ظہیر الدین

صدر اقبال اکیڈیمی حیدر آباد

پیش لفظ

جاوید نامہ

(اور اس کا ترجمہ)

جاوید نامہ ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ یہ اقبال کی پختگی کے دور کا کارنامہ ہے۔ عام طور پر اس نظم کو اقبال کا سب سے بڑا شعری شاہکار مانا گیا ہے۔ اقبال کے پرستاروں کے علاوہ بہت سے نقادوں اور دانشوروں نے بھی اس کی عظمت کو تسلیم کیا ہے۔ ڈاکٹر شمل نے مُضطر مجاز کے ترجمے کے لئے جو پیش لفظ لکھا ہے اس میں جاوید نامہ کو ''فکر و دانش کا ایک زبردست سرچشمہ'' قرار دیا ہے۔ عزیز احمد نے اپنی کتاب ''اسلامک ماڈرنزم ان انڈیا اینڈ پاکستان'' میں اسے Perhaps the most Profound of his Poetical works لکھا ہے۔ علاوہ اس کے اس نظم کی مقبولیت بھی ایسی رہی ہے کہ اس کے متعدد ترجمے دنیا کی کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ اقبال کی کسی اور کتاب کے غالباً اتنے ترجمے نہیں کئے گئے۔ انگریزی، جرمن، فرنچ، اطالوی، ترکی میں اور خود ہندوستان میں بنگالی، پنجابی، سندھی، براہوی، پشتو اور اردو میں اس کے کئی ترجمے ملتے ہیں۔ اردو میں جاوید نامہ کے چھ ترجمے اقبال اکیڈیمی حیدر آباد کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ اقبال اکیڈیمی لاہور کے ناظم جناب سہیل عمر صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے آٹھ نو ترجموں کا ذکر کیا۔ ان اردو ترجموں کا ذکر آگے آئے گا تاکہ جو ترجمہ زیر نظر ہے اس کا کوئی جواز پیش کیا جا سکے، کوئی وضاحت اس کی ہو سکے۔ خود اقبال نے بھی اس نظم کو اہم قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کے بارے میں ''ایں کتاب از آسمان دیگر است'' کہا ہے۔ ''از آسمان دیگر است'' کا ٹکڑا ایسا ہے کہ جب جاوید نامہ کے موضوع و مقصد یعنی اس کے تھیم theme کے بارے میں سوال اٹھے گا تو آسمان دیگر کی بات زیر بحث آسکتی ہے۔

ڈاکٹر محمد ریاض پروفیسر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے جاوید نامہ کے ماخذوں اور محرکات کے بارے میں بنیادی مواد بڑے جامع طریقے سے اپنی کتاب ''جاوید نامہ'' (اقبال اکیڈیمی، پاکستان 1988ء) میں فراہم کردیا ہے اور اس تمہید کے ابتدائی حصے میں میں نے اسی کتاب سے مدد لی ہے۔ جاوید نامہ چھپا تو ۱۹۳۲ء میں لیکن اس کا یعنی ایک آسمانی سفر کا خیال عرصہ پہلے سے اقبال کے ذہن میں رہا ہے۔ چنانچہ ''بانگ درا'' میں ان کے حسب ذیل شعر ملتے ہیں:

تھا تخیل جو ہمسفر میرا　　　آسمان پر ہوا گذر میرا

اڑتا حلقۂ صبح و شام سے نکلا　　　اس پرانے نظام سے نکلا

جاوید نامہ کے دیباچہ کے طور پر جو دو شعر اقبال نے دیئے ہیں وہ ''زبور عجم'' سے لئے ہوئے ہیں جو ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ ''جاوید نامہ'' کا فوری محرک تو دانتے کی ڈوائن کامیڈی ہے لیکن اس سے ہٹ کر علامہ نے معراج کے بارے میں اسلامی ادب، روایات اور احادیث نبوی ﷺ کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اسلامی دنیا میں معراج بے حد اہم موضوع رہا ہے اور مسلمانوں کے ذہن اس سے گہرے طور پر متاثر ہوئے ہیں۔ اقبال نے معراج پر بہت غور و تامل کیا تھا۔ پھر ان کے مطالعے کے لئے کئی معراج نامے کھلے پڑے تھے۔ ان میں اہم بایزید بسطامی کا ایک رسالہ، ابن عربی کی ''فتوحات مکیہ'' ابن سینا کے دو رسالے ''رسالۃ الروح'' ''رسالۃ الطیر'' فرید الدین عطار کی مثنوی'' ''منطق الطیر'' ابوالعلامعری کا ''رسالۃ الغفران'' وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ کئی شخصی معراج نامے بھی تصنیف ہو چکے تھے۔ آنا مری شمل نے ''گیبریلس ونگ'' (Gabriel's Wing) میں علاوہ ان رسالوں کے زرتشتی اور چینی و عربی ادب کا بھی ذکر کیا ہے۔ معرّی کے ''رسالۃ الغفران'' کے اقبال بڑے قدردان تھے۔ ویسے بھی صوفیا میں روحانی صعود ایک تجربے کے طور پر عام رہا ہے۔

”جاوید نامہ“ کی راست محرک تو غالباً دانتے کی ”دوینا کمیدیا“ (Divina Commedia) ہے۔ دونوں نظموں میں کئی مماثلتیں بھی ہیں۔ ”جاوید نامہ“ میں جن چھ افلاک کا ذکر اقبال نے کیا ہے وہ وہی ہیں جن کا ذکر دانتے نے اپنی نظم کے آخری حصے پاراڈیزو“ (Paradiso) میں کیا ہے۔ ”ڈوائن کامیڈی“ میں جس طرح دانتے کا رہبر لاطینی شاعر ورجل ہے اسی طرح ”جاوید نامہ“ میں رومی اقبال کے رہبر ہیں۔ افلاک کی ترتیب بھی دونوں نظموں میں ایک ہے، جس طرح ورجل ایک مقام تک پہنچ کر دانتے کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے، اسی طرح ایک نقطے پر رومی زندہ رود سے جدا ہو جاتے ہیں کہ ”یا آخر راستہ ہو اور سفر ہو بے رفیق“۔ البتہ ”جاوید نامہ“ میں کوئی بیٹرس نہیں ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے میں ایک وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ اطالوی لفظ کمیدیا (Commedia) کا ترجمہ کامیڈی اور طربیہ نہ انگریزی میں پوری طرح صحیح ہے نہ اردو میں۔ دانتے نے جب اپنی نظم کو کمیدیا کہا تو اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ ایک ایسی زبان میں ایپک (epic) لکھ رہا ہے جو لاطینی کے مقابلے میں علم کمتر، ایک درمیانی درجے کی زبان ہے۔ لاطینی کے مقابلے اس زمانے میں دوسری زبانیں عامیانہ یا عوام کی زبانیں سمجھی جاتی تھیں اور انہیں ولگار لنگوے (Vulgar Lingue) کہا جاتا تھا۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض سطحی مماثلتوں کے باوجود ”جاوید نامہ“ اور ”ڈوائن کامیڈی“ بہت ہی مختلف نظمیں ہیں۔ ڈوائن کامیڈی اور پیراڈائز لاسٹ ایک معنی میں مسیحی نظمیں ہیں یعنی ان کی بنیاد مسیحی دینیات

بیٹرس (بی آیٹرس جو اطالوی پیاتریچ ہے) ڈوائین کامیڈی میں جب ورجل جنت کے دروازے پر دانتے کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے تو فردوس بریں کے نظاروں اور راہوں میں دانتے کی رہبر بن جاتی ہے تیرھویں صدی کے اٹلی میں دانتے اور کوکانتی (Cavalcanti) جیسے شاعروں کے ہاں عورت کے جمال میں روحانی حسن و پاکیزگی مضمر ہے جس کے سبب عورت کا عشق خدا تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ عشق مجازی سے عشق حقیقی تک رسائی اردو و فارسی شاعری میں مقبول موضوع سخن رہا ہے۔ ”جاوید نامہ“ میں کوئی بیٹرس نہیں ہے نہ مجازی سے حقیقی عشق تک رسائی کا کوئی ذکر ہے۔

پر ہے۔ ویسے ان میں کئی اور عناصر داخل ہو گئے ہیں۔ ''جاوید نامہ'' اور مثنوی مولانا روم کسی محدود معنی میں اسلامی نظمیں نہیں ہیں۔ اگرچہ اسلام ان کی رگ و پے میں ہے۔ ان دونوں نظموں کا نظام اور ماحول دینیاتی (theological) نہیں ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ ڈوائن کامیڈی ایک ایپک (epic) ہے اور اس کے پیچھے ایپک کی پوری یونانی اور لاطینی روایت موجود ہے۔ ایپک کی کچھ بنیادی شرائط ہیں جن کا ذکر یہاں باعث طوالت ہوگا۔ ''جاوید نامہ'' کو بعض وقت ایپک کہا گیا ہے جو صرف اس حد تک صحیح ہے کہ اس نظم کا کینوس ایپک کی طرح وسیع ہے۔ ورنہ ''جاوید نامہ'' ایپک نہیں۔ نہ صرف ڈوائن کامیڈی بلکہ فردوسی کے شاہنامے سے بھی اس کی مشابہت نہیں ہے۔ ''جاوید نامہ فی الحقیقت ایک فلسفیانہ اور بعض حصوں میں عارفانہ نظم ہے جس میں کچھ سیاسی عناصر شامل ہو گئے ہیں۔ ڈوائن کامیڈی ایک مخصوص مسیحی استعارے سے شروع ہوتی ہے۔ دانتے اپنی عمر کی درمیانی منزل میں (nel mazzo el cammin di rostna vita) اپنے آپ کو ایک گھنے اور تاریک جنگل میں پاتا ہے جہاں وہ خطرناک جنگلی جانوروں سے گھرا ہوا ہے اور راہِ راست گم ہو گئی ہے۔ اس کے مقابل ''جاوید نامہ'' کی مناجات کو دیکھیے۔ اس کے ماحول اور منظر کو نہ ہم دینیاتی کہہ سکتے ہیں نہ مذہبی۔ فی الحقیقت یہ مناجات ایک متصوفانہ اور مابعد الطبیعاتی فضاء میں سانس لیتی ہے۔ اس کی کلیدی خصوصیت وسعت و بیکرانی تنہائی اور خاموشی ہے۔ اس منظر کے سارے ثابت و سیار پیکرِ انسان کے لئے گونگے اور بہرے ہیں۔ آسمان پر ستاروں کا ہجوم ہے لیکن ہر تارہ تنہا اور فضاؤں میں آوارہ ہے اور زمین' یہ عالم آب و گل انسانی دل کی دھڑکن سے خالی ہے' اس منظر میں انسان ایک بہتی ندی (زندہ رود) کی طرح کوہ و صحرا سے گذرتا محو جستجو اور حقیقت کا متلاشی ہے' کائنات اور کائنات سے ماورا کے راز جاننا چاہتا ہے۔

''جاوید نامہ'' کے محرکات میں وہ سوالات داخل ہیں جو زندہ رود (اقبال) کے ذہن میں ہلچل مچائے ہوئے ہیں اور جن کے جوابات وہ ڈھونڈ رہا ہے۔ ''تمہید زمینی'' میں وہ رومی سے یہ

پوچھتا ہے کہ موجود و ناموجود کیا ہیں اور محمود اور نا محمود کی کیا پہچان ہے۔ رومی کا جواب یہ ہے کہ'' موجود آں کہ می خواہد نمود / آشکارائی تقاضائے وجود / زندگی خود را بہ خویش آراستین / بر وجود خود شہادت خواستن:

زندگی خود آپ کو پانے کا نام ذات کے بے پردہ نظارے کا نام (ترجمہ)

''فلک قمر'' میں عارف ہندی' وشوامتر جس کو اقبال نے ''جہاں دوست'' لکھا ہے جو وشوامتر کا راست ترجمہ ہے۔ زندہ رود سے کچھ سوال کرتا ہے اور زندہ رود ان کے بہت دلچسپ جواب دیتا ہے ۔عقل کی موت کو زندہ رود ''ترک فکر'' کہتا ہے۔ اور دل کی موت کو ''ترک ذکر'' ''تن' کو'' ''زادراہ'' اور جاں کو' ''رمزلا الہ'' گفت ایں علم و ہنر؟ گفتم کہ پوست / گفت حجت چیست؟ گفتم روئے دوست:

بولا یہ علم و ہنر؟ میں نے کہا سب پوست ہے

بولا پھر حجت ہے کیا؟ کی عرض روئے دوست ہے؟ (ترجمہ)

''فلک قمر'' میں عارف ہندی کے نو حکیمانہ نکات ہیں۔ وہ موت کو ایک نئی زندگی گردانتا ہے اور کہتا ہے کہ آدمی علم مرگ میں یزداں سے آگے ہے۔

ویسے تو بے قدرتِ پرواز و بال و پر ہیں ہم

لیکن علم مرگ میں یزداں سے افزوں تر ہیں ہم (ترجمہ)

وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وقت ایک جبر ہے جس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ وقت رحمت بھی ہے اور قہر بھی:

وقت شیریں ہے مگر اک زہر ہے اس میں گھلا

ایک رحمت ہے کہ جس میں قہر بھی ہے اک چھپا (ترجمہ)

فلک قمر میں چار طواسین کی سرخیاں ملتی ہیں' طاسین گوتم' طاسین زرتشت' طاسین مسیح اور طاسین محمدؐ۔ بعض سامعین کا خیال ہے کہ اقبال نے یہ سرخیاں منصور حلاج کی کتاب الطواسین سے

جہاں دوست سے بعض نقاد شیو مراد لیتے ہیں کیوں کہ شیو ہی کی گردن میں سانپ حمائل ہے۔ لیکن اقبال کے ذہن میں غالباً وشوامتر ہے۔ تبھی تو انہوں نے اسے جہاں دوست لکھا ہے۔

اخذ کی ہیں۔ طاسین (طٰسٓ، قرآن میں ایسے حروف ہیں ’مثل‘ الم، کے جن کے معنی صرف اللہ جانتا ہے۔ بعض مفسرین کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ حروف ’’لوح‘‘ یعنی Tablet کی طرف اشارہ کرتے ہیں طاسین محمدؐ میں ابو جہل کا وہ نوحہ ملتا ہے جو کعبے کے بارے میں ہے جہاں سے نبی کریمؐ نے عربوں کے سارے پرانے بت، ہبل و مردوخ و لات و منات وغیرہ اٹھوا دیئے تھے۔ اپنے پرانے دین کی تباہی پر یہ نوحہ ابو جہل کے دکھ کا مظہر ہے، وہ انسانی دکھ جو ہر قدیم اور عزیز روایت کے ٹوٹنے پر آدمی کو ہوتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ نوحہ جاوید نامہ کے ان حصوں میں سے ایک ہے جو شاعری کی نسبت سے ممتاز ہیں۔ اسی نوحے کو پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اقبال نے ابو جہل کے دکھ کو محسوس کیا ہے کیونکہ یہ ایک ہمہ گیر انسانی دکھ ہے۔ یہاں میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جاوید نامہ جیسی طویل نظم میں یہ ضروری ہے کہ ساری نظم ایک ہی شاعرانہ سطح پر ہو۔ یہ بات ہر طویل ادبی کارنامے کے بارے میں صحیح ہے۔ طالسطائے کی عظیم ناول ’’وار اینڈ پیس‘‘ کے بعض حصے بے حد غیر دلچسپ اور اکتانے والے ہیں۔ جاوید نامہ کے بھی بعض حصے خطیبانہ یا ناصحانہ ہیں جہاں شعر کسی نکتے کو قاری تک پہنچانے کا اک ذریعہ ہے۔ وہیں کچھ اور حصے ہیں جنہیں ہم شاعرانہ اور عارفانہ کہہ سکتے ہیں اور جہاں اقبال کی شاعری زیادہ گہری اور دلنواز ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ابو جہل کا نوحہ جو ایک طرح سے اسلام اور پیغمبر اسلام کا بالواسطہ اور یہ کہیے کہ معکوس تحسین نامہ ہے اپنے آپ میں شاعری کا پُر سوز اور اعلیٰ نمونہ ہے۔ یہ اسی طرح ہوا ہے جس طرح ’’پیرڈائز لاسٹ‘‘ میں شیطان ایک زبردست ایپک کردار بن کر ابھرا ہے۔ حالانکہ ملٹن کی نیت یہ ہرگز نہیں تھی۔

فلک عطارد کا کردار میرے خیال میں بہت کچھ سیاسی اور سماجی ہے۔ یہاں زندہ رود کی ملاقات جمال الدین افغانی اور سعید حلیم پاشا سے ہوتی ہے اور دین و وطن، اشتراکیت و ملوکیت، شرق و غرب اور زمین کی حقیقی ملکیت جیسے مسائل زیر بحث آتے ہیں۔ وطن کے جغرافی تصور کے

بارے میں اقبال نے یہاں وہی خیال دہرایا ہے جو بانگ درا میں ملتا ہے کہ مغرب نے جو نئے بت تراشے ہیں ان میں ایک وطن کا قومی اور زمینی تصور ہے:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیراہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

جغرافی وطن کی یہ مخالفت، جس نے یورپ کو دو عالمی جنگوں میں مبتلا کیا، بعض لوگوں کے نزدیک اقبال کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہے اور بعد میں انہوں نے اس خیال کو ترک کر دیا تھا۔ لیکن ۱۹۳۲ء تک تو ان کے ذہن میں یہ خیال قائم ہے۔ جاوید نامہ کے یہ شعر اس بات کا ثبوت ہیں:

خاک کا ٹکڑا جس کا نام رکھا ہے وطن
یہ جو کہتے ہیں کہ یہ ایران ہے، یہ مصر ہے اور یہ یمن

اور "یہ جو اک نسبت وطن سے سب وطن والوں کو ہے" اور یہ تصور کہ "ملتیں تعمیر پاتی ہیں وطن کی خاک سے" اس نکتے کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے کہ سورج ویسے تو مشرق سے طلوع ہوتا ہے لیکن اس کا نور مشرق و مغرب یعنی سارے عالم کے لئے ہے۔ زمین بھی اسی طرح سارے انسانوں کے لئے ہے اور اسے اس طرح بانٹ دینا کہ "یہ ایران ہے، یہ مصر ہے اور یہ یمن" ایک بڑا مغالطہ ہے۔

یہیں مارکس اور اشتراکیت کے بارے میں ایسے شعر اور مصرعے تھے جو زباں زد رہے ہیں جیسے مارکس کے بارے میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس کا دل مومن اور دماغ کافر ہے (قلب او مومن، دماغش کافر است) اور اسے "پیغمبر بے جبرائیل" کا نام دیا ہے۔ اقبال اشتراکیت سے متاثر ہوئے تھے اور انہوں نے انقلاب روس کا خیر مقدم کیا تھا لیکن اشتراکیت پر ان کا اعتراض یہ تھا کہ "ہے مساوات شکم اس کی اساس"

دین آں پیغمبر حق ناشناس
بر مساوات شکم دارد اساس

فلک عطارد میں حکمت اور زمین کی ملکیت کا بھی ذکر آتا ہے۔ اقبال حکمت یعنی علم دانائی (Wisdom) کو خیر کثیر مانتے ہیں' زمین کی ملکیت کے بارے میں اقبال نے وہی بات کہی جو کبھی حضرت عمرؓ نے کہی تھی کہ زمین صرف خدا کی ملکیت ہے' اس پر کسی فرد یا گروہ کا دعویٰ واجب نہیں۔ یہ نقطۂ نظر اشتراکیت کے نظریئے سے بہت قریب ہے لیکن اقبال اس بحث میں قرآن کو نہیں بھولتے اور اسی کتاب کو حکم مانتے ہیں اور اسی کو خیر کثیر اور خلافت آدم کی بنیاد سمجھتے ہیں۔

''جاوید نامہ'' میں افغانی روسیوں کو یہ پیغام دیتے نظر آتے ہیں کہ وہ وہی غلطی نہ کریں جو مسلمانوں نے کی۔ روسی قوم نے وہی کارنامہ انجام دیا ہے جو کسی پچھلی صدی میں مسلمانوں نے انجام دیا تھا اور قرآن کو بھول کر ہاتھ آئی ہوئی دولت کو کھو دیا تھا۔ روسیوں کو چاہیئے کہ یہ نہ کریں اور قرآن کو اپنا رہنما بنائیں۔ روسی قوم کو چاہیئے کہ مغرب سے روگرداں ہو کر مشرق کی طرف آئے۔ مغرب کی روباہی ترک کر کے شیری اختیار کرے اور یہ یاد رکھے کہ ''شیری روباہی ہے قرآن کے بغیر'' فلک عطارد میں اقبال نے مشرق و مغرب کا ذکر کرتے ہوئے ان کی بڑی سادہ سی تفریق کی ہے۔ ایک کو عقل کا سرمایہ دار بتایا ہے اور دوسرے کو عشق کا۔

عقل مغرب کے لئے ساز حیات
عشق مشرق میں ہے' راز کائنات

پھر ان کو یہ خیال بھی آتا ہے کہ عقل کو اس طرح برطرف تو نہیں کیا جا سکتا' نہ عشق سے اسے بالکل خارج کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ''عشق کی بنیاد محکم عقل سے'' اور یہ بھی کہ ''عقل کو حق آشنا کرتا ہے عشق'' لہذا عقل و عشق کو باہم آمیز کیا جائے: عشق کو پھر عقل سے آمیز کر (عشق را با زیرکی آمیز دہ) اقبال نے اس فلک پر ملوکیت اور آمریت کی سخت مذمت کی ہے۔ ملوکیت یعنی

''جاوید نامہ'' کے جو اشعار اردو میں بطور حوالہ پیش کیے گئے ہیں وہ میرے ترجمے سے لیے ہوئے ہیں۔

شاہی کو انہوں نے بدن کی فربہی قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کا سینہ بے نور اور دل خالی ہے۔ ''اشتراکیت اور شاہی'' دونوں بے صبر و شکیب / دونوں یزداں ناشناس' آدم فریب''۔ جمال الدین افغانی اور سعید حلیم پاشا کی گفتگو بحیثیت مجموعی سیاسی اور سماجی نظریوں اور اداروں سے بحث کرتی ہے۔ جاوید نامہ میں ان مسائل سے ہٹ کر بعض ایسی باتوں کا ذکر ہے جن میں اقبال کی فکر ان کے احساس سے ہم آہنگ ہے اور خود ان کی شاعری کا ماخذ ہے۔ ان میں سب سے اہم خلوت اور تنہائی کا ذکر ہے' وہ تنہائی جس میں انسان کی تخلیقی اور وجدانی قوت جاگ اٹھتی ہے۔ یہی تنہائی انسانی تخیل و ادراک کی جان ہے۔ اقبال جاوید نامہ سے پہلے دو نظمیں تنہائی پر لکھ چکے تھے۔ ایک بانگ درا میں (۱۹۲۴ء) اور ایک پیام مشرق میں (۱۹۲۷ء) بانگ درا میں'' ہے رفعت آسمان خاموش / خوابیدہ زمیں' جہاں خاموش''۔ وہ منظر ہے جو تنہائی کا گہوارہ ہے۔ لیکن یہاں اقبال کے ذہن میں ایک تذبذب سا ہے: ''کس شئے کی تجھے ہوس ہے اے دل / قدرت تری ہم نفس ہے اے دل''۔ پیام مشرق میں جو نظم تنہائی کے عنوان سے ملتی ہے اس میں اقبال جاوید نامہ کی مناجات کی تنہائی سے زیادہ قریب ہیں۔ پیام مشرق میں وہ سمندر اور کہسار سے گذر کر چاند تک پہنچتے ہیں اور یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ان مظاہر کے اندر بھی کوئی دل ہے اور ان کی منزل کیا ہے۔ انہیں کوئی جواب نہیں ملتا۔ پھر وہ خدا کے حضور پہنچتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ تیری کائنات انسانی دل کی دھڑکن اور سوز سے خالی ہے اور میری مشتِ خاک دل ہی دل ہے۔ جواب میں انہیں صرف ایک الوہی تبسم ملتا ہے۔ جاوید نامہ کی ''مناجات'' میں اسی کائناتی تنہائی کا ذکر ہے: ''آسماں پر گو ہے تاروں کا ہجوم / پر ہے ہر تارہ جدا / اور ہماری ہی طرح بیچارہ ہے / وسعت افلاک میں آوارہ ہے''۔ جاوید نامہ میں تنہائی کی تخلیقی قوت غار حرا کی خلوت تک پہنچتی ہے۔ اسی خلوت سے نبی کریم ﷺ نے ایک نئی ملت کو وجود عطا کیا تھا: ملتے از خلوتش انگیختہ''۔

جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منت غیر

غیر کے ہاتھ میں ہے جوہر عورت کی نمود (اقبال)

یہ وہ تنہائی ہے جس میں وجدان جاگتا ہے' شعر نازل ہوتے ہیں اور آیات الٰہی کا جبرائیلی انکشاف واقع ہوتا ہے۔ غالب نے اسے نوائے سروش کہا تھا۔

فلک عطارد پر ''محکمات عالم قرآنی'' میں اقبال کا عورت کی ہستی کو زبردست خراج ملتا ہے۔ اقبال کے عورت کے بارے میں خیالات جدیدیت پسندوں کے نزدیک نزاعی رہے ہیں۔ یورپ میں آزادی نسواں کا جو تصور فیمنسٹ تحریک نے پیدا کیا اقبال اس سے متفق نہیں ہیں۔ اقبال نے عورت کے مقام اور اس کی تخلیقی قوت کے بارے میں کافی تردد کیا تھا۔ ''ضرب کلیم'' جو ''جاوید نامہ'' کے عہد کی تصنیف ہے' اقبال نے ایک پورا باب عورت کے لئے مختص کیا ہے۔ اس باب میں ان کا نقطہ نظر مشرقی ہے۔ وہ عورت کی حیا اور اس کے حجاب کے قائل ہیں اور اس کی نسوانیت کے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ''نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد''۔ وہ مرد و عورت کے بارے میں ملٹن کی طرح He for god and she for god in him نہیں کہتے بلکہ مرد و عورت کی یکجائی کو شوق و حرکت کا ضامن سمجھتے ہیں۔ ''مرد و زن وابستہ یک دیگر اند / کائنات شوق را صورت گراند''۔ (جاوید نامہ) ''مرد اور عورت کی یکجائی سے ہے / شوق کی صورت گری'' (ترجمہ) زندگی میں جو سوز اور جمال ہے وہ عورت کے سبب ہے۔

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں
مکالمات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں

(''ضرب کلیم'')

آخری شعر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا عورت کا جوہر مرد کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ جیسا کہ اقبال نے جاوید نامہ میں تحریر کیا ہے: زندگی کی آگ عورت کے سبب (زن نگہ دارندۂ نارحیات) اس سے ذرا آگے اقبال نے یہ کہا ہے کہ عورت ''اپنی جاں میں جذب کرتی ہے ہماری آگ کو''۔اور''اپنے جوہر سے بنا دیتی ہے آدم خاک کو۔'' (آتش ما را بہ جان خود زند جوہر او خاک را آدم کند)۔گویا عورت کا اصل جوہر یہ ہے کہ وہ اپنے شعلے سے وہ شرر پیدا کرتی ہے جو افلاطون جیسے باکمال مرد میں ظاہر ہوتا ہے۔ وہ یورپ کے اس خیال کے مخالف ہیں کہ عورت ہر جگہ مرد کے شانہ بہ شانہ کام کرے اور اس مسابقت میں ہر پہلو سے اپنے کو مرد کی ہم پلہ اور مساوی ثابت کرے۔اقبال عورت کی مادریت (اُمُومت) کو اہمیت دیتے ہیں۔عورت کی اصل عظمت اس کے ماں اور مرد کی شریک حیات ہونے میں ہے۔اس بحث سے قطع نظر جاوید نامہ میں جو شعر عورت کے باب میں ہیں وہ بہت پر سوز اور لائق توجہ ہیں:

زندگی کی آگ عورت کے سبب
وہ نگہ دارِ حیات
فطرت اس کی لوحِ اسرارِ حیات
اپنی جاں میں جذب کرتی ہے ہماری آگ کو
اپنے جوہر سے بنا دیتی ہے آدم خاک کو
اس میں ضم ہیں زندگی کے ممکنات
اس کی تابش زندگانی کا ثبات
اس کے ہی شعلے سے ٹوٹے ہیں شرر
سوز سے اس کے وجودِ جان وتن
قدر اپنی اس کی ہی توقیر سے (ترجمہ)

فلک زُہرہ اور فلک مریخ نسبتاً مختصر ہیں۔فلک زہرہ پر فرعون اور کچنر کی فرعونیت اور ان کے

عبرت ناک حشر کا ذکر ہے۔ اس فلک پر دلچسپ چیز عرب و عراق کے قدیم خداؤں کا ذکر ہے جو اس بات سے خوش ہیں کہ ''آدم ہوا ز قیدِ یزداں بند کعبہ سے رہا/ لوٹ کر آتا ہے اب وہ سوئے آثار سلف/ کھینچتے ہیں اس کو آثارِ کہن اپنی طرف''۔ ان خداؤں کا صدر، جن میں مردوخ و یعوق، نسر و فسر اور لات و منات وغیرہ شامل ہیں۔ بعل ہے جو خوش ہو کر یہ کہتا ہے کہ ''پھر پرانا عہد لوٹ آنے لگا/ زندہ باد افرنگ جس نے رہم کو پھر زندہ کیا۔'' یہ گویا اسلام اور ایمان کے زوال کے جشن اور دوسرے معنوں میں بالواسطہ نوحہ ہے۔ فلک مریخ ایک طرح سے اقبال کا یوٹوپیا (utopia) ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس خیالی مملکت پر جہاں ہر شخص شیریں سخن اور نرم خو ہے اور کسی کا مقصد پیسہ کمانا نہیں بلکہ خدمت خلق ہے اور جہاں نہ مشینیں ہیں نہ ان کا دھواں، نہ کسی کا کسی سے جھگڑا ہے، نہ دہقان حاکموں کے ظلم سہنے پر مجبور ہے، وہیں ایک نبیہ ہے جو انتہائی قسم کی فیمنسٹ ہے اور عورتوں سے کہتی ہے کہ دلبروں کی طرح جینا ترک کریں اور مرد کے مکر و فریب سے بچیں کیونکہ ''زہر وصل اس کا ہے، ہجر اس کا نبات'' بجائے بچے جن کر اپنا چہرہ زرد کر لینے سے بہتر یہ ہے کہ شوہروں سے آزادی حاصل کر لیں۔ (''کس قدر پُر کیف ہے آزادی بے شوہراں'') اور پھر ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے ''جب کہ بچہ رحم کے باہر تولد ہو سکے'' لہذا وہ عورت سے کہتی ہے کہ ''ابرِ نیساں سے کوئی قطرہ نہ لے/ اے صدف بہتر ہے تو پیاسی مرے''۔

اگر بچہ رحم کے باہر پیدا ہو سکے تو پھر مردوں کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ آج ٹسٹ ٹیوب اور ان ویٹرو (in vitro) بچے تو پیدا ہو رہے ہیں لیکن شکر ہے کہ مردوں کی ضرورت اب تک باقی ہے۔

فلک مشتری غالباً جاوید نامہ کا سب سے زیادہ دل فریب اور معنی خیز حصہ ہے، دل فریب بھی اور مذہبی حیثیت سے پُرخطر بھی۔ پُرخطر اس لئے کہ یہاں زندہ رود (اقبال) ایسی شخصیتوں کے درمیان ہے، جن میں سے ایک قتل کر دی گئی، دوسرے کو پھانسی ملی اور تیسرے نے ایسی باتیں کیں کہ اگر وہ اتنا بڑا شاعر نہ ہوتا تو معاف نہیں کیا جاتا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ۔ یہ ایسے افراد ہیں، قرۃ

العین طاہرہ، منصور حلاج اور اسد اللہ خاں غالب، جن کے درمیان اقبال کی شعری اور سرّی حس جاگ اٹھی ہے اور فلک مشتری گہرے صوفیانہ نغموں سے گونج اٹھا ہے۔ ایسے لوگوں کے بیچ ایک ایسے ماحول سے گذرنا جہاں ''ہر سنگ دکانِ شیشہ گر ہے'' اقبال جیسے راسخ مسلمان کے لئے کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہ اس وجہ سے ممکن ہوا کہ جاوید نامہ تک پہنچتے پہنچتے جسے عالم خوندمیری نے کہا ہے اقبال کی '' صوفیانہ وجدانی نقطہ نظر کی مزاحمت ٹوٹی''۔ اب ان کے لئے Religio-mystical consionsness کا سوال اہم تھا۔ ''فلک مشتری کا سب سے زیادہ نازک مقام وہ ہے جہاں زندہ رود کا سابقہ حلاّج سے ہے جس کا نعرہ اناالحق تصوف اور الہیات کی تاریخ میں بہ الفاظ جلی لکھا ہوا آج تک موجود ہے۔ اس نعرے نے ملت اسلامیہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ زندہ رود کو اندازہ ہے کہ حلاّج کے آگے وہ ایک نازک مرحلے سے گذر رہا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ میری '' کچھ پرانی مشکلیں تازہ ہوئیں / پھر مرے افکار پر شبخوں پڑا''۔ یہ پرانی مشکلیں، وہ ہیں جو ذہنی طور پر تصوف کے بارے میں اقبال کو درپیش تھیں۔

اقبال نے فلک مشتری کو ''جہانِ ناتمام'' کہا ہے غالباً اس وجہ سے کہ یہاں جو روحیں ہیں وہ گردش مسلسل میں ہیں اور قیام انہیں منظور نہیں، جنت میں بھی نہیں کیونکہ جنت میں مستقل قیام ایک قید ہے: ''جنت ملاّئے وحور وغلام / جنت آزادگاں سیر دوام / جنت ملاّ ہے خورد و نوش اور خواب و سرود / جنت عاشق تماشائے وجود''۔ تماشائے وجود'' جاوید نامہ کا اصل موضوع سخن ہے۔ اقبال نے یہاں اپنے محبوب فلسفہ علم وعشق اور فراق اور خودی کو دہرایا ہے۔

اس فلسفے کو اقبال نے حلاج کی زبان سے کہلوایا ہے۔ چنانچہ حلاّج زندہ رُود سے کہتا ہے: '' آتش دل کو ہے بھڑکاتا فراق / ہے ہماری جاں کو راس آتا فراق / بے خلش جینا کوئی جینا نہیں / زندگی گزرے تو یوں / جیسے ہو آتش زیرِ پا / اس طرح جینا ہے تقدیر خودی / اس طرح تعمیر ہوتی ہے خودی / ..... حملہ اس عالم پہ جب کرتا ہے شوق / رفانیوں کو جاوداں کرتا ہے شوق''۔ لیکن سب سے

زیادہ نازک مسئلہ جبر وقدر کا ہے جو یہاں آیا ہے۔ زندہ رود حلاج سے پوچھتا ہے کہ تقدیر کی کیا حقیقت ہے تو حلاج کا جواب یہ ہے کہ جو شخص تقدیر کے ساتھ ہو گیا اس کے لئے جبر کوئی مسئلہ نہیں۔ اس کا دل بے خوف وہراس ہو جاتا ہے۔ ''جبر مردوں کے لئے قوت ہے کمزوری نہیں''۔ ''وہ جو خود ہم کو ہلا دے اپنا جبر/وہ جو دنیا کو ہلاک کر رکھ دے وہ/خالد کا جبر/......'' کام مرد حق کا ہے تسلیم ورضا''۔ زندہ رود کو تعجب اس بات پر ہے کہ ایک مرد حق کو کیوں ایسی سزا دی گئی کہ اسے دار پہ کھینچا گیا اور وہ حلاج سے پوچھتا ہے کہ ''یہ بتا تیرا گناہ آخر تھا کیا''۔ حلاج کا جواب یہ ہے کہ اصل میں لوگوں نے خودی کو پوری طرح سمجھا نہیں۔ خودی جس میں دلبری اور قاہری دونوں یکجا ہیں اس میں نور بھی ہے اور نار بھی۔ لوگ اس کے نور سے واقف ہیں لیکن اس نار کو نہیں جانتے جو اس میں پوشیدہ ہے۔ ''میں نے نور و نار دونوں سے انہیں/آگاہ کیا/پس گناہ میرا نہ تھا''۔ قرۃ العین یہاں یہ کہتی ہوئی دکھائی گئی ہے کہ ''ہے گناہ بندہ صاحب جنوں/وہ کہ جس سے کائنات تازہ/آتی ہے بروں''۔

زندہ رود کی غالب سے جو گفتگو ہے اس میں غالب کی ambivalence یا پہلوداری نمایاں ہے۔ جب زندہ رود اصرار کرتا جاتا ہے کہ میں نے آپ کی بات پوری طرح سمجھی نہیں مزید کھول کر بیان کیجئے تو غالب اسے بالآخر کہتے ہیں کہ ''تو جو مجھ سے چاہتا ہے وہ تو ہے/اک کافری/کافری ہے ورائے شاعری''۔ ایک اور بات جو اقبال نے یہاں چھیڑی ہے بڑی بحث طلب ہے یعنی یہ کہ محمد مصطفیٰؐ آدمی بھی ہیں اور جوہر بھی۔ اس بارے میں جو اشعار ہیں وہ حلاج کی آواز میں ہیں یا نہیں، 'عبدہ' اور عبد والی بحث پھر آ گئی ہے اور حلاج زندہ رود سے کہتا ہے کہ عبدہ' تیری فہم سے بالاتر ہے اور رسول عربی آدم بھی ہیں اور آدم سے سوا بھی کیوں کہ وہ آدم بھی ہیں اور جوہر بھی۔ حلاج صاف کہتا ہے کہ ''عبد چیزے دیگر است و عبدہ' چیزے دگر''۔ ''عبدہ' سے دہر ہے اور دہر خود ہے عبدہ'/ہم سراسر رنگ وہ بے رنگ و بو''۔ اور اگر فاش کہنا چاہو تو ''ھو ہے عبدہ''۔ یہاں اس آیت کا ذکر آیا ہے جس میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے نبی سے مخاطب ہو کر کہ ''جب آپ نے

کنکریاں پھینکیں تو آپ نے نہیں ہم نے خود پھینکی تھیں 'و مارمیت...'۔ حلاّج سے اور باتیں بھی ہیں لیکن اس فلک کا ایک اور دلچسپ حصہ وہ ہے جہاں زندہ رود ابلیس کے بارے میں حلاّج سے کہتا ہے کہ ہم تو خاک سے بنے ہیں اور وہ یعنی ابلیس تو نار ہے پھر اس کی آگ کہاں ہے؟ حلاج کے جواب میں اعلیٰ درجے کی شاعری اور گہرائی ہے۔ ملاحظہ ہو حلاّج کا جواب:

''وہ ارے وہ خواجہ اہل فراق/ اس کو تم کچھ مت کہو/ وہ ازل کا تشنہ لب خونیں ایاق/ ہم ہیں جاہل وہ حقیقت آشنا/ وہ واقفِ رازِ وجود...... عشق و خدمت میں ہے کیا اس کا مقام/ آدمی اس راز محرم نہیں/ چاک کردو پیرہن تقلید کا/ تا کہ لو اس سے سبق توحید کا۔'' ابلیس کے ظاہر ہونے کا جہاں ذکر ہے وہاں اقبال نے اپنی بہترین شاعری صرف کی ہے۔ ملاحظہ ہو: یک بیک کیا دیکھتا ہوں میں جہاں تاریک ہے/ سب مکاں تا لامکاں تاریک ہے/ ایک شعلہ اس اندھیری رات میں/ آیا نظر/ اور اس شعلے سے مرد پیر اک ظاہر ہوا/ تھی سرمئی اس کی قبا/ اک دھویں میں غرق پیکر اس کا تھا''۔ رومی نے کہا دیکھو یہ ہے خواجہ اہل فراق! کہنہ اور کم خندہ برلب' کم سخن/ آنکھ تیز اتنی کہ ہے بینائے جاں اندر بدن/ رند بھی' ملاّ بھی' دانشمند بھی/ اور خرقہ پوش/ مثل زاہد کے عمل میں سخت کوش/ فطرتاً بیگانۂ ذوق وصال/ زہد اس کا تارک قربِ جمال/ چونکہ یہ ترکِ جمال آساں نہ تھا/ اس نے ترکِ سجدہ کا حیلہ کیا''۔ ابلیس یہاں اللہ سے شکایت کرتا ہے کہ جو چیلنج اس نے قبول کیا تھا اس میں اسے کوئی مدِّ مقابل نہیں ملتا۔ آدم اس کا ہر حکم مانتا جاتا ہے: ''مجھ کو اب دے ایسا مرد حق پرست/ جس سے میں کھاؤں شکست''۔

اقبال کو حلاج کی شخصیت سے دلچسپی رہی ہے۔ 1930 میں وہ مسینوں سے پیرس میں ملے تھے اور مسینوں نے لکھا ہے کہ اس وقت اقبال نے اسے بتایا تھا کہ وہ حلاج کو کتنی اہمیت دیتے ہیں ۔میسنوں کے مطابق اقبال کے خیال میں حلاج نے ہندوستان جیسے ملک کو جہاں کثیر تعداد میں دیوی دیوتا ہیں یہ سمجھایا کہ کس طرح دو سمندروں یعنی کفر و ایمان کی یکجائی ہو سکتی ہے اور وہ صرف

صوفیوں کے اپنے آپ کو فنا کرنے ذریعہ ممکن ہے مسینوں نے اسے صوفیوں کی مستی کہا ہے۔ فلک زحل بہت مختصر ہے۔ زحل ایک منحوس سیارہ مانا گیا ہے اور یہیں اقبال کے وہ مشہور شعر ہیں جہاں انہوں نے غدّاری کو سب سے بڑا گناہ کہا ہے۔ ایسا گناہ کہ خود دوزخ غداروں کو قبول کرنے سے انکار کرتی ہے کہ یہ اتنے آلودہ ہیں کہ میرے شعلے بھی انہیں پاک نہیں کر سکتے: وہ زمیں وہ خطہ ہندوستان / وہ عزیز خاطر صاحب دلاں / ..... ہے پتہ کس نے کیا اس کو غلام: ..... / جعفر و صادق کہ نفرت جن سے دوزخ / کو بھی ہے / ایک بنگالی دغا باز ایک غدار دکن / ننگِ آدم ننگِ دیں ننگِ وطن"۔ روح ہندوستان نالہ کرتی ہے کہ "ہر وہ غارت گر جو وابستہ کسی ملت سے ہے / اصل اس کی جعفر و صادق سے ہے / روحِ جعفر سے خدایا الاماں / جعفرانِ عہد حاضر سے خدایا الاماں!"

"آسمانوں کے پرے" نظم کے متن کا آخری حصہ ہے۔ یہاں نطشے کا ذکر ہے جسے اقبال نے مجذوب فرنگی کہا ہے۔ اس کی آنکھ عقابوں سے زیادہ تیز ہے اور چہرہ سوزِ دروں سے فروزاں۔ زندہ رود رومی سے پوچھتا ہے کون دیوانہ ہے یہ؟ اور رومی کہتا ہے یہ اک حلاج بے دار و رسن / جس نے دہرایا نئے انداز سے حرفِ کہن۔" ملاؤں سے تو اس کی جان بچی لیکن طبیبوں نے اسے مار ڈالا۔ وائے وہ مجذوب جو پیدا ہوا افرنگ میں۔" نطشے کے فوق البشر کے نظریہ کو اقبال نے جیلی کے فلسفے سے آمیز کر کے انسانِ کامل کا تصور پیش کیا جو رسول اکرم ؐ کی ذات اقدس میں ہویدا ہے۔ اس حصے میں شرف النساء اور امیر کبیر سید علی ہمدانی معروف بہ شاہ ہمداں کا ذکر ہے۔ جن کی زبان سے یہ بات کہی گئی ہے کہ "اصل میں شاہی وہ مشرق ہو کہ غرب / یا عصائے قوم سے ہے یا ہے ضرب"۔ شاعر کشمیر طاہر غنی نے وہ الفاظ کہے ہیں جو اقبال کا نہرو خاندان یعنی موتی لعل اور جواہر لعل کو خراج عقیدت ہے: "کس نے ہندوستان کو یہ دان آزادی دیا؟ / صید کو سودائے صیادی دیا؟ / وہ برہمن زادگان زندہ دل / جن کے رُخ سے لالہ احمر خجل"۔ یہاں بھرتری ہری بھی ملتا ہے جو اقبال سے کہتا ہے کہ شعر میں سوز آرزو سے ہے۔ زندہ رود اور رومی سلاطین مشرق کے محل میں

پہنچتے ہیں جس پر اقبال نے بہت کچھ زورِ قلم صرف کیا ہے لیکن ٹیپو سلطان کو چھوڑ کر یہاں نادر اور ابدالی کا ذکر ہے جو جنت الفردوس میں نہایت قیمتی تختوں پر فروکش ہیں بڑا عجیب لگتا ہے۔ مانا کہ نادر اور ابدالی نے افغان قوم کی تشکیل کی لیکن کیا یہ ان کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام دلانے کے لئے کافی ہے؟ یوسف سلیم چشتی جیسا شخص جو اقبال کی ہر جگہ بے تحاشہ تعریف کرتا اور ہر مقام پر ان کی مدافعت کرتا ہے اور پرستارِ اقبال کہلانے کا مستحق ہے اس سے بھی نہیں رہا گیا۔ چنانچہ اپنی شرح میں وہ ۲۳/ مارچ ۱۹۳۹ء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور ان کا طنز ملاحظہ ہو۔ ۲۲/ مارچ کو دلی والوں سے نادر کی فوج کے جھگڑے میں چند سپاہی مارے گئے تھے اور ۲۳/ مارچ کو جو ہوا اس کا ذکر بزبان پروفیسر یوسف سلیم چشتی:

''اگر چہ دلی کے غریب ہندو مسلمان کا کوئی قصور نہ تھا۔ مگر نادر شاہ کو تیمور اور چنگیز کی ارواح خبیثہ کو خوش کرنا تھا۔ اس لئے ۸ بجے صبح تلوار کھینچ کر روشن الدولہ کی مسجد میں بیٹھ گیا اور حکم دیا'' بزنید ''۹ بجے سے ۳ بجے تک نادر کے سپاہیوں نے ۳۰ ہزار بے گناہوں کا خون بہا کر اپنے آقا کو جنت الفردوس کا وارث بنا دیا''۔ کوئی کچھ کہے مجھے تو یہ اقبال کی زیادتی اور فرد گذاشت لگتی ہے اور جاوید نامہ جیسی نظم پر ایک دھبہ ہے۔ سلطان شہید کے ذکر نے اس فرد گزاشت کی کسی حد تک تلافی کی ہے۔ یہاں اقبال کی وجد کرتی شاعری ہے۔ ٹیپو زندہ رود کو اپنا پیام دیتے ہیں تا کہ وہ اسے رودِ کاویری تک پہنچا دے۔'' زندہ رود کاویری سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: ''رودِ کاویری! کر آہستہ خرام/ تھک گئی ہوگی تو بہنے سے مدام/ مدتوں تو کوہساروں میں رہی نالہ کناں/ نوکِ مژگاں سے تراشی اپنی راہ/ تیرے آگے ہیچ جیحوں و فرات/ تیرا پانی ہے دکن کے واسطے/ آبِ حیات/ .... کہنگی میں بھی تو اب تک ہے جواں/ تازہ ہے اب تک ترا آبِ رواں''۔ زندہ رود کاویری سے کہتا ہے کہ میں ایسے شخص کا تیرے نام پیغام لایا ہوں کہ'' قول اس کا سر بسر آئینہ کردار تھا/ خواب میں مشرق تھا، وہ بیدار تھا۔''

اس کے آگے حضوریِ ذات ہے اور یہاں رومی زندہ رود کا ساتھ اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں جس طرح ورجل نے اور بعد میں خود بیٹریس نے دانتے کا ساتھ چھوڑا تھا۔ اقبال نے یہاں صرف جمال کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مگر نکتہ یہ ہے کہ اس مقام دید پر دانتے اقبال اور ملٹن دونوں سے آگے ہے۔ اس نے وہ غلطی نہیں کی ہے جو دوسرے شاعروں نے کی۔ ملٹن اور اقبال اختتام پر اپنی بحثیں لے آئے ہیں اور اپنے مخصوص خیالات نوائے الٰہی میں دہرائے ہیں۔ دانتے آخر میں صرف نور اور محبت کا ذکر کرتا ہے۔ وہ خدا سے مخاطب ہو کر جو نور ہی نور ہے۔ یہ کہتا ہے کہ کیا میں تیری جھلک دیکھ سکتا ہوں؟ یہ تو ممکن نہیں اور دانتے اس کینٹو کے ختم پر اس محبت کا ذکر کرتا ہے۔ جس کے سبب پوری کائنات زندہ اور حرکت میں ہے۔

نہ ہوتی محبت نہ ہوتا جہاں l' amor che more it sole e l'altre stalle

محبت جو سورج اور دوسرے تمام ستاروں کو گردش میں رکھتی ہے۔ جاوید نامہ کے وہ شعر البتہ بہت خوبصورت ہیں جہاں اقبال کو اپنی زمین دوبارہ نظر آتی ہے۔ ''ناگہاں آیا نظر اپنا جہاں / وہ زمیں، وہ آسماں / غرق اک نور شفق گوں میں تمام / جاں تھی میری اور وہ جلوہ عظیم / ہوش میں نے کھو دیئے مثل کلیم / فاش اس کے نور سے مجھ پر ہوئی ہر پردگی / تاب گویائی زباں سے چھن گئی''۔

اب کچھ باتیں زیر نظر ترجمے کے بارے میں۔ اوپر یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ جاوید نامہ کے کئی ترجمے اردو اور انگریزی میں موجود ہیں۔ اقبال اکیڈمی حیدر آباد میں چھ اردو ترجمے موجود ہیں جن کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اتنے ترجمے اردو میں موجود ہیں تو پھر ایک اور ترجمے کی کیا ضرورت تھی جن ترجموں کا میں نے ذکر کیا ہے وہ سب منظوم اور پابند یعنی قافیہ بند ترجمے ہیں۔ صرف ایک ترجمہ آزاد نظم میں ہے لیکن وہ مکمل نہیں، جستہ جستہ ہے۔ قافیے کی پابندی خود اصل شاعر کے لئے ایک رکاوٹ سی ہے لیکن وہ اپنے اشعار کی آمد کے بہاؤ میں اس رکاوٹ کو بہا لیجاتا ہے۔ مترجم کے لئے یہ دوہری رکاوٹ ہے کیوں کہ وہ خود شعر نہیں لکھ رہا ہے اور نتیجتاً اسے وہ آمد حاصل

نہیں ہے جو اصل شاعر کو حاصل ہے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ترجمے میں آورد زیادہ ہو جاتی ہے اور اکثر بھرتی کے قافیے در آتے ہیں۔ بھرتی کے قافیے ہی نہیں بلکہ اکثر بھرتی کے فقرے جیسے ''اے دوست'، اے پسر' وغیرہ مصرعوں کے وزن کی خاطر داخل ہو جاتے ہیں۔ ان باتوں کی وجہ سے اصل کی روانی اور اس کا تاثر ترجمے میں باقی نہیں رہتا۔ میں ترجمے کو محض ایک ثانوی عمل نہیں سمجھتا بلکہ اسے بجائے خود ایک تخلیقی عمل گردانتا ہوں۔ اگر اصل ایک تخلیق ہے تو ترجمہ اس تخلیق کی ایک دوسرے لسانی قالب میں باز تخلیق ہے۔ گرے کی ایلجی کا جو ترجمہ طباطبائی نے کیا ہے وہ اردو کے مشہور ترجموں میں سے ایک ہے حالاں کہ وہ بے شمار مقامات پر اصل سے ہٹا ہوا ہے۔ خیام کی رباعیوں کا جو ترجمہ فٹز جیرلڈ نے کیا ہے وہ بھی بہت حد تک آزاد ہے اور غالباً اسی وجہ سے خیام کا سب سے زیادہ مشہور و مقبول ترجمہ ہے۔ ترجمہ لفظی طور پر جتنا اصل کے مطابق ہوگا وہ اتنا ہی اصل کی روح اور اس کی مخصوص مہک سے دور ہوگا۔ اس نقطہ نظر نے مجھے جاوید نامہ کے ایک اور ترجمے پر اکسایا۔ ابتداء میں میں نے نظم کے سلیس نثری ترجمے کا ارادہ کیا اور کچھ حصے کا نثر میں ترجمہ کیا بھی' لیکن پھر پتہ نہیں اس نظم کا تقاضا تھا یا کیا کہ میرا قلم نظم آزاد (Vers Libre) کی طرف مڑ گیا۔ کئی برس گذر گئے' کبھی مسلسل کبھی وقفے وقفے سے یہ ترجمہ ہوتا رہا۔ آج جب یہ مکمل ہو گیا ہے اور اس کی اشاعت کی منزل سامنے ہے تو خیال آتا ہے کہ کیا واقعی اسے چھاپا جائے۔ بہر حال اس کے پیچھے اتنی محنت اور اتنے سال لگ چکے ہیں تو پھر اسے اس طرح نہیں پھینکا جا سکتا ہے جیسے سنتے ہیں طالسطائی نے آنا کیرینیا کے مسودے کو پھینک دیا تھا کہ یہ اشاعت کے قابل نہیں۔ جب یہ ترجمہ چھپ جائے تو ایک تکمیل کا احساس ہوگا اور یہ تسلی رہے گی کہ برسوں کی محنت اکارت نہیں گئی۔ ویسے اگر چھپنے کے بعد یہ پڑھنے والوں کو پسند نہ آئے تو بھی محنت کے بیکار جانے کا احساس ہوگا لیکن یہ تو ہر تصنیف اور ترجمے کی اپنی قسمت ہے۔ میں نے اس ترجمے پر دوسرے تراجم سے مدد لی ہے جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ مدد میں نے اپنے دوست مضطر مجاز کے ترجمے سے لی ہے جو یہاں دکن میں بہت مقبول ہے۔ لیکن جہاں میں نے اس ترجمے سے مدد لی ہے وہیں ایک مصیبت میں بھی گرفتار رہا ہوں اور وہ یہ کہ جب کبھی نادانستہ طور پر مصرعوں یا اشعار کا توارد ہوا تو مجھے ان کے بدلنے میں بڑی کاوش کرنی پڑی کہ کہیں سرقے کا

الزام نہ عائد ہو۔ اس کے باوجود بعض مصرعے دونوں ترجمے میں ایک ہیں اور میں نے انہیں ہاتھ لگانا مناسب نہیں سمجھا کیوں کہ ایک تو یہ نادانستہ سرزد ہوئے ہیں اور دوسرے وہ اصل کے بالکل نیچرل ترجمے ہیں اور ان کا بدلنا صریحاً نامناسب ہے۔ ان سارے ترجموں سے ہٹ کر میں نے سب سے زیادہ اور اصل مدد پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی تصنیف کردہ جاوید نامہ کی شرح سے لی ہے۔ میں چشتی صاحب کی طرز نگارش اور کئی مقامات پر ان کی تشریح سے اختلاف رکھتا ہوں لیکن ان کی فارسی دانی ایسی اعلیٰ درجے کی ہے کہ ان کی کتاب سے شعر کو ٹھیک طرح سے سمجھنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ اس معاملے میں، میں ان کا مشکور ہوں۔ میں نے ان لوگوں کے لئے جن کی اردو دانی کمزور ہے صفحات کے نیچے ہر اس لفظ یا اشارے کی تشریح کردی ہے جو ذرا بھی مشکل معلوم ہوا۔ مجھے امید ہے کہ ان حاشیوں کی مدد سے وہ پڑھنے والے بھی جن کا اردو کا علم کسی حد تک سطحی ہے اقبال کے اس وقیع شعری کارنامے کو سمجھ سکیں گے۔

آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ زیرنظر ترجمہ دوسرے تراجم سے بالکل مختلف ہے۔ نظم آزاد میں ہونے کی وجہ سے اس کی روانی بے روک ہے اور میں نے اصل کی نغمگی اور اس کی روح کو جذب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ترجمے کی بحر وہی ہے جو علامہ نے رکھی ہے' مولانا روم کی مثنوی کی بحر۔ صرف مصرعے چھوٹے بڑے ہیں۔ کسی مصرعے میں ایک آدھ رکن زائد آگیا ہے کہیں پورا مصرعہ صرف ایک رکن رکھتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی بحر اور اس کی روانی کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ قافیے اس ترجمے میں بار بار آگئے ہیں۔ جہاں کہیں قافیہ بے تکان میسر آیا میں نے استعمال کرلیا کیوں کہ اردو فارسی شعر میں قافیے کی تاثیر اور طاقت سے واقف ہوں۔ خدا کرے کہ پڑھنے والوں کو یہ ترجمہ پسند آئے کہ اس میں نہ صرف میری محنت بلکہ میرا خون جگر بھی لگا ہے۔ ویسے

صلاح کار کجا و من خراب کجا!

پروفیسر سید سراج الدین

فہرست

شمار	مضمون	صفحہ
1	مناجات	1
2	تمہیدِ آسمانی	
	آفرینش کا پہلا روز۔ آسمان زمین کی ملامت	9
3	تمہیدِ زمینی	
	رومی کی روح نمودار ہوتی ہے اور اسرارِ معراج بیان کرتی ہے	15
4	رومی کی غزل	16
5	زروان جو زماں و مکاں کی روح ہے مسافر کو سیاحت	
	آسمانی پر لے جاتا ہے	28
6	تاروں کا گیت	31
7	فلکِ قمر	34
8	عارف ہندی جو چاند کے ایک غار میں گوشہ نشین ہے۔	
	اہل ہند اُسے جہاں دوست کہتے ہیں	37
9	عارف کے نو نکات	44
10	جلوۂ سروش	46
11	آوازِ سروش	48

شمار	مضمون	صفحہ
12	وادیِ یرغمید کی طرف روانگی جسے فرشتے وادی طواسین کہتے ہیں	49
13	طاسین گوتم (رقاصہ حسن فروش کی توبہ)	52
14	طاسین زرتشت (اہرمن زرتشت کی آزمائش کرتا ہے)	54
15	طاسین مسیح (حکیم طالسطائی کا خواب)	58
16	طاسینِ محمدؐ (کعبے میں ابوجہل کی روح کا نغمہ)	61
17	فلکِ عطارد جمال الدین افغانی اور سعید حلیم پاشا کی روحوں سے ملاقات	65
18	افغانی۔ دین ووطن	70
19	اشتراکیت اور شاہی	72
20	سعید حلیم پاشا۔ مشرق ومغرب	74
21	محکماتِ عالم قرآنی (ا) خلافتِ آدم	77

شمار	مضمون	صفحہ
22	(۲) حکومتِ الٰہی	82
23	(۳) زمین خدا کی مِلک ہے	86
24	(۴) حکمت ایک خیر کثیر ہے	88
25	روسی قوم کو افغانی کا پیام	94
26	رومی زندہ رود سے شعر سنانے کی خواہش کرتے ہیں	101
27	غزل زندہ رود	103
28	فلکِ زہرہ	104
29	اقوام قدیم کے خداؤں کی مجلس	107
30	بعل کا گیت	110
31	غزل	113
32	سوڈانی درویش کا ظاہر ہونا	118
33	فلکِ مریخ	122
34	ایک مریخی ستارہ شناس کا رصدگاہ سے باہر آنا	126
35	شہرِ مرغدین کی سیر	130
36	مریخ کی دوشیزہ کا قصہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا	137
37	مریخ کی نبیہ کا پیغام	138
38	فلکِ مشتری	142

شمار	مضمون	صفحہ
39	حلاج، غالب اور قرۃ العین طاہرہ کی روحیں جنہوں نے بہشت میں قیام پسند نہیں کیا اور گردش جاوداں اختیار کی	143
40	نوائے حلاج	146
41	نوائے غالب	147
42	نوائے طاہرہ	148
43	زندہ رود اپنی مشکلات ارواح بزرگ کے آگے پیش کرتا ہے	150
44	ابلیس کا نمودار ہونا	168
45	نالۂ ابلیس	173
46	**فلکِ زحل**	176
47	وہ ذلیل روحیں کہ جنہوں نے ملک وقوم سے غداری کی اور دوزخ نے انہیں قبول نہیں کیا	177
48	خونیں سمندر	179
49	روح ہندوستان نالہ وفریاد کرتی ہے	181
	قلزم خونیں کے ایک کشتی سوار کی فریاد	184
50	افلاک سے پرے	187
51	جرمن فلسفی نطشہ کا مقام	188
52	جنت الفردوس کی طرف روانگی	192

شمار	مضمون	صفحہ
53	قصر شرف النسا	196
54	امیر کبیر حضرت سید علی ہمدانی اور ملا طاہر غنی کشمیری کی زیارت	199
55	شاہ ہمداں کے حضور میں	200
	شاعر ہندی بھرتری ہری سے ملاقات	213
56	سلاطین مشرق کے محل کی طرف روانگی	216
57	ناصر خسرو علوی کی روح نمودار ہوتی ہے	221
58	کاویری کے نام سلطان شہید کا پیغام	230
59	زندہ رود کی بہشت سے روانگی اور حوروں کا تقاضا	236
60	غزل زندہ رود	237
61	حضور	238
62	ندائے جمال	242
63	شان جلال کا ظہور	246
64	جاوید سے خطاب نئی نسل سے کچھ باتیں	248
65	جاوید نامہ کے کردار اور حوالے	267

دیباچہ

میرے خیال نے آسمانوں کی سیر کی
چاند کے کندھے، کہکشاں کی آغوش تک پہنچا
یہ نہ سمجھو کہ یہی مٹی کا دیار ہمارا نشیمن ہے
ہر ستارہ اک جہاں ہے یا کبھی اک جہاں رہا ہے

مناجات

اس رنگ بہ رنگ دنیا میں انساں
ہر گھڑی مانندِ چنگ محوِ فغاں
آرزوئے ہم نفس انساں کو کرتی ہے عطا
نالہ ہائے دلنواز اور سوزِ جاں
پر یہ دنیا آب و گل کا یہ جہاں
انسان کو سمجھے کہاں!
جب اس کے سینے میں کہیں
کوئی دل نہیں
دشت و دریا کوہ کہ
خاموش سب
آسمان و مہر و مہ
بہرے ہیں اور خاموش سب
آسماں پر گو ہے تاروں کا ہجوم
پر ہے ہر تارہ جدا
اور ہماری ہی طرح بے چارہ ہے

✪ مناجات: خدا سے مخاطب ہو کر دعا کرنا ✪ چنگ: ایک ستار کی طرح کا باجا ✪ کہ: کاہ، گھاس
✪ ہم نفس: دوست، ساتھی ✪ دلنواز: دل لبھانے والا

2

وسعتِ افلاک میں آوارہ ہے

کارواں محوِ سفر

بے برگ و بے ساماں رواں

راتیں تاریک و دراز

اور فضائیں بے کراں

★

کیا کوئی صیاد ہیں ہم اور یہ دنیا شکار؟

یا کہ ہم خود ہیں اسیر؟

نالہ و فریاد میں کرتا رہا

کوئی آواز آئی نے کوئی جواب

آدمی کا ہم نفس کوئی کہاں

★

دن کہ جو کرتا ہے روشن کاخ و کو

گردشِ ارضی سے ہے جس کا وجود

جس کا سارا قصہ بس اک رفت و بود

میں نے دیکھا ہے اسے

لیکن اک دن اور جو ہے ماورائے ایام سے

✪ آوارہ: بھٹکتا، بے ٹھکانہ ✪ بے کراں: لامحدود ✪ ہم نفس: رفیق، دوست ✪ رفت و بود: گذر جانا

✪ کاخ: عمارت ✪ کو: کوچہ، گلی ✪ رفت و بود: آیا گیا ✪ ماورا: سوا، الگ

صبح جس کی ناشناسا شام سے
نور اس کا جاں میں در آئے اگر
تفرقہ مٹ جائے رنگ وصوت کا
غیب اس کی روشنی میں ہے حضور
اُس کا دوراں بے حدود و بے مرور
کر وہ روزِ جاوداں مجھ کو عطا
تو اے خدا
کر دے اس بے سوز صبح و شام سے
مجھ کو رہا

★

آیۂ تسخیر تھا کس کے لیے؟
کس کے آگے آسماں حیراں ہوا؟
کون تھا جس کو بتائے تو نے سب اشیا کے نام؟
وہ جسے تو نے کیا تھا واقفِ رازِ دروں
علم کی صہبا سے مست
سارے عالم سے فزوں؟

★

اے کہ تیرا تیر پیوستِ جگر
تو نے ہی مجھ کو دیا اذنِ سوال

✪ تفرقہ: فرق ✪ صوت: آواز ✪ بے مرور: جو گذرتا نہیں ✪ اشیا: چیزیں ✪ رازِ دروں: اندر کا راز
✪ صہبا: شراب ✪ فزوں: برتر ✪ اذن: حکم

تیرا رخ ایماں مرا، قراں مرا
کیوں ترا جلوہ رہے مجھ سے چھپا
منتشر گر ہو شعاعِ آفتاب
گھٹ نہ جائیگی متاعِ آفتاب

★

عہدِ حاضر تو خرد کا ہے اسیر
جو تڑپ میری ہے وہ اس میں کہاں
مدتوں اپنے میں پیچ و تاب کھاتا ہے وجود
تب ابھرتی ہے کوئی بیتاب جاں
گر برا مانے نہ تو، تو یہ کہوں
تخمِ تمنا کے لیے تیری زمیں
موزوں نہیں
بس غنیمت ہے کہ اس مٹی سے کوئی
دل اُگے
تو کہ ہے اک ماہ
میرے بھی شبستاں سے گذر
میری بے نوری کو دیکھ
شعلے کو خاشاک سے پرہیز کیوں؟
برق اور گرنے سے اس کو باک کیا؟

○ منتشر: پھیلنا، بکھرنا ○ متاع: پونجی ○ تخم: بیج ○ شبستاں: خواب گاہ، اندھیرا مکان ○ خاشاک: کوڑا کرکٹ ○ پرہیز: بچنا ○ باک: ڈر، روک

5

٭

زندگی کب تک رہے رہنِ فراق
مجھ کو لے چل چرخِ نیلی کے پرے
بند دروازوں کو مجھ پر کھول دے
خاک ہوں میں تو فرشتوں کا مجھے ہم راز کر
آگ سینے میں لگا
مجھ میں جو ہیزم ہے دے اس کو جلا
عودِ جاں میرا بچا
اُس کا دھواں پھیلا دے سارے دہر میں
آگ پیمانے کی میرے تیز کر
اور تغافل ہی سہی، لیکن کبھی
اک نظر مجھ پر بھی کر
آنکھ جو پاتی تیری اور تو اُس سے دور
کیا یہ میری آنکھ ہی کا ہے قصور؟
تو تو ہر جا، ہر زماں موجود ہے
یا تو اِن اسرار سے پردہ اٹھا
یا یہ میری جانِ بے دیدار
مجھ سے چھین لے

✪ ہیزم: جلانے کی لکڑی ✪ عود: اگر ✪ دیدار: درشن

*

میرا نخلِ فکر ہے بے برگ و بار

یا اسے بادِ سحر دے یا تبر

عقل تو تو نے مجھے بخشی مگر

اب جنوں، جذبِ دروں بھی دے مجھے

علم کا گھر عقل ہے، دل عشق کا

دل نہ ہو تو علم سحرِ سامری

اک تماشا گاہ، اک جادوگری!

اک تجلی گر نہ ہو تو آدمی

اپنی ہی دانائی کا جیسے اسیر

اپنے ہی افکار کا خود ہی شکار

بے سکوں، گم کردہ راہ

بے تجلی زیست رنجوری، خرد مہجور ہے

بے تجلی دین مجبوری کا نام

بحر و بر مخزن ہیں معلومات کا

یہ خبر ارسال کرتے ہیں

نظر دیتے نہیں

ڈھونڈھتا ہے ماہ کو جس ماہ کا ٹکڑا ہے دل

✪ نخل: درخت ✪ تبر: کلہاڑی ✪ جذب: کشش ✪ دروں: اندرونی ✪ سحر: جادو ✪ سامری: سامر ایک مشہور جادوگر ✪ تجلی: روشنی، خدا کا نور ✪ زیست: زندگی ✪ رنجوری: رنج، بیماری ✪ مہجور: دوری میں مبتلا ✪ مخزن: خزانے کی جگہ ✪ ارسال کرنا: بھیجنا

تو اے خدا
اس بھٹکتے دل کو منزل کر عطا
گر چہ ہے گفتار فطرت میں مری
پھر بھی کبھی
سر نہیں ہوتی حکایت ہجر کی

★

آسمانوں کے تلے
میں ہوں غریب اور اجنبی
آسماں سے تو مجھے ارشاد کر
میں تو تیرے پاس ہوں
"انی قریب"
تا کہ شرق و غرب اور سارے جہات
ڈوب جائیں چاند تاروں کی طرح
اور نکل جاؤں میں مہر و ماہ و انجم سے پرے
یہ طلسم دوش و فردا توڑ کر

★

تو ہے نورِ جاوداں ہم ہیں شرار
یہ ہماری زندگی ہے ایک آنِ مستعار
اے کہ مرگ و زیست سے بالا ہے تو
رشک کرتا ہے جو یزداں پر

✪ انی قریب: میں تیرے قریب ہوں (آیت قرآنی) ✪ شرق و غرب: مشرق و مغرب ✪ انجم: ستارے
✪ دوش: گذری ہوئی رات ✪ فردا: آنے والا کل ✪ جاوداں: ہمیشہ رہنے والا ✪ شرار: چنگاری ✪ آن: لمحہ
✪ مستعار: مانگا ہوا ✪ مرگ و زیست: موت اور زندگی ✪ یزداں: خدا

یہ بندہ کون ہے؟
آفاق گیر و ناصبور
غیب جس کو راس ہے اور نے حضور!

★

ہوں زمینی آسمانی کر مجھے
میں ہوں فانی جاودانی کر مجھے
ضبط دے گفتار میں کردار دے
راستے پیدا ہیں تو رفتار دے
اور ہی اک آسماں اک اور ہی عالم سے ہے
میرا سخن، میری کتاب
میں سمندر ہوں تلاطم آشنا
ہے کوئی یاں
جو کبھی اترے مری گہرائی میں؟
ایک دنیا ہے کنارے سے تماشائی مری
کچھ بھی موجوں کی روانی کے سوا
دیکھا نہیں
میں ہوں پیرانِ کہن سے ناامید
عصرِ آئندہ سے ہے میرا خطاب
یہ سخن آسان کر میرا جوانوں کے لیے
اس کی گہرائی کو ان کے واسطے
پایاب کر

✪ آفاق گیر: عالم گیر ✪ ناصبور: بے صبر ✪ سخن: گفتگو ✪ تلاطم: طوفان

تمہیدِ آسمانی

آفرینش کا پہلا روز

آسمان زمین کی ملامت کرتا ہے

✪

زندگی نے یہ جو ڈھالا ہے
جہانِ پاس و دور
اصل اُس کی لذتِ غیب و حضور
اس طرح تارِ نفس ٹوٹا
کہ حیرت خانۂ ایام اک ظاہر ہوا
جس میں ہر جا ایک ذوقِ خودگری
نعرۂ من دیگرم تو دیگری
چاند تاروں کو ہوئی گردش عطا
سو چراغوں سے ہوئی روشن فضا
چرخ نیلی پر ہوا سورج طلوع
خیمۂ زربفت چاندی کی طنابوں پر کھنچا
اور پہلی صبح نے

✪ غیب: غائب یا پوشیدہ ہونا ✪ حضور: حاضر یا سامنے اور ظاہر ہونا ✪ حیرت خانہ ایاّم: زمانے کا حیران کرنے والا مقام ✪ خودگری: اپنے کو بنانا ✪ من دیگرم تو دیگری: میں اور ہوں اور تو اور ہے
✪ زربفت: زر یعنی سونے سے بنا ہوا ✪ طناب: رسی، ڈوری

جھانکا افق کی کور سے
عالمِ نوزادہ کو
بانہوں میں اپنی بھر لیا

★

ملکِ آدم کیا تھا بس اک خاکداں
دشت سب بے کارواں
کہسار بے آبِ رواں
اُس کے صحرا پر نہ ابرِ برشگال
نے درختوں پر سرودِ طائراں
مَرغزاروں میں رمِ آہو نہ تھا
بے تجلی اور دھوئیں میں غرق اُس کے بحر و بر
آسماں نے طعن دھرتی پر کیا
"تجھ سا اندھا چرخِ نیلی کے تلے
یاں کون ہے؟
کس نے یاں دیکھا ہے تجھ سا روزگار؟
تو رہے بے نور یکسر گر نہ ہو میرا چراغ
خاک اگر الوند بھی ہو، خاک ہے

✪ عالم نوزادہ: عالم جو ابھی ابھی پیدا ہوا ✪ خاک داں: مٹی کا گھر ✪ برشگال: بارش ✪ سرودِ طائراں: پرندوں کا گانا ✪ مَرغزار: سبزہ زار ✪ الوند: مشہور پہاڑ کا نام

چرخ سی تابندگی اُس میں کہاں!

ہو تجھے جینا تو سازِ دلبری کے ساتھ جی

یہ نہ ہو تو کمتری کی شرم سے

پھر ڈوب مر"

جب زمیں نے یہ سنا غرقِ خجالت ہوگئی

حق کے آگے درد بے نوری سے تڑپی

تب صدا آئی یہ سمتِ غیب سے

"اے امانت سے خود اپنی بے خبر

کچھ غم نہ کر

اپنے اندر جھانک، دیکھ اپنا ضمیر

زیست کے ہنگاموں سے روشن ہیں دن

اس نورِ ظاہر سے نہیں

نورِ صبح مرہونِ مہرِ داغدار

نورِ جاں بے داغ ہے اور بے غبار

نورِ جاں بے جادہ سرگرمِ سفر

روشنیِ مہر و مہ سے تیز تر

تو نہ ہو مایوس یوں

نورِ جاں پھوٹے گا تیری خاک سے

✪ تابندگی: چمک ✪ دلبری: دل لبھانا ✪ خجالت: شرم

★

عقلِ آدم؟

ردمیں اُس کی ہے جہاں

عشقِ آدم؟

زدمیں اس کی لامکاں

اُس کی فکر آگاہِ راہ

تیز تر جبریل سے اُس کی نگاہ

خاک میں اس کی فرشتوں کی اڑان

اُس کی رہ میں آسماں کہنہ سرا

یوں وجودِ چرخ میں چبھتا ہے وہ

سینۂ ریشم میں جوں

سوئی کی نوک

اِس کی کوشش سے ہیں دھلتے

داغِ دامانِ وجود

گر نگہ اس کی نہ ہو تو کائنات

جیسے اک بے نور آنکھ

خوں بہاتا ہے زمیں پر

سست ہے تسبیح میں

پر یہ ہنگامے جہاں میں

✪ لامکاں: عالم الٰہی جس میں سمتیں نہیں ✪ تسبیح: خدا کو یاد کرنا

سب اسی کے دم سے ہیں
آنکھ اُس کی ایک دن
روشن کرے گی کائنات
اور تماشائے صفات
اُس کے لیے بن جائیگا
دیدارِ ذات
''ہر کہ عاشق شد جمال ذات را
اوست سید جملہ موجودات را''

فرشتوں کا گیت

خاک یہ ہوگی فرشتوں سے بھی افزوں
ایک دن
اس کے دم سے ہوگی دھرتی مثلِ گردوں
ایک دن
فکر انسانی حوادث میں ہے جس کی پرورش
چرخ کے گرداب سے ہوگی یہ بیروں
ایک دن

○ ذات: اصل، حقیقت، خدا کی ذات کو اس کی صفات سے پہچانا جاتا ہے ○ ''ہر کہ عاشق'': (مولانا روم) جو جمال ذات کا عاشق ہے وہی جملہ موجودات کا سردار ہے
○ بیروں: باہر ○ حوادث: حادثے، واقعات ○ گرداب: بھنور

14

پوچھتا کیا ہے تو مجھ سے، معنیِ آدم کو دیکھ
جو پریشاں آج ہے ہوگا وہ موزوں
ایک دن
ایسا موزوں ہوگا یہ افتادہ مضموں
ایک دن
جس سے ہوگا خود دلِ یزداں بھی پُرخوں
ایک دن

✪ موزوں: سلجھا ہوا ✪ افتادہ: گرا ہوا ✪ پُرخوں: پُرجوش

تمہیدِ زمینی

رومی کی روح نمودار ہوتی ہے اور اسرارِ معراج بیان کرتی ہے

✪

عشق شور انگیز بے پروائے شہر
اُس کے شعلے کو دبا دیتا ہے یہ
غوغائے شہر
راس اس کو ہے سکوتِ کوہسار
یا کنارِ آبِ ناپیدا کنار
میں نے جب پایا نہیں محرم کوئی
قصد دریا کا کیا
بحر کی وسعت، غروبِ آفتاب
اور شفق سے لالہ گوں پہنائے آب
وقتِ مغرب، جو کہ اندھے کو بھی دے
ذوقِ نظر
اور شام کو رنگِ سحر
اور میں

جستجوؤں آرزوؤں میں گھرا
اپنے دل سے ہم کلام
میں کہ میری عمر محرومِ دوام
زندہ لیکن زندگانی ہی سے دور
پیاسا اور پانی سے دور
محوِ نظارہ تھا میں، اور اُس گھڑی
یہ غزل رومی کی میرے لب پہ تھی

✪

غزل

لب کھول کہ مجھ کو آرزوئے قندوشکر ہے،
چہرہ دکھا کہ مجھے آرزوئے باغ وگلزار ہے۔
مجھے میانِ میدان ایک ایسے رقص کی آرزو ہے،
کہ ایک ہاتھ میں جام مے ہو اور ایک میں زلفِ یار۔
تو نے ناز سے کہا کہ مجھے نہ چھیڑ اپنی راہ لگ،
تیرے اسی ''مجھے نہ چھیڑ'' کی تو مجھے آرزو ہے۔
اے عقل تو میرے شوق کے آگے پراگندہ ہو جا،
اے عشق مجھے تیرے نکتہ ہائے پریشاں کی آرزو ہے۔

نوٹ اقبال نے یہاں رومی کی پوری غزل شامل کردی ساری کی ساری غزل کا تو کوئی راست تعلق جاوید نامے سے مجھے نہیں لگتا، البتہ آخر کے تین مشہور شعر جاوید نامے کے موضوع سے مربوط ہیں۔ میں نے اس غزل کا ترجمہ نثر میں اس لیے کیا کہ غزل کو آزاد بحر میں تو نہیں ڈھال سکتے اور اس کا پابند بحر وردیف وقافیہ ترجمہ مترجم اور غزل دونوں پر ظلم ہوگا۔

یہ آسماں کا آب ودانہ ایک سیل کی طرح بے وفا ہے،
میں مچھلی ہوں، مجھے نہنگ ودریا کی آرزو ہے۔
فرعون اور اُس کے ظلم سے میرا دل ملول ہے،
مجھے جیبِ موسیٰ کے نور کی تمنا ہے۔
کل میں نے ایک شخص معمر کو دیکھا کہ ہاتھ میں چراغ لیے شہر کا چکر لگا رہا تھا
اور کہتا تھا کہ میں دیو و دد سے آزردہ دل ہوں، ایک انسان کی آرزو ہے
میں نے کہا ہم نے بھی ڈھونڈا ہے، نہیں ملتا
کہنے لگا وہی جو نہیں ملتا اُسی کی آرزو ہے (رومی)

مہرِ عالم تاب ڈوبا تو افق دھندلا گئی
سیج پر آب رواں کی موجِ بے کل سوگئی
نور سے سورج کے اک ٹکڑا اُڑایا
شام نے
ایک تارہ
جیسے اک معشوق بامِ چرخ پر
میں نے دیکھا روحِ رومی
کوہ کے پیچھے سے پردوں کو ہٹا
ظاہر ہوئی!
چہرہ روشن اُن کا مثلِ آفتاب

✪ دد: چوپایہ ✪ سیل: سیلاب ✪ نہنگ: مگرمچھ ✪ جیبِ موسیٰ: حکایت ہے کہ جب موسیٰ جیب میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تو وہ چمکنے لگتا ✪ سیج: بستر ✪ بام: چھت ✪ چرخ: آسمان

اُن کی پیری میں بھی اک رنگِ شباب
سارا پیکر ایک نورِ سرمدی
اک سرورِ سرمدی
لب پہ اُن کے رازِ پنہانِ وجود
خود کیا آغازِ رسمِ گفتگو
بات جیسے آئینہ ایک آویزاں
علم ایسا جس میں سوز دل نہاں
میں نے یہ پوچھا کہ ہے موجود نا موجود کیا؟
محمود و نا محمود کے معنی ہیں کیا؟
بولے "وہ موجود جس میں ہو
تمنّائے نمود
آشکارائی تقاضائے وجود
زندگی وہ ہے سنوارے
خود جو اپنے آپ کو
خود شہادت مانگے اپنے آپ پر
کیا تھا مقصودِ خدا روزِ الست
مانگنا خود پر گواہی خلق کی
زندہ ہو مردہ ہو تو یا جاں بہ لب

✪ سرمدی: لازوال ✪ محمود: تعریف کے قابل ✪ آشکارائی: ظاہر کرنا اپنے آپ کو
✪ روزِ الست: کائنات کی تخلیق کا دن

اِن گواہوں سے شہادت کر طلب،
شاہدِ اول ترا اپنا شعور
خود کے نظارے کو خود اپنا ہی نور
دوسرا شاہد شعورِ غیر خود
دیکھنا خود کو بہ نورِ غیرِ خود
تیسرا شاہد شعورِ ذاتِ حق
دیکھنا خود کو بہ نورِ ذاتِ حق
اور ٹھہر جاؤ اگر اس نور میں
تو سمجھ سکتے ہو قائم
تم بھی اپنے آپ کو
مثلِ خدا!
زندگی خود آپ کو پانے کا نام
ذات کے بے پردہ نظارے کا نام
مردِ مومن کی نہیں منزل صفات
تھی نبی کو تو فقط مطلوب ذات
اصل میں معراج کیا ہے؟ ایک شاہد کی تلاش
روبرو اک شاہدِ عادل کے اپنا امتحاں
زندگانی بے حقیقت مثلِ رنگ و بوئے گل

✪ شہادت: گواہی ✪ شاہد: شہادت دینے والا ✪ غیرِ خود: اپنے سے الگ، دوسرا
✪ قائم: جما ہوا، جگہ سے نہ ہلنے والا

اِس گواہی کے بغیر
کون ٹھہرا ہے بھلا رب کے حضور
جب تلک پختہ نہ ہو اس کا شعور
تو ہے ذرّہ ہاتھ سے جانے نہ دے اپنی چمک
اُس کو بڑھا
سامنے سورج کے اُس کو آزما،
پیکرِ فرسودہ کو پھر سے تراش
امتحاں لے اپنا ثابت تا کہ ہو تیرا وجود،
کر سکے جو یہ، وہی، 'موجود' اور 'محمود' ہے
یہ نہ ہو تو زندگی کی آگ بھی بس دود ہے
میں نے پوچھا
ذاتِ حق کا سامنا کیسے کریں؟
آب وگل کی قید توڑیں کس طرح؟
حاکم وخالق تو بالا حکم اور مخلوق سے
اور ہم دنیا کے پھندے میں پھنسے
بولے "سلطاں تجھ کو مل جائے اگر
ٹوٹ جائے سرحدِ افلاک، پنہاں ہوں جہات
اور عریاں کائنات

✪ حضور: موجودگی، سامنے ✪ شعور: سمجھ، گیان، آگاہی ✪ پیکر: جسم، شخصیت ✪ فرسودہ: پرانا، بیکار
✪ محمود: جس کی تعریف کی جائے ✪ دود: دھواں
✪ خالق: پیدا کرنے والا ✪ مخلوق: وہ اشیا جو پیدا ہوئیں، آدمی مخلوق ہے ✪ سلطاں: طاقت، اختیار

ہے وجود اس کا کمی بیشی سے پاک
خود کو اس سے اور اُس کو خود سے دیکھ
نکتہ "الاّ بسلطان" کو نہ بھول
اس کے بغیر
تو فزوں کیڑے مکوڑوں سے نہیں
اس جہاں میں یوں ہوا تیرا جنم
جس طرح ہوتا ہے ہر جاندار کا
اک جنم، پر، اور ہے اس کے سوا
اہل دل واقف ہیں جس کے راز سے
اُس جنم سے اِس کا کچھ رشتہ نہیں
وہ تو مجبوری ہے اور یہ اختیار
وہ نہاں پردوں میں اور یہ آشکار
وہ جنم رونے کے یہ ہنسنے کے ساتھ
وہ جنم اک ڈھونڈ، یہ پانے کا نام
وہ جنم اک سیر یہ بھی سیر ہے
اُس جنم کی سیر حدِ کائنات
اس جنم کی سیر آزادِ جہات
وہ اسیرِ روز و شب یہ راکبِ شام و سحر

✪ "الا بسلطان": آیہ کریمہ (۳۳/۵۵) ✪ نہاں: چھپا ہوا ✪ آشکار: ظاہر ✪ جہات: سمتیں
✪ اسیر: قید میں، پھنسا ہوا ✪ راکب: سوار، حاوی

وہ شکستِ شکمِ مادر یہ شکستِ شکمِ دہر
ہے دلیل ان میں سے ہر دو کی اذاں
اک ادا ہوتی ہے لب سے
ایک دل کی آنکھ سے
جسم میں بیدار جب ہوتی ہے جاں
تب دہل جاتا ہے یہ دیرِ کہن"۔
یہ جنم آخر ہے کیا؟ میں نے کہا
بولے: "یہ بھی زندگی کی شان ہے
زندگانی کی روش غیب اور حضور
ایک قائم، اک رواں
گاہ جلوت میں پگھلنا اور گداز
اور کبھی خلوت میں لینا
آپ اپنے کو سمیٹ
یہ شعارِ زندگی،
جلوت اس کی جلوۂ نورِ صفات
اس کی خلوت میں شعاعِ نورِ ذات
آدمی کو کھینچتے ہیں عقل و عشق
عقل جلوت، عشق خلوت کی طرف

✪ شکست: پھٹنا، کھلنا ✪ شکمِ مادر: ماں کا پیٹ ✪ دیرِ کہن: دنیا ✪ غیب وحضور: غائب اور حاضر، چھپا ہوا اور ظاہر ✪ قائم: کھڑا ہوا، مستقل ✪ رواں: جاری، چلتا ہوا ✪ جلوت: ظہور یعنی ظاہر ہونا ✪ خلوت: تنہائی ✪ صفات: علامات ✪ ذات: حقیقت (خدا)

عقل کی زد عالم فطرت پہ ہے
توڑ دیتی ہے طلسمِ آب وگل
سنگ رہ سے بھی سبق لیتی ہے یہ
برق اور بادل بھی گویا اس سے کرتے ہیں خطاب
آنکھ گو ذوقِ نظر سے اس کی بیگانہ نہیں
جرأتِ رندانہ سے عاری ہے یہ
راہ، پس، چلتی ہے آہستہ بہت
رک کے اندھوں کی طرح سے
نرم رو چیونٹی کی مثل
چونکہ رنگ و بو میں ہے الجھی ہوئی
سست رو ہے عقل راہِ دوست میں
ہے بہ تدریج اس کا کام اس کا عمل
کیا پتہ کب ہو تمام!
عشق ہے آزاد ماہ و سال سے
دور اور نزدیک سے
عقل کی رہ میں اگر کہسار ہو
توڑ دیتی ہے اُسے
یا گھوم کر اطراف جاتی ہے نکل
کوہ اک تنکا ہے آگے عشق کے

✪ طلسم: جادو کا اثر، دھوکا ✪ سنگ: پتھر ✪ ذوق: مزہ ✪ رندانہ: بے باک ✪ عاری: خالی
✪ کہسار: پہاڑ

تیز رو ہے چاند کی مانند دل، گر عشق ہو
عشق کیا ہے؟
لامکاں پر ایک شبخوں مارنا
بس گزر جانا جہاں سے قبر کی سوچے بغیر
عشق کی طاقت نہ آب و خاک سے،
نے سختیِ اعصاب سے
عشق جو کھا کر بھی ہے خیبر کشا
عشق ہی نے شق کیا تھا چاند کو
عشق نے بے ضرب مارا لشکرِ فرعون کو
نمرود کو
جاں میں وہ، جوں آنکھ کے اندر نگاہ
اندرونِ خانہ بھی باہر بھی عشق
عشق چنگاری بھی خاکستر بھی عشق
کام اس کا دین و دانش سے سوا
عشق سلطانِ دو عالم،
اک دلیلِ آشکار،
دونوں عالم عشق کے زیرِ نگیں،
دوش و فردا اُس سے ہیں اُس سے ابد

✪ لامکاں: عالم الٰہی جس میں مشرق و مغرب کچھ نہیں ✪ شبخوں: حملہ، دھاوا ✪ شق کرنا: ٹکڑے کرنا
✪ ضرب: مار ✪ خانہ: گھر ✪ خاکستر: راکھ ✪ دانش: عقل ✪ دلیلِ آشکار: واضح ثبوت، قطعی رہنما
✪ مرکب: جس پر سواری کی جائے ✪ خیبر کشا: فاتح ✪ خاکستر: راکھ

ہے مکاں اُس سے اُسی سے لامکاں
گر خدا سے وہ خودی پائے تو پھر
سارا عالم اُس کا مرکب، وہ سوار
آشکارا اُس سے ہے دل کا مقام
جذبِ دنیا بے اثر اس کے سبب
عقل اور تاویل کو قربان کر
عاشق اپنے آپ کو
کرتے ہیں یزداں کے سپرد
عاشقی ٹھہری ہے بے سوئی تو پھر
موت اپنے آپ پر کرلے حرام
اے کہ مثلِ مردہ ہے تو گور میں
قبر سے اٹھنا ہے، بانگ صور سے
پہلے تجھے
تو کہ ہے نغموں سے پُر تیرا گلا
کب تلک روئیگا تو
کیچڑ میں مینڈک کی طرح
کر مسخر یہ مکاں اور یہ زماں
اور اس زنّار کے پیچاک سے
آزاد ہو،

✪ جذب: کشش، دلکشی ✪ تاویل: اپنے مقصد کے مطابق معنی پہنانا ✪ بے سوئی: بے سمتی، مکمل آزادی ✪ صور: سینگ کا سنکھ جو قیامت کے دن پھونکا جائے گا اور مردے قبر سے اٹھیں گے ✪ مسخر کرنا: تابع کرنا، غالب آنا ✪ مکاں: Space ✪ زماں: وقت، زمانہ

تیز کر لے اپنے کان، اپنی نظر
یاں کی ہر شئے ہوش کی نظروں سے دیکھ
''وہ کہ سن سکتا ہے چیونٹی کی صدا
وقت کے اسرار سے ہیں کان اُس کے آشنا''
وہ نگاہِ پردہ در جو آنکھ کی قیدی نہیں
مجھ سے حاصل کر اُسے
''آدمی بس دید ہے باقی ہے پوست
دید بھی وہ جو کہ ہے دیدارِ دوست
اپنا تن پگھلا کے رکھ دے سر بہ سر
بس نظر ہو، بس نظر ہو، بس نظر'' (رومی)
تجھ کو ڈر ہے آسمانوں سے؟ نہ ڈر
تجھ کو ڈر ہے اِن جہانوں سے؟ نہ ڈر
آنکھ کھول اور دیکھ کیا ہیں
یہ زماں اور یہ مکاں
بس ایک رخ ہے جان کے احوال کا
جب ہوئی محروم جلوے سے نگاہ
اختلافِ روز و شب پیدا ہوا
دفن اس مٹی کی تاریکی میں بیج
ہے فضائے آسماں سے بے نصیب

✪ پردہ در: پردہ چاک کرنے والی ✪ دید، دیدار: دیکھنا، درشن ✪ احوال: حالات، کیفیات

اس کا جوہر کیا ہے؟ اک ذوقِ نمو
ہے یہی اس کا وجود اُس کا مقام
تو نے سمجھا محمل جاں ہے بدن
چھوڑ تن، کر رازِ جاں کی جستجو
جسم تیرا جان کی محمل نہیں
یہ سمجھنا گفتگو کا ہے فریب
جان کیا ہے؟ درد اور جذب و سرور،
آسماں تسخیر کر لینے کا شوق
جسم کیا ہے؟ رنگ و بو سے
اور جہانِ چار سو سے آشتی
دور اور نزدیک مرہونِ شعور
جانتے ہو کیا ہے معراجِ نبیؐ؟
بس شعورِ آدمی میں انقلاب
انقلاب آتا ہے جذب اور شوق سے
شوق کرتا ہے رہا
جاں کو بلند و پست سے،
جسم ہمراہی نہیں ہے جان کا
خاک ہے، مانع نہیں پرواز کا''

✪ محمل: کجاوہ یا ہودہ جو اونٹ پر کسا جاتا ہے ✪ جذب و سرور: محویت اور مسرت ✪ جہانِ چار سو: دنیا
✪ آشتی: صلح، دوستی ✪ مرہون: رہن ہونا

زروان جو زماں و مکاں کی روح ہے
مسافر کو سیاحتِ آسمانی پر لے جاتا ہے

✪

کر گئی بے تاب مجھ کو گفتگوئے پیرِ روم
جسم کا ہر ذرہ پارہ بن گیا
میں نے دیکھا مشرق و مغرب کے بیچ
آسماں اک نور کے بادل میں غرق
اک فرشتہ ابر سے آیا اُتر
اس کے دو رخ،
ایک آگ اور اک دھواں،
ایک جوں تاریک شب اور ایک شعلے کی مثال
آنکھ اک بیدار اور اک محوِ خواب
آسمانی، سبز و زرد و سرخ و سیمیں اُس کے پر
تیز رو اتنا
کہ رفتار اُس کی رفتارِ خیال
ایک دم میں از زمیں تا آسماں
اس کی پہنچ،
ہر گھڑی تازہ ہوا، تازہ فضاؤں میں اُسے
پر کھولنا

✪ رخ: چہرہ ✪ جوں: مانند ✪ محوِ خواب: نیند میں ✪ سیمیں: چاندی کی طرح سفید

کہنے لگا ''زروان ہوں

دنیا مرے قابو میں ہے

آنکھ سے اوجھل بھی ہوں، ظاہر بھی ہوں

ساری تدبیریں مری تقدیر سے وابستہ ہیں

عاقل و بے عقل سب میرے اسیر،

شاخ پر غنچے کا کھلنا مجھ سے ہے

آشیاں میں طائروں کا بھی چہکنا مجھ سے ہے

میری ہی پرواز سے ہے

بیج مٹی میں نہال،

فیض میرا ہے کہ جس سے

ہجر بنتا ہے وصال

مجھ سے ہے تکریم اور مجھ سے عتاب

پیاسا کرتا ہوں کہ دوں جام شراب

زندگی میں، موت میں، میں ہی حساب

میں قیامت، میں ہی دوزخ اور جنت

میں ہی حور!

میرے قیدی سب فرشتے، آدمی،

عالمِ دوروزہ زائیدہ مرا!

شاخ پر ہر پھول میں

✪ نہال: خوش ✪ تکریم: عزت دینا ✪ عتاب: غصہ، ملامت کرنا ✪ زائیدہ: پیدا کیا ہوا

ہر شئے کی جیسے ماں ہوں میں
ہے جہاں میرے طلسم میں اسیر
میرے ہی دم سے ہے یہ ہر لحظہ پیر
''لی مع اللہ'' جاگزیں جس دل میں ہو
توڑ سکتا ہے وہی میرا فسوں
تو اگر چاہے کہ ہو مجھ سے رہا
''لی مع اللہ'' اپنے دل میں لے بسا
جانے اس کی آنکھ میں کیا راز تھا
میری نظروں سے ہوا اوجھل جہاں
اور نگہ میں اک نیا عالم کھلا
یا دگر گوں عالم کہنہ ہوا
اس جہانِ رنگ و بو میں مر کے میں
اک جہانِ تازہ میں پیدا ہوا
اپنا عالم کھو کے مجھ کو دکھ ہوا،
خاک سے میری مگر
دنیا نئی پیدا ہوئی
ہر حجاب آنکھوں سے میری اُٹھ گیا
نغمہ تاروں کا مرے
کانوں تلک آنے لگا

✪ ''لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل'' ترجمہ:۔ میرا خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت گزرتا ہے جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ میرے پاس آسکتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل (یعنی فنا فی اللہ ہو جاتا ہوں)

✪ جاگزیں ہونا: جگہ بنالینا ✪ فسوں: جادو

تاروں کا گیت

عقل ہے حاصلِ حیات، عشق ہے رازِ کائنات
اے کفِ خاک منتظر تیرا ہے عالمِ جہات
تیرے سبب بنے رقیب زہرہ و ماہ و مشتری
تیری نظر کے واسطے کشمکشِ تجلّیات
جلوے ہیں راہِ دوست میں تازہ بہ تازہ نو بہ نو
کر نہیں سکتے مطمئن ذوقِ نظر کو کلّیات
صدق وصف ہے زندگی نشو و نما ہے زندگی
تا ابد اک سیاحتِ ملکِ خدا ہے زندگی
ہے جو غزل سرا اُسے رخصت ہائے و ہو ملے
اندکو عقب کو بھی بادہ سبو سبو ملے
فارس، ہند، عراق و شام خوگر شکر و نبات
قند طلبوں کو اے خدا تلخیِ آرزو ملے
سوجِ بلندِ بحر سے کر سکے وہ مقابلہ
یوں ہو کہ آبجو کو بھی سیل کی تند خو ملے

✪ کفِ خاک: مٹھی بھر مٹی جس سے انسان بنا ✪ جہات: مشرق مغرب، شمال جنوب ✪ تجلّیات: خدا کے جلوے جو انسان کی توجہ حاصل کرنے کی کشمکش میں مبتلا ہیں ✪ نو بہ نو: نئے نئے ✪ کلیات:
✪ صدق وصفا: سچائی اور پاکی ✪ نشو ونما: بڑھنا، ترقی کرنا ✪ سیاحت: سفر ✪ رخصت: اجازت، موقع
✪ ہائے وہو: شور، ہنگامہ ✪ سبو: پیالہ شراب کا ✪ نبات: مصری

ردِ فقیر آگ ہے میری و قیصری ہے خس
ردِ شکوہِ شاہ کو حرفِ قلندرانہ بھی
دبدبۂ قلندری، طنطنۂ سکندری
ایک ہے جذبۂ کلیم، دوسرا سحرِ سامری
اِس کا نگاہ سے ہے کام، اُس کا سپاہ سے ہے کام
ایک ہے صلح و آشتی، دوسرا جنگ و داوری
دونوں جہاں کشا ہیں یہ، دونوں کی جستجو دوام
ایک کا حربہ دلبری، ایک کا زور و قاہری
ضرب قلندری سے تو سدِ سکندری کو توڑ
رسم کلیم تازہ کر، جادوے سامری کو توڑ

✪ فقیر: درویش ✪ رد: نہ ماننا ✪ شکوہ: شان و شوکت ✪ حرف: بات ✪ دبدبہ: رعب، شان ✪ طنطنہ: کروفر، شان شوکت ✪ کلیم: موسیٰ ✪ قاہری: زور، طاقت، زبردستی ✪ ضروب: مار ✪ سدِ سکندری: دیوارِ چین ✪ سامری: حضرت موسیٰ کے عہد کا مشہور جادوگر

فلکِ قمر

فلکِ قمر

یہ زمین و آسماں ملکِ خدا،
چاند تارے اپنی ہی میراث سب،
جو تجھے اس راہ میں آئے نظر
اک نگاہِ محرمانہ اُس پہ کر
اجنبی کی طرح سے مت جا تو اپنے دیس کو
بھول مت خود کو، ذرا بیباک ہو
حکم تیرا ہی بجا لاتے ہیں سب
تو جو کہتا ہے وہی کرتے ہیں سب
یہ جہاں جس کا کہ ہر فردا ہے دوش
کچھ نہیں ہے جز بتانِ چشم و گوش
ہو طلب کی راہ میں دیوانہ پن
یعنی بت خانے میں ابراہیم بن
ہو چکیں جب طے زمین و آسماں
یہ جہاں اور وہ جہاں
تب خدا سے کر طلب تو
پھر نئے سات آسماں
سو زمانے اور ہوں، اور سو مکاں

✪ محرمانہ: دوستانہ ✪ بیباک: بے خوف، باہمت ✪ فردا: آنے والا دن ✪ دوش: گزری ہوئی رات
✪ بتانِ چشم و گوش: آنکھ اور کان یعنی حواس کے پیدا کردہ

بے نیازی تجھ کو ہو گر نیک و بد کی جنگ سے
اور زحمت جستجو کی بار ہو
تب تو قبر اچھی ہے باغِ جنّتِ صد رنگ سے
اے مسافر موت ہے کرنا قیام
زندگانی تو ہے پرواز مدام
زندگانی ہمرہی تاروں کی ہے
زندگانی اک سفر بے اختتام
میں نے پر کھولے، ہوا گرم سفر
ہر بلندی مجھ کو پست آئی نظر
خاک تیرہ بن گئی قندیلِ شب
میرا سایہ سر سے اونچا اے عجب!
چاند کی جانب تھا یہ میرا سفر
ہر گھڑی نزدیک تر،
تا آں کہ کہسار قمر
آیا نظر
مجھ سے رومی نے کہا :
''اب شک سے دل کو پاک کر

✪ صد رنگ: سو طرح کے رنگ ✪ قیام کرنا: رکنا ایک جگہ پر ✪ مدام: مسلسل، ہمیشہ ✪ تیرہ: اندھیری

آسماں کی رسم ورہ کر اختیار
چاند ہم سے دور لیکن آشنا بھی ہم سے ہے
اس سفر کی رہ میں اپنی اولیں منزل ہے یہ
دید کے قابل ہے اس کا روزگار
اس کے کہسار، اس کے غار"
میں نے دیکھا اُس کا کوہِ ہولناک
اُس کا سکوت،
اُس کا اندر سوز سے پر
اُس کا باہر چاک چاک،
حافظین ویلدرم اس کے پہاڑ،
آگ اس کے پیٹ میں، لب پر دھواں،
یاں نہ سبزہ ہے نہ چڑیوں کی صدا،
اس کے بادل خشک اور اس کی ہوائیں تیز وتند
اک جہاں بیکار، جس میں زندگانی ہے نہ موت
بے صدا، بے رنگ، بے نخلِ حیات
واقعات اُس میں کوئی نے حادثات
گرچہ ہے سورج کے کنبے سے مگر
بے تغیر اس کے صبح وشام ہیں

✪ رسم ورہ: ریت ✪ آشنا: واقف، پہچاننے والا ✪ سوز: عشق کی گرمی ✪ چاک چاک: پھٹا ہوا، بے رونق
✪ حافظین ویلدرم: چاند کے پہاڑوں کے فرضی نام ✪ نخل: درخت

مجھ سے رومی نے کہا: ''اُٹھ اور چل
ہاتھ سے تیرے کہیں دولت نہ یہ جائے نکل
ویسے تو ویران ہے اس کا عیاں
اُس کے اندر اور ہی ہے اک جہاں
دیکھنے سننے میں جو آئے تجھے
ذہن میں اپنے اسے محفوظ رکھ
آنکھ بینا ہو تو ہر شئے دید کے قابل ہے یاں
اک دو پل سب بھول جا میرے سوا
اور میرے ساتھ آ''
ہاتھ آہستہ سے کھینچا میرا، پہنچے
تیز چل کر
چاند کے اک غار پر

عارفِ ہندی جو چاند کے ایک غار میں گوشہ نشین ہے

اہل ہند اُسے جہاں دوست کہتے ہیں

میں نے رکھا دوست کے کندھے پہ ہاتھ
اور اندھوں کی طرح داخل ہوا
اس غار میں جس جا کی تاریکی میں تھا

✪ عیاں: ظاہر، جو نظر آئے ✪ بینا: جو دیکھ سکے ✪ دید کے قابل: دیکھنے کے لائق

چاند کیا سورج بھی محتاجِ چراغ
وہم وشک کی زد میں میں نے
کھو دیے ہوش وحواس
راہ میری رہزنوں سے تھی گھری
دل مرا صدق ویقیں سے تھا تہی!
اک نیا منظر ہوا پھر بے حجاب
صبحِ روشن بے طلوعِ آفتاب
سامنے وادی تھی ہر پتھر جہاں کا
جیسے تھا زنّار بند
دیو ہیکل پیڑ تھے واں سر بلند
میں نے سوچا خواب ہے میرا
کہ آب وخاک سے ہے یہ مقام
تھا ہوا میں اس کی مے کا سا سرور
اس کا سایہ بھی تھا گویا عینِ نور
نے زمیں پر اُس کی کوئی آسماں تھا لاجورد
نے شفق کے رنگ تھے واں سرخ وزرد
نور اُس جا بندِ ظلمت میں نہ تھا
اور دھندلکا تھا نہ صبح وشام کا

✪ زد: مار، حملہ ✪ صدق: سچ، سچائی ✪ یقیں: شک کا الٹا ✪ زنّار بند: جس پر زنّار کی طرح کی دھاریاں کھنچی ہوئی تھیں ✪ عینِ نور: روشنی کی آنکھ یا بالکل روشن

ایک جوگی پیڑ کے نیچے تھا واں بیٹھا ہوا
آنکھ روشن، بال سر اوپر بندھے، عریاں بدن
گرد سانپ اک حلقہ زن
آدمی اک بے نیازِ آب و گل
عالم اُس کے واسطے اک پیکر اُس کے دھیان کا
وقت آزاد اُس کا صبح و شام سے،
گردشِ ایام سے
تھی غرض اُس کو نہ کوئی
چرخ نیلی فام سے
آنکھ اٹھائی اور رومی سے کہا
"ہے کون تیرے ساتھ یہ؟
آرزوئے زندگی پیدا ہے اس کی آنکھ سے"

رومی

ایک انساں جستجو رکھتی ہے آوارہ جسے
ایک ثابت جس کی فطرت، فطرتِ سیارہ ہے
خام لیکن پختہ کار
میں ہوں اس کی ناتمامی کا قتیل

✪ گردشِ ایام: صبح شام کا چکر ✪ پیکر: شکل، وجود ✪ ثابت: جو قائم ہے ✪ سیار: جو گردش کرتا ہے
✪ خام: کچا ✪ قتیل: مارا ہوا، شکار

آسماں اک طاق اس کے شیشۂ دل کے لیے
چاہتا ہے داد اپنی فکر کی جبریل سے
اک عقاب ایسا کہ ماہ و مہر ہیں جس کے شکار
گرم رو ہے
چاہتا ہے آسمانوں کا طواف
گفتگو اہل زمیں سے اس کی کچھ رندانہ ہے
حور بت اس کی زباں میں، خلد اک بتخانہ ہے
میں نے شعلے دیکھے ہیں
اس کے دھنویں کی موج میں
کبریائی اس کے سجدوں میں نظر آئی مجھے
بانسری کی طرح نالاں وصل ہو یا ہو فراق
میں تو کہہ سکتا نہیں، ہے اُس کے آب و گل میں کیا
کیا مقام اس کا ہے اور منزل ہے کیا؟

جہاں دوست

رنگ سے عالم ہے، بے رنگی ہے حق
کیا ہے دنیا، کیا ہے انساں، کیا ہے حق؟

✪ طاق: محراب ✪ داد: تعریف، قدر کرنا ✪ طواف: اطراف گھومنا ✪ رند: شراب کو روا رکھنے والا، آزاد خیال ✪ خلد: جنت ✪ کبریائی: بڑائی، عظمت ✪ نالاں: روتا ہوا، فریاد کرتا ہوا ✪ حق: خدا

رومی

آدمی شمشیر، حق شمشیر زن

اور عالم سان اس شمشیر کی

حق کو دیکھا اور عالم کو نہ دیکھا

یہ ہے مشرق کا قصور

اور مغرب؟ وہ ہے بس عالم میں گم

اور حق سے دور

بندگی

اپنی نگہ کو حق کی جانب موڑنا

زندگی

بے پردہ خود کو دیکھنا

آدمی پالے اگر رازِ حیات

خود خدا بھیجے گا اُس پر

اپنی رحمت اور صلوات

اور اگر تقدیر سے اپنی کوئی آگہ نہیں

اُس کا سوزِ جاں بھی پھر ہمرہ نہیں

✪ شمشیر زن: تلوار چلانے والا ✪ صلوات: درود، دعا

جہاں دوست

اس وجود اور اس عدم کے بیچ میں الجھا ہوا
راز یہ مشرق نے کم سمجھا ذرا
دیکھنا تو ہے سدا ہم آسماں والوں کا کام
میں نہیں مشرق سے ناامید ابھی
میں نے دیکھا چاند کے اک کوہ پر
اک فرشتہ آ کے اترا
جس کی آنکھوں میں تھا ذوقِ جستجو
اور نظر اُس کی زمیں پر تھی گڑی
میں نے پوچھا
آخر اس خاموش مٹی میں ہے کیا؟
ہم تو محرم ہیں ذرا ہمکو بتا
کیا جمالِ زہرہ سے پگھلا ہے تو؟
یا کہ تیرا چاہِ بابل میں ہے دل؟
بولا: ''ہنگام طلوع مہر ہے
تازہ سورج ضوفگن مشرق میں ہے
اس زمیں پر لعل پیدا ہوں گے سنگ راہ سے
یوسف اِس جا کے نکل آئینگے باہر چاہ سے

✪ عدم: وجود کا الٹ، نیستی ✪ محرم: آشنا، رازداں ✪ چاہ بابل: بابل کا ایک کنواں جس میں حکم خدا سے ہاروت اور ماروت فرشتوں کو الٹا لٹکا دیا گیا تھا کسی جرم کی وجہ سے ✪ ہنگام: وقت ✪ حضرت یوسف کو اُن کے بھائیوں نے حسد کی وجہ سے ایک کنویں میں پھینک دیا تھا۔ ایک تجارتی قافلے نے اُن کو باہر نکالا

میں نے دیکھا ہے زمیں پر اک قیامت ہے بپا
اس کے کہساروں میں ہے اک زلزلہ
آذری اب ترک کی انسان نے
تاکہ اپنے کو تراشے بت تراشی چھوڑ کر
قوم وہ اچھی کہ جس میں اک تڑپ ہو، سوز ہو
اپنی مٹی سے کرے تعمیر اپنے آپ کو
ہوتی ہے ملت کوئی بیدار جب
عرشیوں کے واسطے وہ صبح صبح عید ہے''
سانس لینے کو رکا جوگی ذرا
مجھ کو بے تابانہ دیکھا
بولا مرگِ عقل؟
ترکِ فکر ہے میں نے کہا
اور مرگِ قلب؟
کی عرض ترکِ ذکر ہے
بولا تن؟ بس زادِ رہ
پوچھا کہ جاں؟
کی عرض رمزِ لا الہ
بولا آدم؟ بھید ہے میں نے کہا
بولا عالم؟ سامنے ہے برملا

✪ آذری: بت تراشی ✪ برملا: سب کے سامنے

پوچھا یہ علم و ہنر؟ میں نے کہا سب پوست ہے
بولا پھر حجت ہے کیا؟ کی عرض روئے دوست ہے
پوچھا دین عامیاں؟
کی عرض میں نے بس شنید
بولا دین عارفاں؟
کی عرض دید!

عارف کے نو نکات

(۱)

ذات حق کے باب میں عالم نہیں کوئی حجاب
غوطہ زن کی راہ میں حائل کہاں ہے نقشِ آب؟

(۲)

دوسرے عالم میں پیدائش سے ہونا بہرہ یاب
ہے ہمارے واسطے عنوانِ تجدیدِ شباب

(۳)

موت سے آگے ہے حق۔ ہے موت خود اک زندگی
موت کے اِس راز سے واقف نہیں ہے آدمی
ویسے تو بے قدرتِ پرواز و بال و پر ہیں ہم
لیکن علمِ مرگ میں یزداں سے افزوں تر ہیں ہم

✪ پوست: چھلکا ✪ حجت: بحث ✪ بہرہ یاب ہونا: پانا

(۴)

وقت شیریں ہے مگر اک زہر ہے اس میں گھلا
ایک رحمت ہے کہ جس میں قہر بھی ہے اک چھپا
شہر ہو، صحرا ہو، کوئی بھی نہیں ہے جبر سے اُس کے بری
مہربانی اُس کی سمجھو جو گذر جائے گھڑی

(۵)

کافری اک موت، کافر مردہ ہے
جو ہے مردہ اُس سے غازی کیا لڑے
مردِ مومن تو ہے اپنے آپ سے مصروفِ جنگ
حملہ آور خود پہ ہے مثلِ پلنگ

(۶)

جو حرم میں سو گیا ایسے کسی دین دار سے
بہتر اک کافر جو ہو بیدار بت کے سامنے

(۷)

آنکھ وہ اندھی جو دیکھے ناصواب
دیکھتا ہے رات کو کب آفتاب!

(۸)

بیج تو مٹی ہی کی صحبت میں بنتا ہے شجر
آدمی کی تیرہ بختی ہے یہی صحبت مگر

✪ شیریں: میٹھا ✪ کافر: حقیقت چھپانے والا، انکار کرنے والا ✪ پلنگ: چیتا ✪ رحمت: مہربانی ✪ قہر: جبر
✪ حرم: کعبہ ✪ ناصواب: برائی، بدی ✪ تیرہ بختی: بدقسمتی

روشنیِ مہرِ روشن تک پہنچنے کے لیے
بیج زیرِ خاک ہوتا ہے، بہت زیروزبر!

(۹)

پھول سے پوچھا کہ مٹی اور ہوا سے کس طرح
رنگ و بو پاتا ہے تو؟
بولا جوں خاموش بجلی تجھ کو دیتی ہے پیام
جذب ہی سے میرے پیکر میں ہے جاں
جذب ہے تیرا عیاں، میرا نہاں!

جلوۂ سروش

ختم کی جوگی نے بات اور ہو گیا
مست اپنے آپ میں، دنیا سے دور
چھوڑ کر یکلخت دنیائے شہود
ہو گیا مستِ وجود
ہو حضوری گر تو ذرے مثلِ طور
اور نہ ہو تو نور کچھ، نے کچھ ظہور
اُس طلسم میں اندھیری رات کے
آسماں پر جب کوئی تارہ نہ تھا
اک نازنیں موے میاں، تابندہ رخ

✪ بجلی: یہاں وائرلیس، لاسلکی ✪ جذب: چیزوں یا غذا کو اپنے اندر کھینچ لینا، اُتار لینا ✪ شہود: مظاہر، چیزیں جو ظاہر ہوں ✪ وجود: حقیقت، ذاتِ حق ✪ موے میاں: بال کمر تک

مست بے پیمانہ اور نغمہ سرا،
اک ستارے کی طرح آئی نظر
اُس کے آگے ایک فانوسِ خیال،
آسماں کی طرح پُرفَن،
گھومتا تھا اور تصویریں کئی
گردش میں آتی تھیں نظر
شکرہ چڑیا پر تو چیتا تھا ہرن کی پیٹھ پر
میں نے رومی سے کہا ''ہیں آپ تو دانائے راز
مجھ سے کچھ کہیے کہ یہ کیا بھید ہے''
بولے: ''یہ پیکر چمکتا ہے جو چاندی کی طرح
فکر یزداں میں ہوا اس کا جنم
اس کو لے آیا یہاں ذوقِ نمود
ہے ہماری ہی طرح آوارہ اور غربت نصیب
تو غریب اور میں غریب اور وہ غریب
ہم مسافر ہیں، مسافر یہ بھی ہے
شان جبریلی ہے اس کی، نام ہے اس کا سروش
اس کے نظارے سے گم ہوتے ہیں ہوش لیکن یہی
بخشتی ہے، ہم کو عقل و ہوش بھی
غنچۂ دل کے لیے شبنم ہے یہ

✪ فانوسِ خیال: ایک قسم کی لالٹین جس کے بیچ میں موم بتی یا چراغ جلاتے ہیں اور چپکائی ہوئی تصویریں ایک دائرے میں گھومتی ہیں ✪ ذوق نمود: اپنے کو ظاہر کرنے کا شوق ✪ سروش: زرتشتی مذہب میں یزداں (خدا) کا پیغام لانے والا فرشتہ مثل جبریل کے

تازہ کرتی ہے یہ بجھتی آگ کو
سازِ شاعر کے لیے مضراب ہے
پردۂ محمل ہے اس کے دم سے چاک
ایک دنیا اس کے نغمے میں مجھے آئی نظر
کسب کچھ اس کی نوا سے تو بھی کر

آوازِ سروش

ڈر ہے کہ کھیے رہا ہے تو کشتی سراب میں
جینا حجاب میں ترا مرنا حجاب میں
رازی کی قیل وقال سے چھوٹا تو تب مجھے
تقدیر قوموں کی نظر آئی کتاب میں
جو برق اپنے آپ میں پیچاں ہو
دشت وکوہ وبیاباں کو چھوڑ کر،
رہ جائیگی وہ آپ ہی گھٹ کر سحاب میں
مغرب میں میں نے ڈھونڈا ہے پایا نہیں وہ مرد
جس کے مقام آ نہیں سکتے حساب میں
اے بوئے گل! جو چاہیے قربت تو گھیر لے
گلزار سارا، ٹھہر نہ جا بس گلاب میں
زاہد خودی تو فانی ہے لیکن بتا کبھی

✪ کتاب: قرآں ✪ فارسی کے ایک مشہور شعر کا مصرعہ ✪ سراب: صحرا میں کبھی چمکتی ریت پر پانی کا شبہ ہوتا ہے اسے سراب کہتے ہیں ✪ حجاب: پردہ ✪ رازی: امام فخر الدین رازیؒ نے منطق اور فلسفے میں کمال حاصل کیا۔ قرآن کی تفسیر لکھی ✪ پیچاں: پیچ کھائی ہوئی ✪ سحاب: حباب، بلبلا

دیکھا تری نظر نے بھی طوفاں حباب میں؟
یہ صوتِ دلکشا نہیں مغرب کے ساز کی
جنت سے دور حور ہے گریاں رباب میں

وادیِ یرغمید کی طرف روانگی

جسے فرشتے وادیِ طواسین کہتے ہیں

رہبرِ راہِ محبت، حضرتِ رومی، کہ جن کا شعر
پیاسوں کے لیے اک سلسبیل،
بولے "روحِ شعر میں جو آگ ہے
اصل اُس کی گرمیِ اللہ ھو
وہ نوا گلشن بنا دیتی ہے جو خاشاک کو
کرتی ہے زیر و زبر افلاک کو
حق پہ دیتی ہے گواہی
اور فقیروں کو عطا کرتی ہے شاہی
یہ نوا
خون کی کرتی ہے گردش تیز تر اور قلب کو
جبریل سے بیدار تر
کتنے شاعر ہیں کہ ہے جن کا ہنر
رہزنِ قلب و نظر

✪ یرغمید: فرضی نام ✪ طواسین: طاسین کی جمع۔ تفصیلی نوٹ کتاب کے آخر میں
✪ سلسبیل: جنت میں ایک چشمہ ✪ اللہ ھو: ✪ رہزن: لٹیرا

ہند کے شاعر، خدا بخشے انہیں،
لذت گفتار سے محروم ہیں
عشق ان کے واسطے اک بات راگ و رنگ کی
حق پرستوں کو سکھائی ہے انہوں نے بت گری
ان کا شیوہ ہے براہیمی کے بدلے آزری
بے تپش، بے سوز و درد ان کا کلام
مُردہ اہلِ درد کہتے ہیں انہیں
نیند کی بے ربط باتیں بھی ہیں بہتر
اُس نوائے خوش سے جو
رکھتی نہیں مقصد کوئی

ہے بے مقام
جستجو شاعر کی فطرت، آرزو اس کا شعار
ملت اک مٹی کا تودہ
اس کے سینے میں ہے شاعر مثل دل
سوز و مستی سے ہے عالم کی نمود
شعر ماتم، سوز و مستی کے بغیر
شعر کا مقصد ہے گر آدم گری
وارثِ پیغمبری ہے شاعری"
کہیے کچھ پیغمبری کیا راز ہے۔ میں نے کہا

✪ براہیمی: حضرت ابراہیم کی صفت کہ جنہوں نے بت پرستی کو ختم کیا ✪ آزری: آزر حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تھا جن کا پیشہ بت تراشنا اور بیچنا تھا ✪ شعار: دستور، عادت ✪ دہر: دنیا

بولے ''قوم اور ملتیں اور یہ زمانے دہر کے،
تاریخ کے
پیغمبری کی دین اور اُس کے نشاں
کی عطا پیغمبری نے پتھروں کو تک زباں
اُس کی ہی کھیتی کے حاصل ہم بھی ہیں
پاک کرتی ہے رگ و ریشے کو یہ انسان کے
اور تخیل کو عطا کرتی ہے بالِ جبرئیل
ہے اُسی کی دین غوغائے حیات
اُس کے تحفے نجم و نور و نازعات
آفتاب اُس کا سراسر لازوال
اُس کا منکر پا نہیں سکتا کمال
اُس کے آزادوں کی صحبت رحمتِ پروردگار
ضرب اُس کی ضربتِ پروردگار
عقل میں کامل بھی ہو تُو، تو کبھی
بن نہ ہرگز منکرِ پیغمبری
کیوں کہ وہ رکھتی ہے یکساں
جسم و جاں
تیز تر چل اب تو سوئے ریگمید
تا کہ تو دیکھے وہاں

✪ نجم و نازعات: قرآن پاک کی سورتیں ✪ چاند کا پتھر: سنگ قمر، ایک سفید پتھر ✪ بالِ جبریل: جبریل (فرشتے) کے پر ✪ ضرب، ضربت: مار، قہر

چار طاسین نبوت

چاند کے پتھر کی اک دیوار پر''

شوق تو خود جانتا ہے اپنی رہ

دو قدم کا فاصلہ بھی، دور لگتا ہے اُسے

بے تاب ہے کچھ اِس قدر

یہ مسافر راہ میں رکتا نہیں

اپنی منزل کی طرف میں چل پڑا دیوانہ وار

پرغمید آیا نظر اور اس کی سب اونچائیاں

کیا کروں میں اُس کی شوکت کا بیاں

سات تارے گھومتے تھے اس کے گرد

عرش والوں کی ہے روشن اُس سے آنکھ

فرش والے اُس سے ہیں روشن ضمیر

آنکھ دی اور طاقتِ گفتار دی حق نے مجھے

دی جستجو اسرار کی

کھولتا ہوں تجھ پہ میں اسرارِ کل

مجھ سے سن رازِ طواسینِ رُسل

طاسین گوتم

(رقاصۂ حسن فروش کی توبہ)

سامنے صاحب نظر کے کچھ نہیں حورِ جناں

کچھ نہیں جامِ شرابِ کہنہ، معشوقِ حواں!

کوئی شئے بھی یاں ہمیشہ کے لیے رہتی نہیں
دشت و دریا ہوں کہ صحرا ہو کہ بحرِ بے کراں!
دانشِ مغرب کہ فکر و فلسفہ مشرق کا ہو
سارا بتخانہ سراسر، سارا بس طوفِ بتاں!
آپ اپنے کو سمجھ، بے خوف دنیا سے گزر،
تیری ہستی ہی ہے سب کچھ، کچھ نہیں یہ دو جہاں!
راہ میں نے جو بنائی ہے مژہ کی نوک سے
قافلہ اُس میں ہے نے منزل ہے نے ریگِ رواں

غیب کوئی شئے نہیں بس وہم ہے اس سے گزر
رہ کے دنیا میں رہیں آزاد یہ کچھ چیز ہے!
تجھ کو جو جنت خدا بخشے وہ جنت ہیچ ہے،
ہاں عمل کا اجر ہو جنت تو یہ کچھ چیز ہے!
تجھ کو راحت چاہیئے؟ آرام و راحت ہیچ ہیں
رنج اگر اوروں کے دکھ پر ہو تو یہ کچھ چیز ہے!
یہ خمار آلودہ آنکھیں، یہ نگاہیں، یہ سرور
خوب ہیں پر ان سے بھی بہتر یہاں کچھ چیز ہے!
حسنِ صورت خوب ہے پر آج ہے اور کل نہیں
حسنِ سیرت، خوبیٔ کردار، یہ کچھ چیز ہے!

✪ بے کراں: بے کنارہ ✪ طوفِ بتاں: بے حقیقت چیزوں کی پرستش ✪ مژہ: پلک

رقاصہ

فرصتِ کشمکش نہ دے اب دلِ بے قرار کو
ایک دو پیچ اور دے گیسوئے تابدار کو
برقِ تجلی ضوفگن تجھ سے ہے میرے سینے میں
چھوڑا ہے مہر و مہ پہ اب تلخیٔ انتظار کو!
دید کی آرزو نے رہ خواہش بت گری کو دی
عشق نے یوں دیا فریب جانِ اُمیدوار کو!
تا کہ فراغ دل سے میں نغمۂ تازہ چھیڑ دوں
پھر کوئی مرغزادے طائرِ مرغزار کو!
طبع مجھے بلند دی، پاؤں سے بند کھول دے
ٹاٹ کے بدلے لوں نہ میں خلعتِ شہریار کو
تیشہ زنیٔ کوہکن کون سی ایسی بات ہے
عشق وہ ہے کہ لے اٹھا دوش پہ کوہسار کو

طاسینِ زرتشت

(اہرمن زرتشت کی آزمائش کرتا ہے)

اہرمن:۔

میری مخلوقات نالاں تجھ سے ہے

✪ تجلی: روشنی، جلوہ، خدا کا نور ✪ ضوفگن: روشنی کرتی ہوئی ✪ مرغ زار: سبزہ زار ✪ خلعتِ شہریار: بادشاہی لباس ✪ تیشہ: پتھر توڑنے کا ہتھیار ✪ کوہکن: پہاڑ توڑنے والا، فرہاد جو سنگتراش تھا ✪ فروردی: شروع بہار کا مہینہ ✪ دے: سردی، خزاں کا مہینہ

تجھ سے فرو ردی ہوئی مانندِ دے
خوار مجھ کو تو نے دنیا میں کیا
میرے خوں سے نقش ہے رنگیں ترا
حق ہے زندہ تیرے جلوے کے سبب
موت میری تیرے ہاتھ
حق کے وعدے پر بھروسا ابلہی
اُس کی مرضی پر ہے چلنا گمرہی
زہر اُس کے بادۂ گلفام میں
ارّہ و کرم وصلیب اُس نے دیے انعام میں
جز دعا کچھ بھی نہیں تھی نوح کی پیغمبری
بے اثر تھی بات اُس بیچارے کی
چھوڑ یہ سب
غار میں خلوت گزیں ہو،
نوریوں کے ساتھ رہ
اک نظر سے کیمیا کر خاک کو
اور دعا سے پھونک دے افلاک کو
آتش نظارہ میں جل
کوہ میں مثل کلیم آوارہ ہو
لیکن اِس پیغمبری ملاّ گری کو ترک کر!

✪ خوار: تباہ ✪ ابلہی: بے وقوفی ✪ بادۂ گلفام: سرخ شراب ✪ ارّہ و کرم وصلیب: حضرات یحییٰؑ، ایوبؑ اور عیسیٰؑ کی مصیبتوں کی حکایات ✪ نوری: فرشتے ✪ ناکس: نااہل

ناکسوں کے ساتھ رہ کر آدمی
ہو جو شعلہ بھی تو بن جاتا ہے خس
ہے ولایت سے نبوت کم سواد
ہے ولایت عشق تو ہے دردِ سرِ پیغمبری
چھوڑ دے سب راہبی کر اختیار

زرتشت

نور ہے دریا، کنارہ تیرگی
سیل کوئی اُس کے سینے میں نہیں
میرے اندر تو ہیں موجیں بے قرار
توڑنا ساحل کو موجوں کا ہے کام
نقشِ بے رنگی کہ مخفی اُس کی دید
اہرمن کے خوں سے ہے اُس کی کشید
ذات کا اظہار کرنا زندگی
اپنی طاقت آزمانا زندگی
مشکلوں سے پختہ ہوتی ہے خودی
اور خدا تک جا پہنچتی ہے خودی
مردِ حق ہٹتا نہیں حق سے کبھی،
لب پہ ہر حالت میں اُس کے لا الہ

✪ ولایت: ولی ہونا یا دوست ہونا ✪ کم سواد: کم معیار کا ✪ اہرمن شر یا بدی ہے، اُسی کے خون کی کشید سے یزداں (خدا) کی تصویر یا نقش بنتا ہے

آبروئے عشق خوں میں ڈوبنا
جان دنیا دار پر
ہے خدا کی راہ میں منظور اُس کو
ہر بلا
دوست کی نامہربانی بھی قبول
حق کا جلوہ صرف اپنے واسطے
مانگا نہ میری آنکھ نے
حسن کا دیدار ہو بے انجمن تو ہے خطا
کیا ہے خلوت درد و سوز و آرزو
انجمن دیدار، خلوت جستجو
عشق خلوت میں ہے موسیٰ
اور جلوت میں ہے شاہ
سوز ہے خلوت اگر جلوت ہے ساز
خلوت اور جلوت مقاماتِ نیاز
ایک چھٹکارا کنشت و دیر سے
دوسرا؟ تنہا نہ جانا خلد کو
خلوت و جلوت! ہے دونوں میں خدا
ابتدا ہے ایک اور اک انتہا

✪ خلوت: تنہائی جس میں غور و فکر اور جستجو ہو سکتی ہے ✪ جلوت: انجمن جس میں پیغام پھیلایا جا سکتا ہے
✪ سوز: جذبے کی آگ ✪ ساز: بناؤ ✪ نیاز: انکسار، آرزو، محبت ✪ کنشت، دیر: بتخانہ

ایک دردسر ہے یہ پیغمبری
عشق ہو کامل تو ہے آدم گری
راہ حق میں ساتھ ہو اک کارواں
اور رہنا ہو جہاں میں مثلِ جاں

طاسین مسیح

(حکیم طالسطائی کا خواب)

ایک وادی درمیانِ کوہسار
بے پرندو بے شجر، بے برگ و بار
گرداس کے اک دھواں
چاند سورج اس میں عاری نور سے
اوراس وادی کے بیچ،
مثل جوئے کہکشاں،
ایک بل کھاتی ہوئی پارے کی ندی
تھی رواں
پیچ کھاتی، موج موج اور تند و تیز
ہیچ اس کے سامنے پست و بلند
غرق اس میں مرد تھا اک تا کمر

✪ آدم گری: اعلیٰ آدمی پیدا کرنا ✪ بے برگ و بار: جہاں نہ پتے نہ پھل، ویران ✪ جو: ندی

نالہ کرتا تھا بہت۔ پر بے اثر!
اس کی قسمت میں نہ پانی تھا نہ بادل نے ہوا
درمیاں پارے کے تھا پیاسا کھڑا
تھی کنارے پر کھڑی اک نازنیں، کافر ادا
اس کی نظریں رہزنِ صد کارواں
اک اشارہ جس کی آنکھوں کا کرے
نیک کو بد، بد کو نیک
کافری سکھلائے اہلِ دیر کو
میں نے پوچھا ''کون ہے تو؟
کون ہے یہ شخص مصروفِ فغاں؟''
بولی افرنگیں ہے میرا نام،
میرا کام ہے جادوگری
میری آنکھوں میں ہے سحرِ سامری
میں نے دیکھا یک بہ یک ندی کا پارہ جم گیا
ہڈیاں اُس شخص کی تن میں چٹخنے لگ گئیں
چیخ کر اُس نے کہا اے وائے قسمت پر مری
اے وائے میری بے اثر فریاد پر!
بولی افرنگیں ''نظر رکھتا ہو گر
اپنے بھی اعمال پر کر اک نظر

✪ نالہ کرنا: رونا ✪ نازنیں: نازک بدن، حسینہ ✪ کافر ادا: ناز نخرہ کرنے والی، دلکش ادائیں رکھنے والی ✪ اہلِ دیر: بت پرست ✪ کافری: بے وفائی ✪ سحر: جادو

یاد ہے مریم کا بیٹا، وہ چراغِ کائنات
روشنی سے جس کی روشن شش جہات؟
اور وہ روما کا گورنر، وہ صلیب
اور وہ چہرہ زرد اُس کا یاد کیا تجھ کو نہیں
کیا کیا تھا اُس نے؟ تو نے کیا کیا؟
جاں پہ تیری لذت ایماں حرام
تو پرستارِ بتانِ سیمِ خام
تجھ کو کب معلوم روح القدس کی
قیمت ہے کیا؟
تو نے تن کے واسطے بیچی ہے جاں''
اُس حسینہ کا یہ طعنہ نوجواں کے
دل میں نشتر سا چبھا
بولا ''اے ملت فروش
تیرے جھانسے میں ہیں شیخ و برہمن
تو ہے اک گندم نما اور جو فروش،
عقل و دیں تجھ سے خراب
عشق بھی تجھ سے ہے خوار
مہربانی تیری آزارِ نہاں
تیرا کینہ مرگ، مرگِ ناگہاں

✪ مریم کا بیٹا: حضرت عیسیٰ ✪ شش جہات: چھ سمتیں یعنی ساری دنیا ✪ روما کا گورنر: پائلیٹ
✪ سیم: چاندی ✪ روح القدوس: وہ روح جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی

تو نے بندوں کو کیا حق سے جدا
تیری دنیا آب و گل
راز جس حکمت سے اشیا کا کھلا
وہ بھی تیرے ہاتھ میں
اک جبر و چنگیزی بنی
مجھ سے ترا جرم ہے سنگین تر
ایک وہ تھا جس کے دم سے
جی اٹھے تھے مردہ تن
ایک تو ہے جس سے مردہ ہیں بدن
ہم نے دنیا میں کیا جو اُس کے ساتھ
اُس کی امت نے وہی
عالمِ لاہوت میں اُس سے کیا
موت تیری اہل دنیا کے لیے
ہے زندگی
دیکھ لے گی اپنا تو انجام بھی''

طاسین محمدؐ

(کعبے میں ابو جہل کی روح کا نوحہ)

ہے محمدؐ سے مرا دل داغ داغ
کعبے کا گل کر دیا اُس نے چراغ

✪ حکمت: مغرب کی سائنس ✪ ایک وہ تھا: یعنی حضرت عیسیٰؑ ✪ عالمِ لاہوت: دوسری دنیا

قیصر و کسریٰ کا نغمہ کر کے سرد
نوجوانوں کو لیا ہے ہم سے چھین
اُس کی باتوں میں ہے اک جادوگری
لا الٰہ خود ایک حرفِ کافری
وہ خدا جو تھے ہمارے اُن کے ساتھ
جانتے ہیں سب کہ کیا اُس نے کیا
دینِ آبا کی الٹ ڈالی بساط
توڑ ڈالے ضرب سے لات و منات
اُس سے کچھ لے انتقام اے کائنات
اُس نے غائب کو چنا حاضر کو چھوڑ
نقشِ حاضر کا فسوں اُس نے دیا اک دم میں توڑ
جس کی کوئی سمت نے کوئی نشاں
ایسا خدا،
کیا بھلا اُس کی عبادت میں مزہ
اُس کا مذہب منکرِ ملک و نسب
نے قریش اہل فضیلت نے عرب
سب برابر اُس کے آگے اونچ نیچ
ساتھ بیٹھے اُس کے دستر خوان پر اُس کا غلام

✪ آبا : باپ دادا ✪ بساط الٹ دینا : کایا پلٹ دینا، ختم کر دینا ✪ ضرب : مار ✪ لات و منات : اسلام سے پہلے کعبے کے بت ✪ منکر : نہ ماننے والا

نسل کی کچھ قدر اُس کے ہاں نہیں
اُس نے گندہ حبشیوں کو بھی کیا
ہم نشیں احرارِ عربستان کا
امتیازِ رنگ ختم اُس نے کیا
خاندانی برتری برباد کی
جانتا ہوں میں کہ تھا
سلمانِ فارس دیں فروش
اُس نے وہ دھوکہ محمدؐ کو دیا
جس سے عربوں پر ہوئی نازل بلا
ہاشمی عزت ہوئی اس سے تباہ
ہو گئی بے نور دم میں
ہاشمیوں کی نگاہ

٭

اعجمی کی اصل عدنانی کہاں
کیا کبھی ممکن بھی ہے
سحبان کی گفتار گونگے کو ملے
آنکھ خاصان عرب کی
آج اندھی ہو گئی

✪ احرار : آزاد لوگ، شرفا ✪ سلمانِ فارس : ایک صحابی ✪ اعجمی : اہلِ ایران، عجمی گونگے کو کہتے ہیں
✪ عدنانی: عربی، عدنان قریش کا جدِ اعلیٰ ✪ سحبان: عرب کے ایک ماہرِ زبان کا نام

قبر سے اٹھ اے زُہَیر
اے کہ صحرا کے لیے تو اک دلیل
توڑ کر رکھ دے فسونِ جبرئیل
تو بتا اے سنگِ اسود تو بتا
قوم کو جو کچھ محمدؐ سے ملا
اے ہبل، اے ڈھانکنے والے ہمارے جسم کو
چھین لے لا مذہبوں سے
اپنا گھر
ان کی بھیڑیں بھیڑیوں کی نذر کر
تلخ کر دے شاخ پر ان کے کھجور
اور چلا صحرا میں اک ایسی ہوا
کھوکھلے پیڑوں کی صورت گر پڑیں
ان کے شجر
اے منات، اے لات اس گھر سے نہ جاؤ
اور اگر جاؤ بھی تو دل سے نہ جاؤ
تم نہ جانا عہد و پیماں توڑ کر
اور جانا ہو تو کچھ مہلت ہی دو
ہے تمہارا تو ان آنکھوں میں وثاق
کچھ تو مہلت دو اگر طے ہے فراق

✪ زُہیر: عرب کا ایک شاعر ✪ دلیل: رہنما ✪ سنگِ اسود: دیکھیے حوالے ✪ آنکھوں میں وثاق: آنکھوں میں گھر ✪ وثاق: لفظی معنی قید

فلکِ عطارد

فلک عطارد

جمال الدین افغانی اور سعید حلیم پاشا
کی روحوں سے ملاقات

گو ہے مشتِ خاک یوں تو آدمی
اپنے جوہر سے ہے اُس کو آگہی
ہوں گرفتارِ جہانِ ہست و بود
یا کہ میرے دام میں ہے خود وجود؟
چادرِ نیلی فلک کی چاک کیا میں نے ہی کی؟
آسماں سے میں ہوں یا مجھ سے فلک؟
آسماں ہے فکر میں میری اسیر
یا فلک کے بس میں ہے میرا ضمیر؟
یہ نظارہ میرے اندر ہے کہ باہر، کیا ہے یہ؟
دیکھتا ہوں میں جو آخر کیا ہے یہ؟
آسماں یاں کا نیا، دنیا نئی
ایک دنیا جس میں کوہ و دشت ہیں
اور بحر و بر
ایک دنیا جو ہماری خاک سے
دیرینہ تر
ایک دنیا ابر سے جس کا ظہور

✪ جہانِ ہست و بود : دنیا ✪ ضمیر : فکر، خیال

آدمی کی دست اندازی سے دور
نقش کوئی، لوح پر اس کی نہ تھا
میں نے رومی سے کہا بھاتا ہے یہ
صحرا مجھے
جاں فزا ہے دامنِ کہسار میں یہ شورشِ دریا مجھے
یاں تو کچھ پیدا نہیں ہے
زندگانی کا نشاں
پھر یہ کیسے سن رہا ہوں میں
یہ آوازِ اذاں؟
''یہ مقام اولیا ہے'' مجھ سے رومی نے کہا
''خاک اِس جا کی ہماری خاک سے ہے آشنا
جب کیا آدم نے جنت سے سفر
اس جہاں میں بھی کیا دو دن قیام
اُس کی آہِ صبح گاہی سے ہے واقف
یہ مقام
اس مبارک سرزمیں کے رہنے والے
پاک ہیں،
اور ہیں رتبے میں بلند

✪ دست اندازی: دخل ✪ لوح: تختی

پاکِ روحیں اور عارف ہیں یہاں
جیسے فُضیل اور بوسعید
اور جوں جنید و بایزید
اٹھ کہ حاصل ہم کو ہو جائے نماز
ایک دو دم کو میسر ہو گداز''۔
مجھ کو آئے واں نظر
دو مردِ مصروفِ نماز
ایک افغانی امام اور دوسرا اک مقتدی
حضرتِ رومی کہ حاصل
قرب اُن کو ہر زماں
اک سرور و شوق چہرے پر ہوا
اُن کے عیاں
بولے ''اِن دونوں سے بڑھ کر نکتہ سنج
عقدہ کشا
کوئی مشرق نے نہیں پیدا کیا
ایک جس کی گفتگو
پتھر کو بھی زندہ کرے
سید السادات مولانا جمال
دوسرا اک حاملِ فکرِ بلند
ترکی نژاد

✪ فُضیل، بوسعید، جنید، بایزید، مولانا جمال: دیکھئے حوالے ✪ مقتدی: جو امام کے پیچھے نماز پڑھے
✪ زماں: وقت ✪ سرور: خوشی ✪ نکتہ سنج: نکتہ یا نزاکت سمجھنے والا ✪ عقدہ کشا: گتھی سلجھانے والا

وہ حلیمِ دردمند
اک دو رکعت ایسے انسانوں کے ساتھ
ہے حقیقت میں عبادت
ورنہ بس جنت کی خواہش ہے نماز''۔
اس عظیم انساں کی قرأت اور وہ
سورۂ والنجم، وہ دشتِ خموش
ایسی قرءات جس سے آئے وجد میں
روحِ ابراہیمؑ، روحِ جبرئیلؑ!
ایسی قرأت دل تڑپ جس سے اُٹھے
جس سے قبروں میں بھی اک ہلچل مچے
مثلِ شعلہ جس سے، بن جائے دھواں
جس کو سن کر محو ہوں داؤدؑ بھی
آشکارا جس سے ہو جائے غیاب
جس سے کھل جائیں حجاباتِ کتاب
میں اٹھا جب ختم کی میں نے نماز
ہاتھ چوما اُن کا از راہِ نیاز
تب مرے بارے میں رومی نے کہا:
''ایک ذرّہ ہے مگر ہے آسماں پیما یہ شخص
اس کے دل میں درد ہے

✪ حلیم: سعید حلیم پاشا ✪ والنجم: قرآن کا ایک سورہ ✪ داؤدؑ: دیکھیے حوالے ✪ غیاب: غیب کی جمع ✪ حجابات: راز، چھپی ہوئی باتیں ✪ آسماں پیما: آسمان ناپنے والا

ہے خود اپنے پر ہی بس اس کی نظر
پر اس کا دل آزاد ہے
میں نے شوخی سے رکھا ہے
نام اُس کا ''زندہ رود''

افغانی

حال دھرتی کا ہماری کچھ بتا اے زندہ رود
اُس زمین و آسماں کی کچھ سنا
خاک تو ہے تو مگر
ہے فرشتوں کی طرح روشن بصر
دے مسلمانوں کی کچھ ہم کو خبر

زندہ رود

میں نے اس ملت میں دیکھا ہے کہ اک
ٹکراؤ ہے
دین اور وطن کے درمیاں
روح افسردہ، یقیں کمزور ہے
دین کی قوت سے ناامید ہیں
ترک، ایرانی، عرب سب مست اور
حلقہ بہ گوش افرنگ کے
اہل مشرق کی تباہی ہے فرنگی سامراج

✪ شوخی: مذاق ✪ افسردہ: بجھی ہوئی ✪ حلقہ بہ گوش: پیرو، غلام

دیں کو مدّھم کر گیا ہے اشتراکیت کا راج!

افغانی: دین و وطن

حاکمِ مغرب سراپا مکر و فن
اہلِ دیں کو دی ہے تعلیمِ وطن
فکر میں مرکز کی وہ، اور تو گرفتارِ نفاق
وقت ہے اب چھوڑ یہ شام و فلسطین و عراق
جانتا ہے تو اگر اچھا برا
اینٹ پتھر سے نہ ہرگز دل لگا
دین کیا ہے؟ اوپر اٹھنا خاک سے
تا کہ جانِ پاک ہو آگاہ اپنے آپ سے
وہ کہ جس کے لب پہ ہے اللہ ھو
تنگ اُس کے واسطے ہیں چار سو
خاک سے ہے گھاس کا تنکا مگر
وہ بھی اٹھتا ہے زمیں سے، ترک کر دیتا ہے خاک
حیف اگر مٹی ہی میں رہ جائے تیری جانِ پاک
ویسے گو مٹی ہی ہے انساں کی اصل
پانی اور مٹی ہی سے پاتا ہے وہ
رنگ اور نمی

✪ نفاق: نااتفاقی، دشمنی، دوغلاپن ✪ سو: سمت ✪ چار سو: چار سمتیں یعنی دنیا

حیف ہے لیکن
اگر مٹی ہی میں رہ جائے وہ
غلطاں ہمیشہ کے لیے
اوپر نہ اُٹھے خاک سے
تن کی کہتے ہو اگر، ہو جائے وہ مٹی کی نذر
جان کی ہو بات تو پھر وسعتوں پر ہو نظر
جان وہ شئے ہے حدوں میں جو سما سکتی نہیں
مردِ حُر آزاد ہے ہر قید سے، ہر بند سے
بندۂ آزاد تیرہ خاک میں ٹکتا نہیں
باز چوہوں کی طرح رہتا نہیں
خاک کا ٹکڑا کہ جس کا نام رکھا ہے وطن
یہ جو کہتے ہیں کہ یہ ایران ہے، یہ مصر ہے اور یہ یمن
یہ جو اک نسبت وطن سے سب وطن والوں کو ہے
یہ تصور ملتیں تعمیر پاتی ہیں
وطن کی خاک سے، غور سے اس کو ذرا دیکھو اگر
نکتہ پوشیدہ ہے یاں اک بال سے باریک تر
گرچہ مشرق سے ہے سورج کا ظہور
مشرق و مغرب سے وہ آزاد ہے
سارے عالم کے لیے ہے اُس کا نور

✪ غلطاں: لڑھکتا، رلوتا ہوا ✪ نذر: تحفہ ✪ حُر: آزاد

اشتراکیت اور شاہی

خالقِ سرمایہ، جس کی اصل ہے
نسلِ خلیل
یعنی وہ پیغمبرِ بے جبرئیل،
جس کے باطل میں بھی حق کا ہے سراغ
جس کا دل مومن ہے اور کافر دماغ
اہلِ مغرب نے فرامُش کردیا
افلاک کو،
اور شکم پر کردیا موقوف
جانِ پاک کو
جاں میں ہے جو رنگ و بو
تن سے نہیں وہ مستعار
اشتراکیت، کا لیکن
صرف تن پر ہے مدار
ہے مساواتِ شکم اس کی اساس
بیج بھائی چارگی کا آب اور گِل میں نہیں
دل میں ہے تخمِ الفت
بادشاہی، ہے بدن کی فربہی

✪ خالق: تخلیق یعنی تصنیف کرنے والا ✪ سرمایہ: Capital مارکس کی تصنیف ✪ نسلِ خلیل: یہود ✪ باطل: جھوٹ ✪ حق: سچائی ✪ موقوف: منحصر، ختم ✪ مستعار: مانگی ہوئی

اس کے سینے میں نہیں ہے دل کوئی
زندہ رہنا چاہتے مثلِ مگس
شہد لے کر چھوڑ دیتی ہے جو شاخ و برگ و گل،
پھول پتے، شاخ، بلبل کی صدا
سب ایک ہیں اُس کے لیے
مثل اُس کے اِس طلسمِ رنگ و بو کو ترک کر
دیکھ معنی اور صورت سے گزر
ویسے باطن دیکھنا مشکل سہی
پر کم سے کم
وہ جو گِل ہے اُس کو گُل تو مت سمجھ
اشتراکیت کہ شاہی دونوں بے صبر و شکیب
دونوں ''یزداں ناشناس، آدم فریب''!
زندگی ہے اشتراکیت، ملوکیت کے پاس
یا بغاوت یا خراج
ایک علم و دین کو اور فن کو دیتی ہے شکست
چھینتی ہے دوسری جاں تن سے، روٹی ہاتھ سے،
دونوں آب و گِل میں غرق،
دونوں روشن جسم اور تاریک دل۔
زندگی تپ کر سنورنے کا ہے نام
خاکِ تن میں تخمِ دل بونے کا نام

☆ مگس: شہد کی مکھی ☆ برگ: پتے ☆ گِل: مٹی ☆ گُل: پھول

سعید حلیم پاشا: مشرق و مغرب

عقل مغرب کے لیے سازِ حیات
عشق مشرق میں ہے رازِ کائنات،
عقل کو حق آشنا کرتا ہے عشق،
عشق کی بنیاد محکم عقل سے،
عشق سے آمیز جب ہوتی ہے عقل
اک نئے عالم کا ہوتا ہے ظہور۔
اُٹھ! نئے عالم کا پھر سامان کر
عشق کو پھر عقل سے آمیز کر
شعلۂ مغرب تو اب افسردہ ہے
آنکھ روشن اُس کی، پر دل مردہ ہے
اپنی ہی شمشیر سے زخمی ہے وہ
بسمل اپنا ہی ہے اور نخچیر وہ
تاک میں اُس کی تو اب مستی نہ ڈھونڈ
اُس کی قسمت میں نہیں ہے عصرِ نو
بخشتی ہے سوزِ جاں کو تیری آگ
ہاتھ میں تیرے ہے عصرِ نو کی باگ!
قائدِ ترکی نے ڈالی طرحِ نو

✪ ساز: یہاں سامان، ✪ حق آشنا: خدا سے واقف ✪ محکم: مضبوط ✪ آمیز: ایک دوسرے سے ملا ہوا
✪ تاک: انگور ✪ طرحِ نو: نئی وضع، نئی بنیاد یا عمارت

تب یہ کہا

اب ضرورت ہے کہ ہم زائل کریں

ہر اک پرانے نقش کو

بخشے گر افرنگ اُسے لات ومنات

کعبہ پا سکتا نہیں تازہ حیات

سازِ ترکی نے کوئی نغمہ نیا پایا نہیں

جو جدید اُس کے لیے تھا وہ تھا یورپ کا قدیم

حوصلہ ان میں نہ تھا اتنا کہ تُرک

سوچ سکتے اک نئے عالم کی بات

اس لیے بس عالمِ موجود کو

اپنا لیا

تقلید سے تازہ نہیں ہوتی حیات

ہر زماں جدت ہے رسمِ کائنات

زندہ دل خالق ہیں عصر اور دہر کے

جان اُن کی بے مزہ تقلید سے

تجھ میں ہے گر اک مسلماں کا جگر

کر تو قرآں پر نظر

اپنے اندر جھانک دیکھ اپنا ضمیر

سوز مانے، سو جہاں آباد ہیں

✪ زائل: ختم ✪ تقلید: نقل کرنا ✪ زماں: وقت ✪ عصر اور دہر: زمانہ اور دنیا

قرآن میں

اک جہاں ہے عصرِ حاضر کو نصیب
مردِ مومن ہے مگر آیاتِ قرآں کا امیں
ہر جہاں اُس کو ہے حاصل اِس طرح
جسم پر جیسے قبا
اک جہاں جس دم پرانا ہو گیا
اُس کو قرآں بخشتا ہے دوسرا

زندہ رود

ناؤ اپنی ہے رواں بے ناخدا
عالمِ قرآں ہے کیا کس کو پتا؟

افغانی

ہے وہ اک عالم جو اپنے دل میں ہے
گم اب تلک
ہے منتظر اظہار کا،
رنگ و خوں کا کچھ نہیں اُس میں مقام
ہے فرنگی صبح سے روشن زیادہ اُس کی شام
عالمِ قرآن میں سلطان ہے کوئی
نہ ہے کوئی غلام
بے کراں ہے قلبِ مومن کی طرح

✪ امین: امانت رکھنے والا ✪ قبا: لباس ✪ ناخدا: ملاح

عالم اک ایسا کہ جس کے فیض نے
کی منقلب جانِ عمرؓ
ایک عالم لازوال،
ہر گھڑی تازہ ہیں جس کی واردات
تازہ ہر دم اُس کی تعلیمات،
اُس کے برگ وبار
اُس کا باطن بے تغیر، اُس کا ظاہر انقلاب
تیرے ہی اندر ہے وہ عالم چھپا
محکمات اُس کے ہیں کیا
میں تجھ کو دیتا ہوں بتا

محکمات عالم قرآنی

ا۔ خلافتِ آدم

عشق کے آثار ہر جا، دونوں عالم میں عیاں
آدمی بھی عشق کا اک راز، اک سرِ نہاں
رازِ عشق آزاد رنگ و نسل، سام و حام سے
آزاد روم و شام سے

✪ منقلب کرنا: پلٹ دینا، بدل دینا ✪ واقعات: تجربات ✪ برگ و بار: پتے اور پھل یعنی نتائج
✪ محکمات: اُصول ✪ سر: راز ✪ سام و حام: دو نسلوں کے نام

اک ستارہ جو نہیں ہوتا غروب

بے نیازِ شرق و غرب اور بے شمال و بے جنوب

اُس کی قسمت میں خلافت

دہر میں اللہ کی

اُس کی ہی تفسیر ساری کائنات

موت، قبر اور حشر اُس کی منزلیں

دوزخ اور جنت نتیجہ

اُس کے ہی اعمال کا،

وہ امام اور وہ نماز اور وہ حرم،

وہ سیاہی، وہ کتاب اور وہ قلم

رفتہ رفتہ غیب۔ اُس کے واسطے ہوگا حضور

ملک اُس کا بے کراں اور بے حدود

اعتبارِ کائنات و ممکنات اُس کا وجود

بحر اُس کا بے کنار

غرق اُس میں ساری دنیا

سارے دور

✪ تفسیر: شرح، تفصیل ✪ حرم: کعبہ ✪ حضور جو سامنے اور ظاہر ہے ✪ اعتبار: قدر و قیمت

✪ ممکنات: مخلوقات

عالم اُس میں گم ہے لیکن
خود سما سکتا نہیں عالم میں وہ
اُس کے دم سے آشکارا ماہ و مہر
اُس کی خلوت میں نہیں ہے
خود فرشتوں کا گذر
آسمانوں سے بھی اونچا آدمیت کا مقام
اصلِ تہذیب آدمی کا احترام
جانتے ہو کیا ہے آخر زندگی؟
عشق گو تنہا ہے، یک بیں ہے، مگر
چاہتا ہے ایک کثرت، اک تماشائے دوئی
مرد اور عورت کی یکجائی سے ہے
شوق کی صورت گری
زندگی کی آگ عورت کے سبب
وہ نگہ دارِ حیات
فطرت اُس کی لوحِ اسرارِ حیات
اپنی جاں میں جذب کرتی ہے ہماری آگ کو
اپنے جوہر سے بنا دیتی ہے آدم خاک کو
اُس میں ضم ہیں زندگی کے ممکنات

✪ آشکارا (آشکار) ہونا: ظاہر ہونا، نمودار ہونا ✪ یک بیں: وحدت کا قائل ✪ صورت گری: تشکیل، شکل پانا
✪ ممکنات: امکانات

اُس کی تابش، زندگانی کا ثبات
اُس کے ہی شعلے سے ٹوٹے ہیں شرر
سوز سے اُس کے وجودِ جان وتن
قدر اپنی اُس کی ہی توقیر سے
نقش ہیں ہم اور وہ ہے نقش بند
حق نے بخشی ہے نظر تجھ کو اگر
پاک ہو پاکی پہ اُس کی کر نظر
عہد حاضر نے اڑا لی دین سے
اُس کی چمک،
فاش میں کرتا ہوں تجھ پر
راز واسرارِ حجاب
ذوقِ تخلیق آگ ہے اک جسم میں
یہ جہاں روشن اِسی آتش سے ہے،
جس نے بھی اس آگ سے پایا نصیب
اُس نے قربت پائی اپنے سوز سے،
نقش پر اپنے ہی بس رکھی نظر
تا کہ اُس کی لوح پر آئے نہیں
نقشِ دگر
جب رسول اللہؐ نے کی اختیار

✪ تابش: گرمی، طاقت ✪ ثبات: پائداری، قائم رہنا ✪ شرر: چنگاری ✪ توقیر: عزت کرنا
✪ نقش بند: نقش بنانے یا تخلیق کرنے والا

خلوتِ غارِ حرا

مدتوں دیکھا نہ کچھ اپنے سوا،
نقش اک ملت کا اس خلوت ہی میں

پیدا ہوا
منکرِ یزداں تو ہو سکتا ہے تو
منکرِ شانِ نبی حاشا نہ بن
جاں تری روشن سہی مثلِ کلیم
گر نہیں خلوت تو ہیں
اذکار تیرے بے ثمر
ہے کم آمیزی ہی، جس سے
ہے تخیل زندہ تر
زندہ اور جوئندہ اور یابندہ تر!

علم ہو یا شوق دونوں ہیں مقاماتِ حیات
ان کے عنصر تجربات اور واردات
علم قائم لذتِ تحقیق پر
عشق زندہ لذتِ تخلیق پر
علم کو جلوت کی خواہش
عشق کو خلوت عزیز

✪ غارِ حرا: مکے کا ایک غار جہاں رسول خدا دھیان میں مشغول رہتے تھے ✪ منکر: انکار کرنے والا ✪ اذکار: ذکر کی جمع، ذکر، یاد کرنا خدا کو ✪ جوئندہ: ڈھونڈنے والا ✪ یابندہ: پانے والا ✪ عنصر: اجزاء

خواہش دیدار جو موسیٰ نے کی
اس میں پنہاں لذّتِ تحقیق تھی
'لن ترانی' کی حکایت میں ہیں سو نکتے دقیق
ہے یہ اک بحرِ عمیق
ہر طرف بکھرے ہیں آثارِ حیات
جن کا سرچشمہ ہے بطنِ کائنات
یہ جو دنیا میں ہے ہنگامہ بپا
خالق اس ہنگامے کا اس سے جدا
خلوت گزیں
خلوت اس کے واسطے
جیسے انگوٹھی میں نگیں

۲۔ حکومتِ الٰہی

بندۂ حق بیں ہے آزادِ مقام
نے وہ خود، اور نے کوئی اُس کا غلام
مردِ حق اک بندۂ آزاد ہے
سب خدا سے اُس کے راہ و رسم و آئیں
اُس کی دنیا اُس کا دیں

✪ لن ترانی: حضرت موسیٰؑ نے خدا کو دیکھنے کی خواہش کی تو انہیں یہ جواب ملا جس کے معنی ہیں تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا ✪ دقیق: باریک، مشکل ✪ عمیق: گہرا ✪ بطن: پیٹ ✪ حق بیں: خدا کو جاننے والا
✪ آئیں: قانون، اصول ✪ تلخ و شیریں: کڑوا اور میٹھا

اُس کے سارے تلخ وشیریں

اُس کا سب اچھا برا

عقل خود بیں ہے، اُسے خود سے غرض

دوسرے کے فائدے سے بے نیاز

وحیِ حق لیکن ہے سب خلقِ خدا کے واسطے

اس کا مقصد خیر سب مخلوق کی

اُس کا مقصد عدل صلح و جنگ میں

خوف اور رعایت کے بغیر

حاکم و آمر کوئی ہو جائے گر حق کے سوا

ظلم کمزوروں پہ طاقتور کا ہو جائے روا

صرف اللہ ہی کا حق ہے آمری

اُس سے ہٹ کر آمری ہے کافری

دنیوی آمر اگر ہو پختہ کار

اپنے قانونوں کا اپنے گرد

اٹھاتا ہے حصار

باز جیسا اک شکاری بھی کبھی

✪ بے نیاز: کسی کا مجبور نہ ہونا ✪ وحیِ حق: خدا کا پیغام ✪ آمر: ڈکیٹر ✪ حصار: قلعہ

ہے بنا لیتا ممولے کو مشیر،
جبر کو اپنے چھپا لیتا ہے آمر
شرع اور دستور میں،
بے بصر ہے خود مگر اندھوں کو وہ
دیتا ہے سرمہ آنکھ کا
بادشاہوں کے بھلا دستور کا حاصل ہے کیا
اِس کے سوا
گاؤں کے مکھیا ہوں فربہ
اور دہقاں پائمال
آہ یہ دستورِ جمہوری جو افرنگی کا ہے
اس پہ صد افسوس ہے
صورِ افرنگی ہے ایسا
جس سے مردہ مردہ تر
شعبدہ بازی ہے افرنگی نظام،
آپ شاطر اور مہرے
ساری اقوامِ غلام
اور یہی شاطر ہیں پھر
اک دوسرے کی تاک میں

✪ ممولا: ایک مسکین پرندہ ✪ بے بصر: اندھا ✪ فربہ: موٹے، خوش حال ✪ پائمال: تباہ ✪ صور: وہ بگل جو قیامت کے دن پھونکا جائے گا اور مُردوں کو زندہ کردیگا ✪ شاطر: شطرنج کھیلنے والا یعنی چالاک چالیں چلنے والا

بات بس اتنی ہے ہم ہیں مال
سوداگر ہیں وہ،
مر گیا ہے آنکھ کا پانی بھی
حرصِ مال میں
بار ہے اولاد ماؤں کے لیے
حیف ہے اُس قوم پر جو پھل سے بچنے کے لیے
چھین لیتی ہے شجر سے اُس کا رس
ساز کے تاروں میں کر دیتی ہے دفن
اُس کا نغمہ اور سرور
ختم کر دیتی ہے پیدائش سے پہلے
ایک انسانی وجود
گرچہ افرنگی کرشمے ہیں بہت
حاصل اُن کا کچھ نہیں
اک درسِ عبرت کے سوا
تو کہ ہے تقلیدِ مغرب کا اسیر
آزاد ہو،
دامنِ قرآن تھام
آزاد ہو!

✪ شجر: درخت ✪ کرشمے: کمالات ✪ درس: سبق ✪ تقلید: نقل کرنا

۳۔ زمین خدا کی ملک ہے

اس جہاں میں آدمی کی سرگذشت
اِتنی ہی ہے
ان گنت جنگیر زمیں کے واسطے
ایک دلہن ہے زمیں
اوراس کے شوہر بے حساب
وہ ستم گر
ساتھ سب کے اور کسی کی بھی نہیں
وہ نہ تیری ہے نہ میری
اُس کا شیوہ مکروفن
اینٹ پتھر تو ہیں اُس کے کام کے
مستقل دنیا میں ہو جس کا قیام
تو مسافر ہے تجھے کیا ان سے کام
کیا تعلق خفتہ و بیدار کا؟
کیا تعلق ثابت و سیّار کا؟
یہ زمیں قدرت نے بخشی ہے ہمیں،
مفت دی ہے یہ متاعِ بے بہا
تجھ کو حق ہے اِس سے رزق اور قبر
تو لے سکتا ہے خود اُس پہ تیرا حق نہیں

✪ شیوہ: طریقہ، روش ✪ خفتہ: سویا ہوا ✪ ثابت: قائم ٹھہرا ہوا ✪ سیار: گھومنے والا، سفر کرنے والا ✪ متاع: مال ✪ بے بہا: قیمتی

تو وجود اور یہ زمیں بس اک نمود
اُس سے کیا رشتہ ترا؟
تجھ کو اڑنا ہے سوئے افلاک فرشِ خاک سے
مثلِ عقاب،
ہے زمیں اللہ کی ظاہر ہے یہ
اس سے ہو انکار تو یہ کفر ہے
میں نہیں کہتا کہ دنیا ترک کر
یہ تو دولت ہے تری،
چن لے تو اس کی خاک سے ایک اک گہر،
آسماں سے اُس کے لے اپنا شکار
ایک شاہیں کی مثال
اس کے کہساروں کو ضرب تیشہ دے،
نار کو اُس کی بدل دے نور سے
آذری اب ترک کر دے،
اک نئی دنیا تراش،
کاخ و کو اور رنگ و بو کو دل نہ دے
دل خدا کا گھر ہے اُس کو رکھ

✪ تیشہ: کلہاڑی ✪ آذری: بت تراشی

اُسی کے واسطے

پھنس کے رہ جانا زن و فرزند میں

گویا مرنا بے سر و سامان، بے گور و کفن

جس نے حرفِ لا الہ ازبر کیا

ایک عالم اُس کے اندر گم ہوا

فقر فاقہ، رقص و عریانی نہیں

فقر سلطانی ہے، رہبانی نہیں

۴۔ حکمت اک خیرِ کثیر ہے

ہے خدا کا قول حکمت خیر ہے

اس کو لو، پاؤ جہاں

حرف اور گفتار کو شہپر عطا کرتا ہے علم

اُن کو تاب و پاکیِ گوہر عطا کرتا ہے علم

علم کی اوج فلک تک بھی ہے راہ

آنکھ سے سورج کی لیتا ہے نگاہ

علم سے سب راز کھلتے ہیں

ہے وہ تفسیرِ کل،

اُس کی ہی تدبیر سے وابستہ ہے

تقدیرِ کل

✪ زن: بیوی، عورت ✪ ازبر کرنا: سیکھ لینا، یاد رکھنا ✪ عریانی: بے لباسی ✪ رہبانی: جوگ، لذتوں سے پرہیز
✪ حکمت: دانائی، فراست ✪ خیر: اچھائی، نیکی ✪ خیرِ کثیر: بڑی نیکی، بڑی اچھائی ✪ شہپر: بازو، پر
✪ تاب: چمک ✪ تفسیر: تشریح ✪ کل: ساری کائنات

اور اگر چاہے تو کر سکتا ہے وہ
دشت سے حاصل حباب
اور سمندر سے سراب،
علم کی نظروں میں سارے واقعاتِ کائنات
تا کہ وہ سمجھے نظامِ کائنات
علم ہو حق بیں تو ہے پیغمبری
اور اگر بیگانہ ہو حق سے
تو یکسر کافری
سوزِ دل اس میں نہ ہو تو
شر ہے علم،
ایک تاریکی ہے اُس کا نور بھی
اُس کے غازے سے بھی دنیا کور ہے
ہے بہار اُس کی خزاں
اس کے طیاروں کے بم سے داغ داغ
بحر و دشت و کوہ و باغ،
آگ اُس سے سینۂ افرنگ میں
اُس کے ہی باعث ہے لذت جنگ میں
پھیر دیتا ہے وہ پیچھے وقت کو،
اور کر دیتا ہے وہ قوموں کا سرمایہ تباہ

✪ حباب: پانی کا بلبلہ ✪ حق بیں: خدائی صداقت اور سچائی کو جاننے والا

اُس کی اِس قوت کا ہے ابلیس یار
نور بھی خود آگ کی صحبت میں
بن جاتا ہے نار
مارنا آساں نہیں ابلیس کو
قلب کی گہرائیوں میں گم ہے وہ
مارنا مشکل ہے، بہتر ہے مسلماں کر اُسے
کشتۂ شمشیرِ قراں کر اُسے
الاماں ابلیس سے! اُس کا جلالِ بے جمال،
اُس کا فراقِ بے وصال
اے الاماں!
علم شیطانی ہے گر بے عشق ہو
اور لاہوتی اگر ہو عشق سے بھی بہرہ ور
بے محبت علم مردہ، عقل تیرِ بے ہدف
کور کو بینائی دے کر صاحبِ دیدار کر
بولہب کو حیدرِ کرّار کر

زندہ رود

آپ نے کھولے ہیں اسرارِ کتاب
پھر بھی باقی ہے حجاب
عالم قرآن ابھی پوشیدہ ہے،

✪ حدیث: حضور نے ایک دفعہ صحابہ سے فرمایا کہ شیطان ہر انسان کے خون کے ساتھ ساتھ جسم میں گردش کرتا ہے صحابہ نے پوچھا کیا آپ اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ فرمایا نہیں، مگر میں نے اُسے مسلمان کرلیا ہے ✪ جلال: بزرگی، قوت ✪ لاہوتی: خدائی ✪ بہرہ ور: حصہ پانے والا، فائدہ اٹھانے والا ✪ بولہب یعنی ابولہب: رسول اکرمؐ کے حقیقی چچا اور اُن کے شدید مخالف ✪ حیدرِ کرار: حضرت علیؓ ✪ حجاب: پردہ

پردہ چہرے سے ہٹاتا کیوں نہیں؟

اور ہمارے ذہن سے باہر
اجالے میں وہ آتا کیوں نہیں
سامنے پھیلا وہی
اک عالمِ فرسودہ ہے
اور یہ ملت
جواُس کی خاک میں آسودہ ہے
سوزِ دل باقی نہیں ہے
گر دوتا تاری میں اب
موت یہ کس کی؟ مسلماں کی ہے یا قرآن کی؟

سعید حلیم پاشا

کافری نے دین کو رسوا کیا
کیوں کہ خود ملاّ ہی کافر گر بنا
ہے ہمارے واسطے شبنم بھی بحر
بحر بھی شبنم ہے اُس کے واسطے!
بات عجب ہے پر، وہ ہے قرآں فروش
اُس کی اِس حرکت سے برافروختہ جبریل ہے

✪ فرسودہ: پرانا ✪ آسودہ: آرام سے رہنے والی ✪ کافرگر: کافر بنانے والا ✪ بحر: سمندر

ماورا سے اُس کا دل بیگانہ ہے،
قران بھی اُس کے لیے افسانہ ہے
حکمتِ دینِ نبی سے بے نصیب
آسماں تاریک اُس کے واسطے!
کورذوق، آوارہ گرد و کم نظر
اُس کی باتوں سے ہے ملت منتشر!
مکتب و ملاّ اور اسرارِ کتاب
جیسے اندھا اور نورِ آفتاب
''دینِ کافر فکر و تدبیرِ جہاد
دینِ ملاّ فی سبیل اللہ فساد!''
مردِ حق، جو اس جہاں کی جان ہے،
جس نے کی خلوت گزینی اختیار
اُس سے کہنا ہے مجھے:
اے ترے افکار مومن کی حیات
تیری ہستی سے ہے ملت کو ثبات
تو کہ قرآں کی حفاظت
فرض ہے تیرا، ترا آئین ہے
حرفِ حق کہنا ہی تیرا دین ہے
طاقتِ گفتار تجھ میں ہے، کلیمی تجھ میں ہے
کس لیے خاموش ہے پھر
ہاتھ باہر آستینوں سے نکلتے کیوں نہیں؟

✪ حکمت: علم اور عقل مندی ✪ کورذوق: بے ذوق ✪ منتشر: بکھری ہوئی ✪ اسرار: بھید ✪ فی سبیل اللہ: خدا کی راہ میں ✪ خلوت گزینی: گوشہ نشینی ✪ ثبات: پائداری ✪ کلیمی: موسیٰؑ کی صفات اور جرءات

داستاں کچھ اپنی ملت کی سنا
وسعتِ صحرا غزالوں کو بتا
تیری فطرت میں ہے نورِ مصطفیٰؐ
ہے مقامِ آخر کہاں اپنا بتا
رنگ و بو کرتا نہیں حق کے سوا
کسب کوئی اور سے مردِ خدا
تن میں اُس کے ہر گھڑی جان اک نئی
ہر گھڑی شان اک نئی
ہے جو رمزِ کُلِّ یومٍ پھر مسلماں کو بتا
کارواں کی کون سی منزل ہے کعبے کے سوا؟
حق ہی اُس کے دل میں ہے اب بھی بسا!
میں نہیں کہتا کہ اُس نے اب
بدل ڈالی ہے راہ
کارواں لیکن نیا ہے
اور نئی اُس کی نگاہ!

افغانی

کیا نہیں ہے یہ حدیثِ مصطفیٰؐ تجھ کو نصیب؟
دین تیرا اس جہاں میں ہے 'غریب'
غربتِ دینِ مبیں، غربت فقیری کی نہیں

✪ رنگ و بو: یہاں مطلب ہے دین کا رنگ اور خوشبو ✪ کُلَّ یَومٍ: کُلَّ یَومٍ هُوَ فِی شَان جس کے معنی ہیں "وہ ہر لحظہ کسی نہ کسی صفت (شان) کا اظہار کرتا ہے ✪ غریب: یہاں اس کے معنی ہیں عجیب، نادر
✪ فقیری: مفلسی

اس کا مطلب ندرتِ آیاتِ دیں
ندرتِ دیں ہر زمانے میں نئی
اور اگر آیاتِ دیں ہوں دل نشیں
عصرِ نو آ جائے تیرے ہاتھ میں
کھو گئے ہیں آج اسرارِ کتاب
مشرق و مغرب میں ہے اک پیچ و تاب
روسیوں نے نقش اک ڈالا نیا
آب وناں اپنایا مذہب چھوڑ کر
حق ہی کہہ، حق دیکھ، حق کی کر تلاش
روسیوں کو میری جانب سے یہ پہنچا دے پیام

روسی قوم کو افغانی کا پیام

اصل میں قرآن کی منزل ہے کچھ
اور آئینِ مسلماناں کچھ اور
ان کے دل میں آتشِ سوزاں نہیں
دل میں زندہ مصطفیٰ اور مقصدِ قرآں نہیں
بندۂ مومن نے کچھ قرآن سے سیکھا نہیں

✪ ندرت: منفرد اور نادر ہونا ✪ اسرارِ کتاب: قرآن کے بھید ✪ پیچ و تاب: بے چینی ✪ آب وناں: پانی اور روٹی ✪ حق: سچائی ✪ آئین: اُصول ✪ آتشِ سوزاں: تڑپ

اس کے پیالے میں نہ مے ہے اور نہ درد،
قیصر و کسریٰ کا تو توڑا طلسم
پر ہوا خود ہی اسیرِ تخت و تاج،
سلطنت جب پھیلی اور طاقت بڑھی
دین کی تھی جو جگہ دل میں
ملوکیت نے لی
ہے ملوکیت کی رسم و رہ بہ اندازِ دگر
یہ بدل دیتی ہے عقل و ہوش اور فکر و نظر
تم کہ توڑا تم نے دستورِ کہن
اور ڈالی طرح نو
قیصریت کی کمر توڑی
مسلمانوں کی طرح
سرگذشتِ ملتِ اسلامیاں
چاہیئے اُس سے سبق حاصل کرو
تا کہ روشن رکھ سکو اپنا چراغ
پھر کہیں تازہ نہ ہو طرزِ کہن
پھر وہی بت اور وہی لات و منات
چاہتا ہے یہ جہان پیر
اک ملت نئی

✪ دُرد: تلچھٹ ✪ قیصر: سیزر، روم کا بادشاہ ✪ کسریٰ: خسرو، ایران کا بادشاہ ✪ ملوکیت: شاہی
✪ دستورِ کہن: پرانا طریقہ ✪ طرحِ نو: نئی بنیاد

جوڑ رائے اور خوشخبری بھی دے

وقت ہے اب لوٹ آؤ

جانبِ اقوامِ شرق

ہیں تمہارے رات اور دن

بستۂ ایامِ شرق

جاں میں پیدا تم نے کی تازہ تڑپ

اور بدل ڈالا ضمیرِ قوم کو

اب پرانے ہو چکے مغرب کے سب آئین و دیں

اُس کی جانب اب نظر کرنا نہیں

کر دیا ہے کام آقاؤں کا تو

تم نے تمام

لا تک آئے ہو تو اب الّا کی جانب

ہو خرام

یعنی اب انکار سے اثبات کی جانب چلو

تا کہ ثابت ہو کہ تم زندہ ہو

اور جوئندہ ہو

اک نظامِ نو کی ہے تم کو تلاش

تم نے ڈھونڈی بھی ہے کچھ اس کی اساس؟

✪ بستۂ ایامِ شرق: مشرق کے روز و شب سے جڑے ہوئے ✪ ضمیرِ قوم: قوم کا دل و دماغ ✪ آقا: مالک، حکمران ✪ لا: انکار، کسی کو نہ ماننا ✪ الا: سوائے یعنی سوائے ایک خدا کے ✪ اثبات: ماننا، ثابت کرنا ✪ جوئندہ: تلاش میں ✪ اساس: بنیاد

تم نے دھوڈالا پرانی داستاں کا

ہر ورق

فکرِ روشن کے لیے قرآن سے لو

اب سبق

کس نے بخشا تھا یدِ بیضا سیہ فاموں کو بھی؟

اب نہ قیصر ہے نہ کسریٰ

کس نے یہ مژدہ دیا؟

خود کو پاؤ چھوڑ کر افرنگ کو

جانتے ہو تم اگر مغرب کا مکر

تو کرو شیری کی خواہش روبہی کو چھوڑ کر

روبہی ہے ساز و ساماں کی تلاش

اور آزادی ہے شیری کی قماش

شیری، روباہی ہے قراں کے بغیر

فقر قرآں کا ہے شاہی

فقرِ قرآں اختلاطِ فکر و ذکر

فکر رہ جائے ادھوری ذکر اگر شامل نہ ہو

ذکر ذوق و شوق کو ہے بخشتا

خوے ادب

✪ یدِ بیضا: ید ہاتھ کو کہتے ہیں اور بیضا سفید کو۔ یہاں یدِ بیضا سے مراد ہنر اور طاقت ہے ✪ روبہی یا روباہی: مکر و فریب ✪ قماش: صفت، جوہر ✪ فقر: دنیوی خواہشوں سے بے نیازی ✪ ذکر: خدا کی یاد زبان پر اور دل میں ✪ اختلاط: یکجائی ✪ ذوق و شوق: نشاط اور آرزو، عشق کا جذبہ ✪ خوے ادب: ادب کی عادت سرشت

ذکر کارِ جان ہے نے کارِ لب
ذکر سے اٹھتے ہیں شعلے سینہ سوز
تم نہیں اس بھید سے واقف ہنوز
فکر کی رعنائی کے شیدا تو ہو
بات اُس کے نور کی مجھ سے سنو
حاکموں، سرمایہ داروں کے لیے قرآن ہے
پیغامِ مرگ
دستگیر اُن کا جو ہیں بے ساز و برگ
اہلِ دولت سے بھلا کیا خیر کی ہو آرزو
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا
سود آخر کیا ہے فتنے کے سوا
قرضِ حسنہ میں جو لذت ہے
کسے اس کا پتا،
ہے ربا سے آدمی بیدرد و بے حس
مثلِ سنگ،
یہ زمیں جو ہے متاعِ آدمی، ملکِ خدا
اس سے اپنا رزق لینا ہے روا

✪ کار: کام ✪ کارِ لب: زبان کا کام (لب کے معنی ہیں ہونٹ) ✪ ہنوز: ابھی ✪ مرگ: موت
✪ دستگیر: مددگار ✪ بے ساز و برگ: بے سروساماں، مفلس ✪ لن تنالوا البر: آیت آلِ عمران
✪ ربا: سود ✪ متاع: مال

ہے خدا مالک اور انساں ہے امیں

بادشاہی سے ہوا ہے حق کا پرچم

سرنگوں

دخل سے شاہی کے سب قریے ہیں

برباد و زبوں

آب وناں ملتا ہے سب کو ایک دستر خوان سے

نسلِ آدم ایک ہے

نقشِ قراں نے مٹایا پوپ اور کاہن کا نقش

فاش کہتا ہوں جو دل میں ہے مرے

اور ہی کچھ چیز ہے قراں

نہیں بس اک کتاب

جب اتر جاتا ہے جاں میں اور ہو جاتی ہے جاں

جاں بدلتی ہے بدلتا ہے جہاں

یہ خدا ہی کی طرح ظاہر بھی ہے پنہاں بھی ہے

اور حق ہی کی طرح زندہ بھی اور گویا بھی ہے

مشرق و مغرب کی تقدیر اس میں ہے

✪ امیں: امانت دار ✪ سرنگوں: نیچا ✪ آب وناں: رزق ✪ کاہن: جادوگر، شگون لینے یا فال نکالنے والا

✪ ان الملوك اذا دخلوا قرية وغیرہ: آیت شریف: بادشاہوں کا وطیرہ یہ ہے کہ جب وہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ کر دیتے ہیں ✪ نسل آدم ایک ہے: قرآن کی آیت (۳۱۔۳۴) کی طرف اشارہ

✪ گویا: جو بولتا ہے

فکرِ روشن چاہیے اس کے
سمجھنے کے لیے
حکم اس نے یہ مسلماں کو دیا
جاں بہ کف رہ، بخش دے
جو ہے ضرورت سے سوا
تم نے اک آئینِ نو پیدا کیا
چاہیئے قرآں کو بھی دیکھو ذرا
(تا کھلے تم پر بم وزیرِ حیات
اور عیاں ہو رازِ تقدیرِ حیات)
اب نہ ساقی ہے نہ اب مے ہے
ہماری بزم میں
ساز میں قرآن کے اُس کی نوا خوابیدہ ہے
ہو اگر مضراب اپنا بے اثر
اور ہو جائیں گے پیدا زخمہ ور
ذکرِ حق ہے امتوں سے بے نیاز
ہے زماں سے اور مکاں سے بے نیاز!

✪ جاں بہ کف: جان ہتھیلی پر لیے ✪ بم وزیر حیات: زندگی کے اونچ نیچ ✪ تقدیر: جو لکھ دیا گیا ہے، قدر و قیمت کے معنی میں بھی آتا ہے ✪ خوابیدہ: سویا ہوا ✪ زخمہ: مضراب جس سے ستار وغیرہ بجاتے ہیں
✪ زخمہ ور: ساز بجانے والا ✪ ذاکر: ذکر کرنے والا

ذکرِ حق محتاج ہر ذاکر نہیں
احتیاج روم و شام اُس کو نہیں
ذکرِ حق ہے گو ہمارا حق، مگر
ہم نے اس منصب سے غفلت کی اگر
اور کوئی قوم ہو جائیگی اس سے بہرہ ور
آج لگتا ہے مسلماں بندۂ تقلید و ظن
دیکھتا ہوں تو دہل جاتے ہیں میرے
جان و تن
ڈر ہے شعلے سے نہ یہ محروم ہو
آگ اس کی غیر کا مقسوم ہو!

رومی زندہ رود سے شعر سنانے کی خواہش کرتے ہیں

حضرتِ رومی، سراپا جذب و درد
یہ سخن سن کر بھری اک آہِ سرد
اشک رنگیں اُن کے جوں خونِ شہید
اُن کے پیکانِ نظر کا بس دلِ مرداں بدن
آنکھ اٹھائی اپنی افغانی کی جانب

○ احتیاج: ضرورت ○ منصب: رتبہ ○ بہرہ ور: حصہ دار ○ تقلید: بے سمجھے پیروی ○ ظن: گمان، شک ○ مقسوم: قسمت ○ سخن: بات

اور کہا

''دل کو خوں کرنا ہے لازم

بلکہ مانندِ شفق

ہاتھ اپنا اور ہو فتراکِ حق

ہو اگر امید تو جاں مثل اک جوئے رواں

اور نہ ہو تو مثلِ مرگ جاوداں''

پھر مری جانب نظر کی اور کہا

''اے زندہ رود

اک دو بیت ایسے سنا

جس سے بھڑک جائے وجود

تھک گیا ہے ناقہ محمل ہے گراں

تلخ تر ہو اب نوائے سارباں

پاک بندوں کا اگر اک امتحاں ٹھہرے بلا

تشنگی کچھ اور پیاسوں کی بڑھانا ہے روا،

مثلِ موسیٰ پار کر جا رودِ نیل

کود جا پھر آگ میں مثلِ خلیل

نغمہ وہ مضمر ہو جس میں بوئے دوست

○ جوئے رواں: بہتی نہر یا ندی ○ مرگِ جاوداں: ہمیشہ کے لیے موت ○ بیت: شعر ○ ناقہ: اونٹ ○ نوا: آواز

غزلِ زندہ رود

لالہ و گل کہ بہ ظاہر نظر آتے ہیں مقیم
درحقیقت ہیں سفر میں صفتِ موج نسیم

معنیٔ تازہ کہاں ڈھونڈیں کہاں پائیں کہ اب
مسجد و مکتب و میخانہ ہیں بنجر اور عقیم

حرفِ پر سوز خود اپنا ہی کوئی شعر کہ یاں
خانقاہوں میں نہ پاؤ گے کہیں سوزِ کلیم

ذکران تکیہ نشینوں کی صفا کا نہ کرو
بال ہیں جن کے پریشان تو ناشستہ گلیم

ہے حرم ایک مگر کتنے حرم اور بنے
اہل توحید کی اب لگتی ہے توحید دونیم

مسئلہ یہ نہیں ہے ہوگیا ہنگامہ فرو
مسئلہ یہ ہے کہ اب نرم ہے بے نُقل ندیم

○ مقیم: ٹھہرے ہوئے، قائم ○ عقیم: بانجھ ○ تکیہ نشین: فقیروں کے رہنے کا مقام ○ ناشستہ: میلی بغیر دھلی ہوئی ○ گلیم: کمل ○ حرم: کعبہ ○ دونیم: بٹی ہوئی
○ ندیم: ساتھی، دوست

فلکِ زہرہ

فلک زہرہ

مہرِ روشن اور ہمارے درمیاں
تہہ بہ تہہ پھیلا فضاؤں کا حجاب
سیکڑوں پردوں سے چھن کر
ہم تک آتی ہے شعاعِ آفتاب
تا کہ کم گرمی سے شاخ و برگ و بر
پھولیں پھلیں
اور دل پر سوز ہو
اُس کی تابش سے رگِ لالہ میں خوں
اور اُس سے آب جو سیماب گوں
خاک سے اٹھتی ہے جان پاک، کرتی ہے سفر
ایک بے سوئی کی سمت
اس کی رہ میں حشر و مرگ و مرگ و حشر
اس کی طاقت اور تڑپ
خود اُس کی رہ کے راہبر
آسمانوں کی فضا میں
ڈوبتی ہے اور ابھرتی بار بار
آپ ہی اپنا حرم ہے، خود ہی ابراہیم ہے
مثلِ اسمٰعیلؑ خود ہی خوگرِ تسلیم ہے

○ تابش: گرمی، حرارت ○ سیماب گوں: پارے کی طرح چمکتی ہوئی ○ بے سوئی: جس میں کوئی طرف نہ ہو۔ لا مکاں ○ حشر و مرگ: قیامت اور موت
○ خوگر: عادی ○ تسلیم: کسی کا حکم یا بات ماننا

اُس کے آگے جیسے نوچیز ہیں یہ نو آسماں
ہاتھ میں اُس کے ہے ضربِ حیدری، خیبر شکن
یہ ستیزِ دمبدم
کرتا ہے اس کو پاک بھی
سیار اور چالاک بھی
اُس کی پروازوں کی زد میں وسعت و پنہائے نور
اُس کے پنجے میں ہیں حور و جبرئیل
حق کے نظارے کی تاب اُس کو نصیب
یوں مقامِ عبدہ میں ہے وہ نبی کا ہے رقیب
میں نہیں واقف کہ آخر
ہے کہاں میرا مقام
جانتا ہوں میں بس اتنا
ہے وہ اوروں سے جدا
جنگ اک رہتی ہے مجھ میں بے سپاہ و بے تفنگ۔
وہ جو رکھتا ہو نگہ میری، وہی
دیکھ سکتا ہے یہ جنگ
ہے مگر لوگوں سے او جھل میری جنگِ کفر و دیں
جان یہ تنہا ہے میری مثلِ زین العابدیں!
یاں مقام و درہ سے کون آگاہ ہے

○ خیبر: وہ خیبر جسے حیدر (حضرت علیؓ) نے فتح کیا تھا ○ ستیزِ دمبدم: مسلسل لڑائی ○ سیار: گردش میں ○ پنہائی: وسعت ○ سپاہ: فوج
○ زین العابدین: امام حسینؓ کے فرزند، بیمار تھے اور کربلا میں تنہا رہ گئے تھے

بس نوا میری چراغ راہ ہے
غرقِ دریا ہیں جوان و طفل و پیر
ساحلِ دریا پہ پہنچا کون؟
اک مردِ فقیر
میں نے گو پردے اٹھائے ہیں مگر
ہجر میں نالاں ہوں ترساں وصل سے
وصل اگر ہو انتہائے شوق
اس سے الحذر
اس سے تو بہتر فغان بے اثر
راس آجائے کسی کو گر فراغ
کس طرح پائیگا وہ رہ کا سراغ
میرا دل اور یہ مرا ذوقِ نظر
چاہتا ہے ہر گھڑی یہ ایک دنیا تازہ تر
حضرتِ رومی کہ واقف میرے سب احوال سے
کہنے لگے:
''چاہتے ہو اک نیا عالم تو لو
عالمِ زہرہ ہے دیکھو سامنے،

○ نوا: آواز، نغمہ ○ نالاں: روتا ہوا ○ ترساں: ڈرتا یا خوف کھاتا ہوا ○ انتہائے شوق: عشق کا آخر ○ الحذر: پرہیز، بچنا ○ فراغ: فراغت، کام یا محنت سے فرصت
○ سراغ: پتا ○ احوال: حالات

عشق شاطر اور اُس کے ہاتھ میں مہرہ ہیں ہم
سامنے دیکھ کر نزدِ عالم زہرہ ہیں ہم
اصل اِس عالم کی آب وخاک ہے
ہے دھند ہے اطراف اِس کے
جیسے کعبے پر غلاف
چاہیئے تم اس پہ ڈالو اک نگاہِ پردہ در
یعنی اک ایسی نظر
جو کہ جائے دھند سے اس کی گذر
اس میں دیکھو گے خدایانِ کہن
میں ہر اک کو جانتا ہوں تن بہ تن
بعل و مردوخ دیعوق ونسر وفسر
رم خن ولات ومنات وعسر وغثر
یہ مزاجِ عصرِ حاضر اور یہ دورِ بے خلیل
بن گیا ہے اِن بتوں کے حق میں گویا اک دلیل''

اقوامِ قدیم کے خداؤں کی مجلس

وہ ہوائے تیز وہ ابرِ سیہ
برق بھی تھی جس کی تاریکی میں گم
اور سمندر اک ہوا کے دوش پر

○ نزد: نزدیک ○ پردہ در: جو پردہ چاک کردے یا ہٹادے ○ کہن: پرانے زمانے کے ○ تن بہ تن: ایک ایک ○ بعل، مردوخ وغیرہ: کعبے کے بت ○ عصر خلیل: حضرت ابراہیم کا زمانہ ○ دلیل: وجہ، سبب، ثبوت

چاک داماں، بے گہر
تیز موج و بے کنار
تھی تو اُس کی موج تندرو گرم خیز
گرم رو لیکن ہوا سے کم ستیز
رومی اور میں اس سیہ دریا میں تھے
ذہن کی گہرائی میں جیسے خیال،
وہ سفر کردہ بہت، میں نو سفر
میں نے رومی سے کہا ہے نارسا میری نظر
اس نئے عالم کا مجھ کو تو نہیں ملتا پتا
تب مجھے آیا نظر اک کوہسار
میں نے دیکھے سبزہ زار و جوئبار
کوہ و صحرا پر تھی چھائی اک بہار
تھی ہوایاں کی نسیمِ مشکبار
سبزہ تازہ تھا، پرندے نغمہ زن
اس ہوا سے ہو گئی تھی جان بینا، تازہ تن
میں نے اونچائی سے ڈالی اک نظر
اے خوشا کوہ و کمر اور دشت و در!

○ ستیز: جھگڑا، تکرار ○ نو سفر: سفر کے تجربے میں نو سکھ ○ نارسا: پہنچ میں کم ○ بینا: روشن ○ خوشا: خوشی کی بات

اور اک وادی مسطّح
بے نشیب و بے فراز
اُس کی مٹی جس سے چاہے
آبِ حیواں بھی نیاز
تھے وہاں ساکن خدایانِ کہن
یہ عرب کے وہ خدایانِ عراق
اک خدائے وصل اک ربِّ فراق،
ایک نسلِ مہر سے اک چاند سے،
اک مشتری کی آل سے
ایک جس کے ہاتھ میں تیغ دودم
دوسرا جس کے گلے میں سانپ اک
مانندِ ہار
سب ہی ترساں ذکر سے قرآں کے
تب کہا مردوخ نے "آدم ہوا
قیدِ یزداں، بندِ کعبہ سے رہا
اپنے ادراک اور نظر کو تیز کرنے کے لیے
لوٹ کر آتا ہے اب وہ سوئے آثارِ سلف

○ آبِ حیواں: امرت ○ فرحا طرب: خوشی کے عالم میں

کھینچتے ہیں اُس کو آثارِ کہن اپنی طرف

دیکھنا اُس کی زباں پر پھر ہمارا ذکر ہے

وقت نے چھیڑا افسانہ دوسرا

پھر موافق ہے ہمارے عہد حاضر کی ہوا

سن کے یہ فرطِ طرف سے

سب خداؤں پر کیے

راز افشا سب ہمارے بعل نے

بعل کا گیت

آسماں کو چاک انساں نے کیا

اُس نے واں پایا نہیں کوئی خدا،

آدمی کے ذہن میں ہے اور کیا

بس خیالوں کے سوا

بیٹھتی اُٹھتی سی موجوں کے سوا

افکار کی

اُس کا ہے محسوس پر دار و مدار

پھر پرانا عہد لوٹ آنے لگا

زندہ باد افرنگ جس نے

ہم کو پھر زندہ کیا

وقت ہے اب اے خداوٗ وقت ہے!

پارہ پارہ حلقۂ توحید ہے
جذبۂ ایماں نہیں اب
آلِ ابراہیم میں
مست جو تھا بادۂ جبریل سے
آج بزم اُس کی ہے برہم
جام اُس کا پاش پاش
وہ جو تھا آزاد اب ہے وہ گرفتارِ جہات
ہے وطن کا وہ ثنا خواں
بھول کر یزداں کی بات
دیر والوں سے ہے مرعوب اس قدر
ہو گیا پیرِ حرم زنار پوش

وقت ہے اب اے خداوٗ وقت ہے!

پھر جہاں میں آ گیا دورِ طرب
دین سے افضل ہیں اب ملک و نسب
اب چراغِ مصطفیٰ سے کیا ہے ڈر
دین میں پیدا ہیں جب سو بولہب
ویسے آتی ہے صدائے لا الہ اب بھی مگر
دل میں کب تک رہ سکے گا حرف وہ
جا چکا ہے دل سے جو
اہرمن کو آج پھر مغرب نے زندہ کر دیا
روزِ یزداں ڈھل چکا

○ پارہ پارہ: ٹکڑے ٹکڑے ○ جہات: سمتیں ○ یزداں: خدا کے ناموں میں سے ایک نام، زرتشتی مذہب میں نیکی کے خدا کا نام ○ حرم: کعبہ ○ پیرِ حرم: روحانی پیشوا
○ زنار: جنیو ○ افضل: برتر، بہتر ○ بولہب: حضرت محمدؐ کا چچا اور ان کا دشمن ○ اہرمن: زرتشتی مذہب میں شر یعنی برائی کا خدا

وقت ہے اب اے خداوٗ وقت ہے!

وہ جو تھا بندہ ہمارا بندۂ آزاد تھا
دین کی بندش سے اُس کو چاہئے
کرنا رہا،
گر نماز اُس پر گذرتی ہے گراں
ایک رکعت چاہیے بس ہم کو
وہ بھی بے سجود
نغمہ ہے درکار جذبے کے لیے
لطف کیا دے گی نمازِ بے سرود
جو ہے غائب اُس خدا سے تو ہے بہتر
بت جو آتا ہے نظر

وقت ہے اب اے خداوٗ وقت ہے!

دریائے زہرہ میں اترنا اور فرعون و کچنر کی روحوں کو دیکھنا

مرشدِ رومی نے جو ہیں
ساحب ذکرِ جمیل،
جن کی طاقت طاقتِ ضربِ خلیلؑ!
جذب کے عالم میں گائی یہ غزل
جس کو سن کر سجدہ ریز
ہو گئے سارے خدایانِ قدیم

○ سجود: سجدے کی جمع ○ سرود: نغمہ جس سے جذبہ پیدا ہوتا ہے ○ جمیل: خوبصورت اور نیک ○ خلیل: حضرت ابراہیمؑ جنہوں نے کعبے کے بت توڑے

غزل

چاہیے رفتہ و آئندہ پہ پھر ڈالو نظر
وقت ہے دوسرے اندیشوں سے اب کچھ حذر

عشق کی ناقۂ ایام پہ محمل ہے کسی
عاشقی؟ اس کے لیے راحلہ یہ شام و سحر

روشِ بزم جہاں ایک ہمیشہ تو نہیں
خوش و ناخوش سے زمانے کے کرو قطعِ نظر

سر میں سودا جو ترے ترکِ جہاں کا ہو تو پھر
اپنے ہی سر سے یہ لازم ہے کہ تو جائے گزر

میں نے کی عرض کہ بت ہیں ترے سینے میں ابھی
کہا اب وقت ہے یہ بتکدہ ہو زیر و زبر

○ رفتہ آئندہ: گذرا ہوا اور آنے والا زمانہ ○ حذر: پرہیز، بچنا ○ ناقۂ ایام: زمانہ، وقت ○ راحلہ: سواری کا جانور ○ قطع نظر: نظر پھیر لینا
○ بت: خواہشوں کے بت

ختم کی، مجھ سے کہا ''اُٹھ اے پسر
میرا دامن تھام لے اب اور چل
وہ کہستاں برف سے مانندِ سیم
وہ جہانِ بے کلیم
اس کے پیچھے اک سمندر
صاف اور شفاف مثل الماس کے
اُس کا اندر اُس کے باہر سے زیادہ
آشکار!
پُرسکون و بے خلل، بے موج و سیل
سرکشوں اور زورمستوں کا تھا مسکن
یہ مقام
منکرِ غائب تھے اور حاضر پرست
حق سے تھے مصروفِ جنگ
ایک مشرق کا تھا، اک مغرب کا تھا
اک ہلاکِ ضربِ موسیٰ
دوسرا دو ٹکڑے جس کو
اک قلندر نے کیا
دونوں فرعون، ایک چھوٹا اک بڑا
دونوں پیاسے سر بہ سر دریا کے بیچ

○ سیم: چاندی ○ زورمست: اپنی طاقت پر گھمنڈ رکھنے والے

موت کی تلخی سے دونوں آشنا

ظالموں کی موت میں پنہاں ہیں آیاتِ خدا!

ہاتھ دو، مجھ کو مرے پیچھے چلو

ساتھ ہو میرے کسی سے مت ڈرو،

مثلِ موسیٰ سینۂ دریا کو میں کرتا ہوں چاک

تا کہ اس کی تہہ میں لے جاؤں تمہیں''

اپنا سینہ بحر نے وا کر دیا

جیسے پانی کی جگہ واں تھی ہوا!

اک بہت تاریک وادی تہہ میں تھی

بے رنگ و بو

سورۃ طٰہٰ پڑھا رومی نے واں

اور اتر آیا تہہِ دریا میں چاند،

کوہ عریاں اور سرد

ان میں حیراں اور سر گشتہ دو مرد

آنکھ اٹھائی، دیکھا رومی کی طرف

اور پھر ایک دوسرے پر کی نظر

یہ اجالا یہ سحر، فرعون بولا،

صبح یہ کیسی، یہ کیسا نور ہے؟

رومی:۔

تھا جو پنہاں آشکار اِس نور کے باعث ہوا
اک یدِ بیضا سے ہے یہ نور یہ اُس کی ضیا

فرعون

کھویا تھا میں نے نقدِ عقل و دیں
نور یہ دیکھا یہ پہچانا نہیں
اے جہاں دارو مجھے دیکھو ذرا
اے زیاں کارو مجھے دیکھو ذرا
جو ہوس میں ہوگئی اندھی
ہے تف اُس قوم پر
ڈھونڈتی ہے قبر کی مٹی میں بھی
لعل و گہر
ہیں عجائب گھر میں جو پیکر رکھے
رکھتے ہیں وہ
ایک افسانہ لب خاموش پر
جو ملوکیت کی دیتا ہے خبر
ڈال دینا پھوٹ محکوموں میں

○ یدِ بیضا: روشن ہاتھ (حضرت موسیٰ کا معجزہ) یہاں مراد نبوت اور روحانیت ○ ضیا: روشنی ○ نقد: روپیہ مال ○ زیاں کار: اپنا نقصان کرنے والا
○ ملوکیت: شاہی حکمرانی

شاہی کا ہنر

جس سے ہوتی ہے حکومت پختہ تر

اُس کے ہاتھوں میں تتبہ تقدیرِ ملک

اور ہر تقدیرِ ملک

پھر نظر آئیں مجھے موسیٰ اگر

مانگ لوں آگاہی قلب و نظر

رومی

حاکمی بے روح ہے بے نورِ جاں

بے یدِ بیضا ملوکیت ہے خام

حاکمی مضبوط محکوموں کی کمزوری سے ہے

تاج قائم باج پر ہے

اور پتھر بھی ہے محکومی سے کانچ

فوج اور زنجیر زنداں رہزنی

بے نیاز ان سے جو ہو حاکم وہی

ذوالخرطوم

مقبرہ فرعون کا انگریز نے کھودا اگر

اس کا مقصد بس نہ تھا لعل و گہر

اس کا مقصد تھا کہ پائیں دارِ آثارِ قدیم

سرگذشتِ مصر و فرعون و کلیم

○ نورِ جاں : روحانیت کی روشنی ○ خرطوم : سوڈان کا شہر ○ ذوالخرطوم : فاتح خرطوم یعنی کچنر

کھوج پر ہے علم و حکمت کا مدار
ورنہ ہو گر جستجو حکمت ہے خوار

فرعون

قبر سے میری درِ حکمت کھلا
تربت مہدی میں تجھ کو کیا ملا؟

سوڈانی درویش کا ظاہر ہونا

برق اک پانی میں چمکی، بحر میں
موجیں اٹھیں
بوئے خوش جنت سے آئی
روح اک درویش کی ظاہر ہوئی
سوز سے اُس کی گیا سیپی میں موتی،
اور دل کچنر میں اک پتھر، پگھل!
روحِ سوڈانی ہوئی گویا
کہ اے کچنر جو ہو تجھ میں نظر
تربتِ درویش کی مٹی کا بھی
دیکھ انتقام!

○ خوار: خراب، بیکار

ڈوب کر دریا میں تو نے قبر تک

پائی نہیں''

بات پھر اُن کے گلے میں پھنس گئی

آہ اک دلدوز کھینچی اور کہا

''روحِ عرب بیدار ہو، پھر خالقِ اعصار ہو

اے فواد، اے فیصل، اے ابن سعود

کب تلک بل کھاؤ گے مانند دود!

ہاں کرو سینے میں تازہ پھر وہ سوز

پھر پلٹ آئے وہ روز!

خاک بطحا سے کوئی خالدؓ اٹھے

نغمۂ وحدت کا سُر اونچا کرے

سبز تو اے دشت سارے پیڑ ہیں

تیرے مگر

کیوں نہیں اٹھتا تری وسعت سے پھر

کوئی عمرؓ؟

ہیں امیدیں تجھ سے مجھ کو

اے سیہ فاموں کے دیس!

کب تلک یہ زندگی بے ذوقِ سیر!

○ دلدوز: دل ہلانے والی ○ اعصار: عصر کی جمع ○ دود: دھواں ○ بطحا: مکہ ○ سیر: حرکت، جستجو

کب تلک قسمت تری اور دستِ غیر!
ہڈیاں تک میری نالاں ہیں کہ تم
کب بھلا پہچانو گے اپنا مقام!
تم مصیبت سے ہو ترساں؟ کیا نہیں تم نے سنی
یہ حدیثِ مصطفیؐ؟
'ہے جیالوں کے لیے روزِ بلا روزِ صفا'
یار تو یثرب میں ہیں ہم نجد میں
اے ساربان
وہ حدی جو وجد میں ناقے کو لائے
ہے کہاں!
ابر اس دھرتی پہ برسا، گھاس اُگا
اس سے شاید سُست پا ناقہ ہوا
درد سے نالاں ہوں میں
سبزہ ہو جس رہ پہ کم وہ راہ لو'
مست ہے سبزے میں ناقہ،
دوست کی صحبت میں میں
ناقہ تیرے ہاتھ' اور میں دوست کے
ڈھل گئے کہسار پر برگِ نخیل
ہوگئی صحرا میں پانی کی سبیل

○ ترساں: خوف زدہ ○ حدیث: پیغمبر کی بات ○ صفا: صفائی، پاکیزگی ○ برگ: پتے ○ نخیل: کھجور کا درخت
○ سبیل: راہ

دو ہرن اُترے فرازِ کوہ سے
پانی پیا صحرا کے چشمے سے، اٹھائی آنکھ
اور رہرو پہ ڈالی اک نظر
ہو گئی ہے ریگِ صحرا نرم مثلِ پرنیاں
اونٹ کو اب رہ نہیں لگتی گراں
گھِر رہا ہے ابر ہر سو دور دور،
ڈر ہے بارش کا کہ ہم ہیں گھر سے دور
یار تو یثرب میں ہیں ہم نجد میں اے ساربان
وہ حدی جو وجد میں ناقے کو لائے ہے کہاں؟

فلکِ مریخ

(اہل مریخ)

آنکھ اک لمحے کو میں نے بند کی پانی میں
اور گم ہو گیا،
اک نئی دنیا کی جانب پھر سفر
میں نے کیا،
یہ جہاں کچھ اور ہے
اور یاں کے روز و شب الگ
جاں کی رسم ورہ سے تن بیگانہ ہے
تن اسیرِ وقت ہے، جاں وقت سے آزاد ہے
ہے ہماری جان کو منظور سوز
ہر زماں اک روزِ خوش ہے اُس کا روز
وقت کی پرواز اُسے فرسودہ کر سکتی نہیں
ہے یہ عالم روشن اُس کے نور سے
روز و شب گردش میں پیہم اُس سے ہیں
سیر کر اُس کی کہ عالم اُس سے ہیں!
میں نے دیکھا سبزہ زار اور اک
رصد گاہِ بلند
پھینکتی تھی دور بیں اُس کی
ثریا پر کمند!

○ بیگانہ: اجنبی ○ فرسودہ: پرانا ○ رصدگاہ: آبزرویٹری ○ کمند: پھندا، ڈور

میں تھا حیراں کیا ہے یہ
نو آسمانوں کا ہے گنبد یا ہمارا ہی جہاں؟
ڈھونڈتا تھا میں کبھی اُس کا کنارا
یا نظر میں تھی کبھی اُس کی فضا
مرشدِ اہلِ نظر، وہ پیرِ روم
بولے ''یہ مریخ ہے دیکھو اسے
اپنی دنیا کی طرح ہے یاں
طلسمِ رنگ و بو
یاں بھی ہیں شہر و دیار و کاخ و کو
یاں کے ساکن علمِ جان وتن میں ہیں
ہم سے فزوں
ان کے قابو میں زماں بھی اور مکاں
ہر خم و پیچِ فضا ان پر عیاں
خاکیوں کا دل اسیرِ آب و گل
جسم پر حاوی ہے اس عالم میں دل
جاں سے حاصل جسم کو ذوق و سرور
جاں ہی سے غیب و حضور!
جان وتن سے ہے بنا اپنا وجود

○ دیار: ملک ○ کاخ و کو: گلی کوچے ○ فزوں: برتر ○ حضور: سامنا

تن نمودار اور جاں ہے بے نمود
خاکیوں کے واسطے، تن ہے قفس
جاں اس میں قید
جان وتن مریخ میں یکرنگ ہیں
جب کسی کا وقتِ مرگ آتا ہے یاں
اس کا وہ اعلان کر دیتا ہے
اک دو روز قبل
چوں کہ جاں یاں تن کی پروردہ نہیں
اس لیے وہ تن سے وابستہ نہیں،
تن کا جاں میں جذب ہو جانا ہے مرگ
چھوڑ کر جگ آپ اپنے میں اتر جانا
ہے مرگ
چاہیے رک جائیں اس جادو گھڑی
فرصت ایسی کس کو کب قدرت نے دی!''

نمود: ظاہر ہونا ○ خاکی: انسان ○ یکرنگ: ایک

اک مریخی ستارہ شناس کا رصد گاہ سے باہر آنا

ایک بوڑھا مرد جس کے بال تھے

مانندِ برف

عمر ساری علم و حکمت میں ہوئی تھی

جس کی صرف

تیز بیں مغرب کے داناؤں کی مثل

اُس کی نگہ

پیرِ ترسا کی طرح اُس کی قبا

سن رسیدہ، قد میں بالا مثلِ سرو

اور جبیں روشن مثالِ ترکِ مرو

واقف ہر راہ و رسم و ہر طریق

اُس کی آنکھوں سے عیاں فکرِ عمیق

ہم کو دیکھا کھل اٹھا

اور پھر زبانِ فارسی میں یہ کہا

''آدمی، یہ پیکرِ گل

جو پھنسا رہتا ہے ہر دم

یہ ہے کیا اور وہ ہے کیوں، کی کھوج میں

اب یہ لگتا ہے کہ قیدِ پست و بالا سے

وہ آیا ہے نکل

○ پیرِ ترسا: آتش پرستوں کا پادری ○ مرو: خراساں یعنی مشرقی ایران کا ایک شہر ○ فکرِ عمیق: گہری فکر ○ پیکرِ گل: مٹی کا پتلا

اس نے اپنی خاک کو پروازِ بے طیارہ دی
ثابتوں کو خصلت سیارہ دی!''
وہ خیالات اُس کے اور وہ گفتگو
جو روانی میں مثالِ آبجو
محوِ حیرت میں کہ ہے یہ خواب
یا افسوں کوئی!
ایک مریخی کے لب پر اور زبانِ فارسی!
پھر وہ یوں گویا ہوا:
''مصطفیٰؐ کے عہد میں اک ایسا مریخی بھی تھا
ساری دنیا کا سفر جس نے کیا
آنکھ تھی اُس کی جہاں بیں
شوقِ سیرِ خطۂ آدم کا تھا
اُس نے پر کھولے فضا میں اور عرب کا
رخ کیا
مشرق و مغرب میں جو آیا نظر
وہ سب لکھا
میں نے دیکھے ہیں عرب، ایران و افرنگی دیار
میں نے دیکھے سرزمینِ نیل اور گنگا کا دیس،
بہرِ تحقیقِ فلزاتِ زمیں

○ فلزات: دھاتیں

میں گیا جاپان وامریکہ وچیں
جانتا ہوں میں زمیں کے روز وشب
بحر وبر میں کر چکا ہوں واں سفر
آدمی کے کام اور ہنگاموں سے
واقف ہیں ہم
گو ہمارے کام سے خود آدمی
واقف نہیں!''

رومی

میں فلک سے ہوں زمیں سے یہ رفیق
سرخوش وسرمست بے صہبا ہے یہ،
مردِ بے پروا ہے اک، ہے نام اس کا
زندہ رود
مست رکھتا ہے اِسے ہر دم
تماشائے وجود
ہم جہاں میں اور آزادِ جہاں
آ گئے ہیں گھومتے پھرتے یہاں
ہم کو رہتی ہے تلاش جلوہ ہائے نو بہ نو
تم ذرا کچھ دم رفیقِ رہ بنو

○ سرخوش: سُرور کے عالم میں ○ صہبا: شراب

حکیم مریخ

یہ نواحِ مرغدیں ہے، مرغدینِ برخیا
برخیا وہ نام ہے جو حضرتِ آدم کا تھا
فرزِ مرزا اک شخصِ بدکردار تھا
جا کے جو جنت میں آدم سے ملا
اور یہ کہا:
''عمر بھر محکومِ یزداں رہ کے آخر کس طرح
تم اس جگہ آسودہ ہو؟
ایک عالم اس سے اعلیٰ تر بھی ہے
جس کے آگے ہیچ جنت کا سماں
سب جہانوں سے ہے برتر وہ جہاں
اُس کے آگے ماند ہے خود لامکاں
خود خدا کو بھی نہیں اُس کی خبر
میں نے تو دیکھا نہیں عالم کوئی آزاد تر
اس قدر بے دخل ہے اُس کا نظام
واں خدا ہی ہے نہ ہے کوئی کتاب
نے نبی نے جبرئیل،

○ مرغدیں: مریخ کا ایک شہر ○ آسودہ: مطمئن ○ لامکاں: عرش ○ نے: نہ، نا

نے طواف و نے سجود

نے دعا و نے درود!"

سن کے آدم نے کہا

"اے فتنہ پروریاں سے جا

تو اُسی عالم میں رہ جو تجھ کو لگتا ہے بھلا"

چوں کہ آدم نے نہیں کھایا فریب

حق سے، ہم کو یہ نیا عالم ملا

آؤ دیکھیں اس جہاں کا آسماں

یاں کی زمیں

دیکھ لیں رسم و رہ و آئینِ شہرِ مرغدیں

شہرِ مرغدیں کی سیر

مرغدیں، اُس کی عماراتِ بلند

کیا بتاؤں اُس کی بات!

ساکنانِ شہر سب شیریں سخن اور خوبرو

سادہ پوش و نرم خو

فکر اُن کی بے نیازِ اکتساب

کیوں کہ حاصل اُن کو رازِ کیمیائے آفتاب

یعنی سونا اور چاندی

○ آئین: قانون، دستور ○ اکتساب: محنت سے حاصل کرنا

روشنیِ مہر سے پاتے ہیں وہ
بحر کے پانی سے ہم جس طرح پاتے ہیں نمک
خلق کی خدمت ہے اس جا مقصدِ علم و ہنر
کام یاں کرتا نہیں کوئی برائے سیم وزر
کوئی دینار و درم سے بھی یہاں آ گہ نہیں
یہ حرم ہے' یاں بتوں کی
رہ نہیں
یاں مشینیں ہیں نہ ہے اُن کا دھواں
جس سے ہو تاریک سارا آسماں
حاکموں کے ظلم سے
دہقان یاں محفوظ ہیں
آبیاری پر کوئی جھگڑا نہیں
کھیت ہو یا فصل سب دہقاں کی ہے
غیر کی شرکت کا کچھ دھڑ کا نہیں
یاں نہ لشکر ہے نہ کوئی کشت و خوں

○ آبیاری: پانی دینا کھیتوں کو

اور نہ ہتھیاروں کا کوئی کاروبار

اُس قلم کو یاں نہیں حاصل فروغ

جو کرے تحریر و تشہیرِ دروغ

یاں کے بازاروں میں بے کاروں کا مجمع ہے

نہ شور

بھیک منگوں کی صداؤں کا نہیں

کانوں پہ بار

حکیم مریخی

کوئی سائل ہے نہ یاں محروم ہے

کوئی حاکم نے کوئی محکوم ہے

زندہ رود

سائل و محروم ہو یا حاکم و محکوم سب ہی

تابعِ تقدیر ہیں

اور خالق ہے خدا تقدیر کا

جو بدل سکتی نہیں تدبیر سے

○ سائل: مانگنے والا ○ محروم: جسے کچھ نہ ملے ○ خالق: پیدا کرنے والا

حکیم مریخی

سن کہ اک تقدیر سے گر خون ہوتا ہے جگر
تو خدا سے مانگ تقدیرِ دگر
مانگ لینا اس طرح تقدیر نو کا ہے روا
کیوں کہ لاتعداد تقدیروں کا خالق
ہے خدا
ان زمیں والوں نے اپنی بیچ ڈالی ہے خودی
اور یہ نکتہ سمجھ سکتے نہیں
تو اگر بدلے تری تقدیر بھی جائے بدل
خاک ہو گر تو ہوا سے منتشر ہو جائے گا
اور ہوا پتھر تو شیشہ تجھ سے
توڑا جائے گا،
تو ہے شبنم تو تری قسمت میں ہے
افتادگی
اور سمندر ہے تو پھر
پائندگی
ہر زماں گھڑتا ہے تو لات و منات
ڈھونڈتا ہے کیا بتوں سے تو ثبات؟

○ دگر: دوسری ○ افتادگی: گرنا، کمتری، عاجزی ○ پائندگی: پائداری، مضبوطی

اپنی ہی پہچان سے بچنا ہے گر ایماں ترا
خود ترے افکار ہیں زنداں ترا
منحصر ہوں دولت اور افلاس اگر
تقدیر پر
وہ جو مفلس ہیں وہ مفلس ہی رہیں گے
عمر بھر،
یہ تو اصلِ دیں نہیں اے بے خبر
حیف ہے اُس دین پر جو تجھ کو کر دے
محوِ خواب
ایسا دیں تو دیں نہیں افسون ہے
افیون ہے
ہے خبر تجھ کو کہاں سے آئے ہیں
یہ فکر و ذکر و حکمت و ذہنِ رسا
یہ حکیمی، یہ کلیمی، یہ ترا دل
اور اس کے واردات،
گرمیِ گفتار ہو یا شعلۂ کردار
سب کچھ فیض سے فطرت کے ہے
اور خدا فطرت کا ہے پروردگار

○ زنداں: قید خانہ ○ خواب: نیند ○ حکمت: عقلمندی (اسی سے حکیمی) ○ کلیمی: پیغمبرانہ جرأت ○ واردات: تجربے

زندگی کانِ جواہر اور تو اُس کا امیں

مالک نہیں!

طبعِ روشن کا ہے مقصد

خدمتِ خلقِ خدا

خدمتِ خلقِ خدا رسم و رہِ پیغمبری

اس کا بدلہ مانگنا سوداگری،

یہ زمیں، یہ پانی اور مٹی یہ کھیتی

اور یہ ابر

یہ محل، یہ اینٹ پتھر، باغ و راغ

تو سمجھتا ہے کہ یہ تجھ سے ہیں'

تیری مِلک ہیں،

تیری نادانی ہے یہ،

ارضِ خدا ہے

یہ زمیں

آیۂ **لا تفسدو** کو تو نے کیا سمجھا نہیں؟

پیروی شیطان کی کرنے لگا ہے آدمی

جز فساد اس کا نتیجہ کچھ نہیں

حیف اگر کوئی خیانت سے نکالے اپنا کام

○ امیں: امانت دار ○ طبع: فطرت، ذہن ○ راغ: جنگل ○ ارضِ خدا: خدا کی زمین ○ **لاتفرقوفی الارض**: زمین پر فساد نہ پھیلاؤ

وہ مبارک ہے کہ جو حق کی امانت

حق کو دے!

مجھ کو یہ افسوس ہے، اُس شے کو تو

اپنی سمجھتا ہے کہ جو تیری نہیں

ہے زمیں مِلکِ خدا، مِلکِ خدا ہی گر رہے

تیری مشکل کی بھی کھل جائے گرہ،

یہ غریبی اور مسکینی نہیں ٹھہرے روا

مان لے گر تو کہ یاں

ہر شے کا مالک ہے خدا

وہ جو بندِ آب و گل سے جست کر سکتا نہیں،

اپنا شیشہ توڑ لیتا ہے خود اپنے سنگ سے

تو کہ منزل اور رہ میں فرق کر سکتا نہیں

کیسے سمجھے گا کہ ہے ہر شے کی قیمت

اپنے اندازِ نظر پر منحصر

سُن گہر اُس وقت تک ہی ہے گہر

جب تک ہے تیرا متاع

ورنہ اک پتھر ہے، بس

گر نظر بدلے تری تو یہ بدل جائے جہاں

سب بدل جائیں زمین و آسماں

مریخ کی دوشیزہ کا قصہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا

محلوں اور کوچوں کو پیچھے چھوڑ کر

ہم کنارے شہر کے پہنچے، جہاں

اک بڑا میدان تھا اور ایک عورت تھی

ہجوم مرد و زن کے درمیان

خوب صورت اور جواں،

چہرہ روشن اُس کا پر بے نُور جاں

آنکھ بے نم، گفتگو بے سوز تھی،

سینہ جوشِ آرزو و جوش جوانی سے تہی

نور تھی اور بے خبر تھی عشق سے

اور عشق کے آئین سے

جیسے اک چڑیا جسے رد کر دیا ہو

عشق کے شاہین نے

○ بے نور جاں: بے روح ○ بے نم: خشک ○ بے سود: جذبے سے خالی

اُس حکیم نکتہ داں نے پھر کہا ''دوشیزہ یہ

مریخ کی باشی نہیں،

دیس سے افرنگیوں کے فرزمرز

اس کو چرا لایا ہے یاں

اور پڑھایا ہے اُسے

کارِ نبوت کا سبق

کہتی ہے میں آسماں سے آئی ہوں

آخری پیغام ہے جو ساتھ اپنے

لائی ہوں!

مرد و عورت کا مقام

اِس کا ہے موضوعِ سخن

کھول کر کہتی ہے اسرارِ بدن

کیا ہے اس کے پاس تقدیرِ حیات

اب زمیں والوں کے لفظوں میں

بتاتا ہوں یہ بات

مریخ کی نبیہ کا پیغام

اے عورتو، اے ماؤ، بہنو، بیٹیو!

دلبروں کی طرح کب تک زندگی

○ باشی: رہنے والی ○ تقدیر: قسمت اور مقصد

دلبری دراصل مظلومی ہے
محرومی ہے عورت کے لئے
گیسوؤں میں اپنے کنگھی پھیر کر
کر کے سنگھار
ہم سمجھتے ہیں کہ مردوں کو کیا
ہم نے شکار،
مرد لیکن صید بھی ہو جائے تو
صیاد ہے،
گو بہ ظاہر ہے، اسیر اپنا مگر
آزاد ہے،
عشق الفت میں پگھلنا، آہ بھرنا
مرد کا مکر و فریب،
تجھ کو اپنا کر کے تجھ کو مبتلائے درد و غم
کرتا ہے وہ
ساتھ اُس کا کیا ہے؟ آزارِ حیات
زہر وصل اُس کا ہے ہجر اُس کا نبات
مارِ پیچاں ہے وہ، اُس کے زہر سے
خود کو بچانا چاہئے!
زرد، بچے جن کے ہو جاتا ہے

○ صید: شکار ○ نبات: مصری، خوشگوار میٹھی بات

روئے مادراں!
کس قدر پر کیف ہے آزادیِ بے شوہراں!
مجھ پہ پیہم وحی نازل ہو کے تازہ
کرتی ہے ایماں مرا
فن ہے اب اتنی ترقی پر کہ ہم
رحم میں بھی دیکھ سکتے ہیں جنین
اور جائز ہے کہ اُس کو ختم کر دو
رحم میں
(وہ تمہاری حسب خواہش گر نہ ہو)
وہ بھی وقت آئے گا بعد اِس عصر کے
جب کہ بچہ رحم کے باہر تولد ہو سکے،
صبح دیکھے رحم کی شب کے بغیر!
ختم ہو جائے اگر مردوں کی نسل
پاک دامن لالہ ہو، بے داغ اُگے'
بے نیاز قطرۂ شبنم رہے،
ہوں گے ظاہر خود بخود اسرارِ زیست
زندگی کا ساز بھی بے زخمہ ہوگا
نغمہ ریز
ابر نیساں سے کوئی قطرہ نہ لے،

○ مادراں: مائیں ○ جنین: بچہ جو پیٹ میں ہو ○ اسرارِ زیست: زندگی کا راز ○ زخمہ: مضراب جس سے ساز بجاتے ہیں۔ ○ نیساں: ایک مہینے کا نام جس کی بارش کے قطرے سیپ میں موتی بنتے ہیں۔

اے صدف بہتر ہے تو پیاسی مرے
اب اٹھو فطرت سے لڑنا ہے تمہیں
اِس کنیزی سے نکلنا ہے تمہیں
ترکِ ربطِ مرد و زن توحیدِ زن،
کب تلک مردوں پہ تکیہ، خود محافظ
اپنی بن!

رومی

عصرِ نو کا دین و آئیں، یہ ہے دیکھ
حاصلِ تہذیبِ بے دیں،
یہ ہے دیکھ!
زندگی کے واسطے آئینِ عشق
اصل ہے تہذیب کی دیں، دیں ہے عشق
عشق کا ظاہر ہے پر سوز، آتشیں
اور باطن نورِ ربُّ العالمیں!
عشق کے سوزِ دروں سے اور جنوں سے
علم و فن
دین ہے ناپختہ بے آدابِ عشق
اور بغیر صحبتِ اربابِ عشق

○ صدف: سیپی ○ کنیز: لونڈی ○ توحیدِ زن: عورت کی یکتائی ○ ناپختہ: نامکمل، کچا

فلکِ مشتری

حلاج، غالب اور قرۃ العین طاہرہ کی روحیں جنھوں نے بہشت میں قیام پسند نہیں کیا اور گردش جاوداں اختیار کی

میں دل دیوانہ پر اپنے فدا
بخشتا ہے ہر گھڑی جو مجھ کو
ویرانہ نیا
جب ٹھہرتا ہوں تو کہتا ہے کہ اُٹھ،
عاشقوں کے واسطے تو یہ سمندر بھی ہے جھیل
چوں کہ آیات خدا ہیں ان گنت، لا انتہا
ختم ہو سکتا نہیں تیرا سفر اور راستہ
دیکھتی حکمت بھی ہے لیکن
نتیجہ اُس کا ناآسودگی
دیکھنا عرفان کا افزونیٔ ذوق نظر
کارِ حکمت کا ترازو ہے ہنر
کارِ عرفاں کا نظر!

○ ناآسودگی: بے اطمینانی ○ عرفان: معرفت، خدا کی پہچان ○ افزونی، اضافہ، ترقی

دسترس حکمت کی آب و خاک پر،
عرفاں کی جان پاک پر
ایک کے ہاں ہے تجلّی غور کرنے کے لیے
دوسرے کے پاس سینے میں اترنے کے لیے
نو بہ نو جلوؤں کی ہے مجھ کو تلاش
اور نالاں مثلِ نے
کرتا ہوں میں افلاک طے
ایک مردِ پاک دل کا ہے یہ فیض
سوز سے جس کے مجھے بھی
سوزِ جاں حاصل ہوا
رومی اور میں
جو کہ تھے محوِ تماشائے وجود
چل کے آ پہنچے کنارِ مشتری،
مشتری، وہ اک جہانِ ناتمام
چاند جس کے تیز گام
اُس کا شیشہ مے سے خالی تھا ابھی،
آرزو کوئی ابھی جاگی نہ تھی،
چاند اُس کے گرد جو گردش میں تھے
روشنی سے اُن کی مثلِ دوپہر تھی

○ تجلّی: روشنی الٰہی نور ○ تیز گام: تیز گھومتے ہوئے

اُس کی آدھی رات بھی
اور ہوا ایسی تھی اُس کی
جس میں سردی بھی نہیں تھی
اور گرمی بھی نہ تھی
جب نظر کی میں نے سوئے آسماں،
تارے مجھ سے اس قدر نزدیک تھے،
اُن کی ہیبت سے مرے ہوش اڑ گئے
میں نے دیکھیں تین روحیں پاک باز،
ایک آتش سے تھے دل جن کے گداز!
لالہ گوں اُن کی قبا
سوزِ جاں سے اُن کا رخ رخشندہ تھا!
اُن میں سوز گرمیِ روزِ الست
اپنے ہی نغموں سے مست!
مجھ سے رومی نے کہا:
"اس قدر بھی ہوش تو اپنا نہ کھو
دم سے اِن آتش نواؤں کے
تو خود بھی زندہ ہو
اب تلک جو شوقِ بے پروانہ دیکھا تھا
وہ دیکھ
زور جس کا نہ دیکھا تھا وہ دیکھ

گداز: پگھلے ہوئے، نرم ○ رخشندہ: چمکتا ہوا ○ روزِ الست: کائنات کی تخلیق کا دن

غالب وحلاج ہیں یہ اور یہ روحِ طاہرہ،
وہ عجم کی شاعرہ،
شور ہے ان کی نواؤں سے حرم کی روح میں
بخشتی ہیں یہ نوائیں روحِ انساں کو ثبات
اِن کی گرمی گرمیِ سوزِ درونِ کائنات

نوائے حلاج

تو اپنی خاک سے لے آگ جو ہویدا نہیں
کہ شعلہ دوسرے کا لائقِ تقاضا نہیں
نظر جمالی ہے اپنے پہ ، ویسے جلوۂ دوست
ہے ہر جگہ پہ مجھے فرصتِ تماشا نہیں
نہ دوں یہ مصرع نظیری کا ملک ِجم کے عوض
وہ جو کہ کشتہ نہ ہوں وہ مرا قبیلہ نہیں
اگرچہ عقل کے ہمراہ ایک لشکر ہے
تو دل گرفتہ نہ ہو عشق بھی اکیلا نہیں
مقام و راہ سے واقف نہیں ہے تو ورنہ
نہفتہ بربطِ دلبر میں کون نغمہ نہیں
سنا کے ہم کو حکایت نہنگ و طوفاں کی
نہ کہہ کہ ناؤ مری روشناس دریا نہیں
ہوں ایسے رہروِ دقت پسند کا قائل

○ ثبات: استقلال، مضبوطی ○ سوز: تپش ○ ہویدا: ظاہر، موجود ○ تقاضا: خواہش کرنا، مانگنا ○ کشتہ نہ ہوں: مارے نہ جائیں ○ بربط: ساز، باجا

کہ راہ وہ نہ چلے جس میں کوہ و دریا نہیں
شریکِ حلقۂ رنداں ہو پر نہ ہو ہرگز
اک ایسے پیر کی بیعت جو مردِ غوغا نہیں

نوائے غالب

جاوید نامہ میں بعض جگہ اقبالؔ نے دوسرے شعرا کی غزلیں بھی رکھی ہیں۔ ان غزلوں کا میں نے نثر میں ترجمہ کیا ہے کیونکہ ایک تو وہ خود اقبالؔ کی نہیں جن کا ترجمہ میں کر رہا ہوں، دوسرے غزل کا ترجمہ غزل کے فارم میں کرنا اپنے آپ اور پڑھنے والوں دونوں پر ظلم ہے۔ البتہ جہاں کہیں اقبالؔ نے خود اپنی غزل بہ زبانِ خود یا بہ زبان زندہ رود لکھی ہے وہاں میں نے اس کے ترجمے کی جرأت کی ہے۔ (بہ مجبوری) غالبؔ کی یہ معرکۃ الآرا غزل نثر میں کیا آئے گی لیکن چارہ نہیں''

''آؤ کہ آسمان کا محور بدل دیں اور گردش جام سے تقدیر (کی گردش) پلٹ دیں
کوتوالِ شہر بھی اگر زبردستی پر اترے تو پروانہ کریں
اور اگر شاہ وقت بھی تحفہ بھیجے تو قبول نہ کریں
اگر کلیم بھی ہم کلام ہوں تو کوئی جواب نہ دیں
اور خلیل بھی مہمان بننا چاہیں تو ٹال جائیں
جنگ پہ آ جائیں تو گل چیں کو خالی ہاتھ باغ سے نکال دیں

○ غوغا: ہنگامہ ○ کلیم اللہ: جنھوں نے خدا سے کلام کیا یعنی بات کی ○ خلیل اللہ: اللہ کے دوست

اور اگر صلح کی بات ہو تو پھر پرواز کرتے پرندوں کو شاخساروں سے
آشیانوں کو لوٹا دیں

ہم تو حیدری ہیں کیا عجب کہ اگر چاہیں
تو سورج کا رخ بھی مشرق کی طرف پھیر دیں

نوائے طاہرہ

قرۃ العین طاہرہ کی اس غزل کا ہر دوسرا مصرعہ ناقابل ترجمہ ہے اور اگر دوسرا مصرعہ جوں کا توں رہے (سوائے ایک آدھ لفظ کے) تو پھر صرف پہلے مصرعے کا ترجمہ ضروری ٹھہرا

"تجھ کو میں دیکھ لوں اگر چہرہ بہ چہرہ رو بہ رو
غم کا ترے بیاں کروں نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو
میں تری دید کے لئے مثل صبا بھٹکتی ہوں
خانہ بہ خانہ در بہ در کوچہ بہ کوچہ کو بہ کو
تیرے فراق میں مری آنکھ سے خونِ دل رواں
دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو

○ رو بہ رو: آمنے سامنے ○ مو بہ مو: ایک ایک بال، یعنی باریک تفصیل کے ساتھ ○ خانہ بہ خانہ: گھر گھر ○ کو بہ کو: گلی گلی
○ دجلہ: دریا جو عراق سے ہو کر دریائے فرات سے مل جاتا ہے ○ یم: سمندر ○ جو: ندی، نالا

عشق ترا بُنا ہوا میری قماشِ جاں میں ہے
رشتہ بہ رشتہ نخ بہ نخ ، تار بہ تار پو بہ پو
گھومی جو دل میں طاہرہ پایا تجھی کو ہر جگہ
صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا ، پردہ بہ پردہ ، تو بہ تو ! ''

شور کچھ ان عاشقوں کے سوز سے
میرے دل میں بھی اٹھے
کچھ پرانی مشکلیں تازہ ہوئیں
پھر مرے افکار پر شبخوں پڑا
میرے بحرِ فکر میں طوفاں اٹھا
''وقت مت کھو'' مجھ سے رومی نے کہا
''کھولنا گر چاہتے ہو ہر گرہ
کب تلک تم یوں رہو گے اپنے ہی
افکار میں
آخر اسیر
جو قیامت تم میں برپا ہے اُسے
لاؤ بیرونِ ضمیر

○ قماش: کپڑا ○ نخ: دھاگہ ○ پو: پود ○ تار و پود: تانا بانا ○ لا بہ لا: تہہ در تہہ ○ ضمیر: جو خیال دل کے اندر ہے

زندہ رود اپنی مشکلات ارواحِ بزرگ کے آگے پیش کرتا ہے

یہ تمہاری جنت الفردوس سے
دوری ہے کیا؟
جو مقام مومناں ہے اُس سے
مہجوری ہے کیا؟

حلاج

قید جنت کی نہیں ہے
ہم سے آزادوں کو راس
جنتِ ملاّ مے وحور وغلام
جنتِ آزادگاں سیرِ دوام!
جنتِ ملا ہے خورد ونوش اور خواب وسرود
جنتِ عاشق تماشائے وجود!'
شقِ قبر اور صور ہے ملا کا حشر
عشق عاشق کے لیے خود صبحِ حشر
علم کی بیم ورجا پر ہے اساس
نے امید عاشق کے دل میں نے ہراس
علم مرعوبِ جلالِ کائنات

○ مہجوری: جدائی، محرومی ○ سیرِ دوام: مسلسل سفر اور اُس کا لطف ○ شقِ قبر: قبر کا کھلنا قیامت کے روز ○ بیم ورجا: خوف اور امید ○ جلال: مرعوب کرنے والی عظمت

عشق مسحورِ جمالِ کائنات
علم کی وقت اور زمانے پر نظر
عشق اس سے بے نیاز
علم ہے لاچار اور پابستۂ قانونِ جبر
'عشق آزاد و غیور و ناصبور'
ایک پَل سوئے تماشائے وجود
جو ہمارا عشق ہے یہ شکووں سے
بیگانہ ہے
گرچہ حاصل اس کو بھی اک گریۂ
مستانہ ہے
ہم نہیں مجبور اپنے اس دلِ مجبور کے
ہم نہیں گھایل نگاہ حور کے
آتشِ دل کو ہے بھڑکاتا فراق
ہے ہماری جاں کو راس آتا فراق
بے خلش جینا کوئی جینا نہیں
زندگی گذرے تو یوں
جیسے ہو آتش زیرِ پا،
اس طرح جینا ہے تقدیرِ خودی

○ غیور: خوددار ○ ناصبور: بے صبر ○ خلش: چبھن، تڑپ ○ آتش زیرپا: پیر تلے آگ

اس طرح تعمیر ہوتی ہے خودی
انتہائے شوق سے بنتا ہے ذرہ رشکِ مہر
اور سما جاتے ہیں اُس میں نو سپہر
حملہ اس عالم پہ جب کرتا ہے شوق
فانیوں کو جاوداں کرتا ہے شوق!

زندہ رود

گردشِ تقدیر موت اور زندگی
کون جانے کیا حقیقت ہے بھلا
تقدیر کی

حلاج

ہو گیا خود ساتھ جو تقدیر کے
موت بھی، ابلیس بھی اُس سے ڈرے
جبر مردوں کے لیے قوت ہے،
ان کا دیں ہے، کمزوری نہیں
مردِ پختہ جبر سے ہے پختہ تر

○ سپہر: آسمان ○ جبر: تقدیر کے آگے مجبوری ○ پختہ: پکا عقل اور ایمان میں

جبرِ حق میں خام کے آغوشِ قبر

وہ جو خود ہم کو ہلا دے، اپنا جبر

وہ جو دنیا کو ہلا کر رکھ دے وہ

خالدؓ کا جبر

کام مردوں کا ہے تسلیم و رضا

کمزور کے بس کا نہیں!

جاننا ہے تو تو رومی کا مقام

کیا نہیں ہے یاد اُن کا یہ کلام؟

''عہد بایزید میں ایک گبر تھا جس سے ایک نیک مسلمان نے یہ کہا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر تو ایمان لے آئے تا کہ نجات اور سروری تیرے ہاتھ آئے۔ گبر بولا اگر ایمان وہ ہے جو شیخِ عالم بایزیدؒ نے اختیار کیا ہے تو مجھے معاف کرو کہ وہ میرے بس کا نہیں''۔

ہے ہماری زندگی قائم امید و بیم پر

ہمتِ تسلیم ہر اک میں کہاں!

تو جو کہتا ہے کہ جو ہونا ہے ہوتا ہے وہی،

تقدیر ٹل سکتی نہیں

معنیِ تقدیر کیا ہے تو نے سمجھا ہی نہیں

نے خودی ہی تو نے دیکھی نے خدا

○ خام، کچا ○ تسلیم: رضا ○ تسلیم: حکم ماننا

مردِ مومن کا خدا سے ہے نیاز
وہ خدا کے ساتھ اور حق اُس کے ساتھ
عزم اُس کا خالقِ تقدیرِ حق
تیر روزِ جنگ اُس کا تیرِ حق

زندہ رود

کم نگاہوں نے بتا یہ کیا کیا
ایک مردِ حق کو دی ایسی سزا
تجھ پہ تو ظاہر ہے پنہانِ وجود
یہ بتا تیرا گنہ آخر تھا کیا؟

حلاج

میرے سینے میں تھی پنہاں بانگِ صور
ایک ملت جا رہی تھی سوئے گور
مومنوں میں بھی تھی بوئے کافری
لا الہ لب پر مگر خود اپنے منکر آپ ہی
روحِ انسانی جو حکم رب سے ہے
اُس کو یہ بے اصل سمجھے
چوں کہ رشتہ اس کا آب و گِل سے ہے
میں نے بھڑکائی خود اپنے آپ میں
نارِ حیات
وہ جو مردہ تھے بتائے اُن کو
اسرارِ حیات!

○ نیاز: محبت کا تعلق ○ عزم: مضبوط ارادہ ○ بانگ: صدا، آواز ○ گور: قبر ○ منکر: انکار کرنے والا ○ نار: آگ ○ اسرار: راز

ہے خودی پر بس کہ بنیادِ وجودو زندگی
ہے خودی وہ جس میں یکجا
دلبری اور قاہری
ہر کہیں ظاہر خودی، پنہاں خودی
اُس میں مخفی نور بھی اور نار بھی
اُس کے جلووں ہی سے ہے دنیا بھری
ہر زماں در پردہ ہر دل نے
اُسی کی بات کی
جس کسی نے آگ سے اُس کی
نہیں پایا نصیب
خود سے بیگانہ رہا
واقف اُس کے نور سے ایران بھی اور ہند بھی
نار سے لیکن نہیں آگہ کوئی
میں نے نور و نار دونوں سے انہیں
آگہ کیا
بس گنہ میرا یہ تھا
جو کیا تھا میں نے تو نے بھی وہی
اک حشر سا برپا کیا
بس تو بھی ڈر!

○ دلبری: دل لبھانے والی صفت ○ قاہری: طاقت، زور ○ مخفی: چھپا ہوا، پوشیدہ ○ زماں: زمانہ

طاہرہ

ہے گناہِ بندۂ صاحب جنوں
وہ کہ جس سے کائناتِ تازہ
آتی ہے بروں
سارے پردے چاک کردیتا ہے شوق
کہنگی کو دور کردیتا ہے شوق
گو بالآخر دار ہے اُس کا نصیب
چھوٹتا اُس سے نہیں کوئے حبیب
ویسے دنیا سے گزر جاتا ہے وہ
نور رہ جاتا ہے باقی
اُس کا شہر و دشت میں
خود ضمیرِ عصر میں پوشیدہ ہو جاتا ہے وہ
جانے کیسے ایسی خلوت میں سما جاتا ہے وہ!

زندہ رود

اے کہ دردِ جستجو تجھ کو ملا
ایک اپنے شعر کے معنی بتا
''قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ
اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے''

○ بروں: باہر، ظاہر ○ کہنگی: پرانا پن ○ دار: سولی ○ کوے حبیب: دوست کی گلی ○ ضمیر: خیال جو دل میں ہے
○ سوختہ: جلی ہوئی، خاکستری

غالب

نالہ جو اٹھے جگر کے سوز سے

ہر جگہ تاثیر اُس کی میں نے دیکھی ہے جدا

قمری اُس سے سوختہ

بلبل میں رنگ

موت کی آغوش میں یاں ہے حیات

ایک جا یہ زندگی، اک جا ممات!

اس میں صد رنگی بھی بے رنگی بھی ہے

تو نہیں واقف کہ کیا ہے

یہ مقامِ رنگ و بو

یاں تو ہر اک دل کی قسمت ہے

بقدرِ ہائے وہو

رنگ ہو یا کہ ہو بے رنگی

تو اس میں ڈوب یا اُس سے گذر

تاکہ حاصل ہو تجھے سوزِ جگر

○ ممات: موت ○ ہائے وہو: شور غوغا، نالہ و فریاد، جستجو اور تڑپ

○ رنگ و بے رنگی: پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے رنگ سے عشق مجازی اور بے رنگی سے عشق حقیقی مراد لی ہے (شرح، جلد دوم)

زندہ رود

سو جہاں ہیں اِس فضا میں، یہ بتا
اولیا اور انبیا بھی ہیں
ہر اک عالم میں کیا

غالب

غور سے دیکھو اگر تم تو یہاں
ہر گھڑی پیدا ہے اک تازہ جہاں
اور ہو ہنگامۂ عالم جہاں
رحمتہ للعالمیں بھی ہے وہاں!

زندہ رود

کھول کر مجھ کو بتا، ہے فہم میری نارسا

غالب

بات یہ ایسی ہے جس کو فاش کہنا ہے خطا

زندہ رود

گفتگوئے اہل دل کا کیا کوئی حاصل نہیں؟

○ رحمۃ اللعالمین: سارے عالموں کے لیے رحمت

غالب

لب تلک نکتہ یہ آ سکتا نہیں

زندہ رود

تو کہ تجھ میں آتشِ سوزِ طلب

تو نہیں اظہار پر قادر۔ عجب!

غالب

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا

رحمتہ اللعالمینی انتہا!

زندہ رود

میں نے کچھ سمجھا نہیں، ہو تجھ میں گر

آتش تو دے مجھ کو جلا!

غالب

شعر کے اسرار سے واقف ہے تو

میری طرح،

پر یہ باتیں شعر کے بس کی نہیں

شاعروں کی بزم ہے آراستہ

○ قادر: قدرت رکھنے والا، حاوی ○ خلق: پیدا کرنا ○ تقدیر: قسمت جو پہلے ہی سے خدا کے علم میں ہے ○ ہدایت: رہنمائی

لیکن یہاں
ہیں کلیم ایسے جنہیں حاصل
یدِ بیضا نہیں
تو جو مجھ سے چاہتا ہے وہ تو ہے
اک کافری
کافری جو ہے ورائے شاعری

حلاج

جس جگہ بھی ہے جہانِ رنگ و بو،
خاک میں جس کی ہے تخمِ آرزو،
مصطفیؐ کے نور سے اُس کی بہا،
یا ہے اُس کو جستجوے مصطفیؐ

زندہ رود

پوچھتا ہوں تجھ سے میں
گو پوچھنا بھی ہے خطا،
راز اُس جوہر کا کیا ہے
نام جس کا مصطفیؐ؟

○ کلیم یعنی حضرت موسیٰ اور یدِ بیضا کی تشریح پہلے ہو چکی ہے ○ ورائے شاعری: شاعری کی طاقت یا اُس کے دائرے سے باہر ○ بہا: قدر و قیمت ○ جوہر: ہر چیز کی اصل، وہ چیز جو بہ ذات خود قائم ہو

حلاج

اُس کے آگے تو ہے عالم سجدہ ریز
عبدہٗ اپنے کو ہے اُس نے کہا
عبدہٗ ہے فہم سے تیری سوا
کیوں کہ آدم بھی ہے وہ، جوہر بھی ہے
جوہر اُس کا نے عرب ہے نے عجم،
آدمی ہے اور آدم سے سوا
عبدہٗ صورت گرِ تقدیر بھی
اُس میں ویرانہ بھی اور تعمیر بھی
جاں فزا بھی عبدہٗ اور جاں ستاں
ہے وہ شیشہ بھی وہی سنگِ گراں
عبد کچھ ہے، عبدہٗ کچھ اور ہے
عبدہٗ سے دہر ہے اور دہر خود ہے عبدہٗ
ہم سراسر رنگ، وہ بے رنگ و بو
ابتدا رکھتا ہے پر بے انتہا ہے عبدہٗ
عبدہٗ آزاد صبح و شام سے

○ عبدہٗ: اس کا عبد یا بندہ ○ صورت گرِ تقدیر: تقدیر کی تشکیل کرنے والا ○ جاں فزا: حیات بخش ○ جاں ستاں: جان لینے والا ○ دہر: زمانہ، دنیا

کوئی کب واقف ہے اس کے راز سے

عبدہٗ بس راز الا اللہ ہے

لا الہ گر تیغ ہے تو عبدہٗ ہے

اُس کی دھار

فاش کہنا ہو تو 'ھوٗ' ہے عبدہٗ

عبدہٗ چند و چگوں، رازِ درونِ کائنات

بات واضح کر نہیں سکتے یہ بیت

جب تلک سمجھو نہ رمزِ "**مارمیت**"

چھوڑ اِن باتوں کو اب اے زندہ رود

اور ہو جا سر بسر غرق وجود

زندہ رود

عشق کو پہچانتا کم ہوں، بتا

یہ ہے ذوق دید کیا دیدار کیا؟

○ اِلَّا اللہ : اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ○ درون: اندر ○ بیت: شعر
○ حلاج کی بحث تصوف کا نازک مسئلہ ہے۔ دیکھیے شرح یوسف سلیم چشتی
○ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ۔اور جب آپ نے کنکریاں پھینکیں تو آپ نے نہیں بلکہ ہم نے خود پھینکی تھیں (قرآن)

حلاج

چاہیے تجھ کو جو دیدارِ رسولؐ
خود کو کر لے تابعِ حکمِ رسولؐ
زندگی تیری ہو سنت پر ڈھلی
تا کہ ہو مقبول تو مثلِ نبیؐ
پھر نظر اپنے پہ کر، ہے بس یہی
اسرارِ دیدارِ نبیؐ

زندہ رود

کیا ہے دیدارِ خدائے نُہ سپہر
جس کے زیرِ حکم چرخ و ماہ و مہر؟

حلاج

نقشِ حق پہلے تو کرنا حرزِ جاں
پھر اُسے لانا سوئے بزمِ جہاں
نقشِ جاں عالم میں جب ہوگا تمام
دیدِ حق ہو جائے گی دیدارِ عام،
اے خوشا وہ مرد جس کی ایک ہُو
آسمانوں کو کرے زیرِ نگیں

○ دیدار: دیکھنا ○ اسرار: راز ○ نُہ سپہر: نو آسمان
○ حرزِ جاں: عزیز ترین چیز ○ خوشا: خوش، خوش نصیب ○ 'ھو': سوائے خدا کے کچھ نہیں

وائے وہ درویش جو ہوتو کرے

اور پھر کھولے نہ لب، دم سادھ لے

حرفِ حق کو جگ میں پھیلائے نہیں

بس رہے گوشہ نشیں،

مثلِ حیدرؓ جس میں کراری نہ ہو،

خانقہ اور راہبی چن لے جو خیبر

اور سلطانی کو چھوڑ

نقشِ حق رکھتا ہے تو تو یہ جہاں

نخچیر ہے،

ہم عناں تدبیر کی تقدیر ہے

دورِ حاضر چاہتا ہے تجھ سے جنگ

پھیر دے تو نقشِ حق کا اُس پہ رنگ

زندہ رود

نقشِ حق دنیا میں جو رکھا گیا

میں نہیں سمجھا کہ یہ کیسے ہوا

حیدر: حضرت علیؓ ○ کرّاری: بے خوف حملہ کرنے کی صفت جو حضرت علیؓ میں تھی ○ خیبر کو حضرت علی نے فتح کیا تھا ○ نخچیر: زیر کیا ہوا شکار ○ ہم عناں: ساتھی

حلاج

اس کے پیچھے یا ہے زورِ دلبری

یا قاہری

دلبری ہے قاہری سے خوب تر،

اس میں حق ہے کچھ زیادہ

جلوہ گر

زندہ رود

اے کہ تو ہے واقفِ اسرارِ شرق

کیا ہے بتلا زاہد و عاشق میں فرق

حلاج

عالمِ دنیا میں زاہد ہے غریب

عالمِ عقبیٰ میں عاشق ہے غریب

زندہ رود

ہے فنا گر معرفت کی انتہا

تب فنا میں زندگی مضمر ہے کیا؟

○ شرق: مشرق ○ غریب: اجنبی ○ مضمر: پوشیدہ

حلاج

یار جس پر مست ہیں وہ اک تہی پیمانہ ہے
معرفت سے نیستی بیگانہ ہے
نیستی میں ڈھونڈنا مقصود کو
ہے عدم میں ڈھونڈنا موجود کو!

زندہ رود

وہ کہ جس نے
خود کو اونچا نسلِ آدم سے گنا
جام میں اُس کے نہ مے باقی نہ دُرد،
خاک ہیں پر ہے ہماری خاک
گردوں آشنا
نار ہے جو اُس کی آتش ہے کہاں؟

حلاج

وہ، ارے وہ خواجۂ اہلِ فراق
اُس کو تم کچھ مت کہو
وہ ازل کا تشنہ لب خونیں ایاق

○ معرفت: خدا کی پہچان ○ تہی: خالی ○ بیگانہ: نیستی: نہ ہونا ○ فنا: بیگانہ: غیر، ناواقف ○ مقصود: جس چیز کا مقصد ہو
○ عدم: نہ ہونا، نیستی ○ ایاق۔ پیالہ ○ وہ کہ جس نے: ابلیس ○ دُرد: تلچھٹ ○ گردوں: آسمان ○ خواجہ: سردار
○ اہلِ فراق: وہ جو فراق یعنی جدائی میں مبتلا ہیں

ہم ہیں جاہل، وہ حقیقت آشنا
وہ واقفِ رازِ وجود
ہے اُسی کا کفر جس سے ہم پہ یہ عقدہ کھلا
لطف اُٹھنے کا ہے گرنے سے جڑا،
اور ہے گھٹنے سے بڑھنے کا مزہ
عاشقی جلنا ہے اُس کی آگ میں
سوختن بے سود آتش کے سوا
عشق و خدمت میں ہے کیا اُس کا مقام
آدمی اس راز کا محرم نہیں
چاک کر دو پیرہن تقلید کا
تا کہ لو اُس سے سبق توحید کا!

زندہ رود

اے کہ قبضے میں ترے اقلیم جاں
ٹھہر جا صحبت یہ ملتی ہے کہاں!

حلاج

ٹھہرنے دیتا نہیں ہے ذوقِ پرواز
ایک جا
ہر گھڑی دید اور تڑپ ہے اپنا کام
اک سدا پروازِ بے پر، بے مقام

○ سوختن: جلنا

ابلیس کا نمودار ہونا

صحبت ان روشن دلوں کی بس دو دم،
ہیں یہی دو دم مگر
سرمایۂ بود و عدم،
کر دیا ان اک دو لمحوں نے مرے بھی
عشق کو شوریدہ تر
اور عقل کو صاحب نظر
بند کر لی آنکھ میں نے تاکہ یہ
دل میں اتر جائے مرے
یک بیک کیا دیکھتا ہوں میں جہاں تاریک ہے
سب مکاں تا لامکاں تاریک ہے
ایک شعلہ اس اندھیری رات میں
آیا نظر
اور اس شعلے سے مرد پیر اک ظاہر ہوا
تھی سرمئی اُس کی قبا
اک دھوئیں میں غرق پیکر اُس کا تھا

○ پیر: عمر رسیدہ، بوڑھا ○ قبا: پوشاک، لباس ○ پیکر: شکل، جسم

مجھ سے رومی نے کہا

''دیکھ یہ ہے خواجۂ اہلِ فراق

یہ سراپا سوز اور خونیں ایاق

کہنہ اور کم خندہ بر لب، کم سخن
آنکھ تیز اتنی کہ ہے بینائے جاں اندر بدن!
رند بھی، ملاّ بھی، دانشمند بھی
اور خرقہ پوش
مثلِ زاہد کے عمل میں سخت کوش

فطرتاً بیگانۂ ذوقِ وصال

زہد اُس کا تارکِ قربِ جمال

چوں کہ یہ ترکِ جمال آساں نہ تھا

اُس نے ترکِ سجدہ کا حیلہ کیا

اک ذرا دیکھو تم اُس کی واردات

اُس کی ساری مشکلات، اُس کا ثبات

غرقِ رزمِ خیر و شر میں آج تک

سو پیمبر اُس نے دیکھے

○ کہنہ: قدیم: بوڑھا ○ خندہ: ہنسی ○ کم سخن: کم بات کرنے والا ○ رند: شراب پینے والا، آزاد خیال ○ خرقہ: گدڑی، فقیروں کا لباس ○ سخت کوش: سخت محنت کرنے والا ○ تارک: ترک کرنے یا چھوڑنے والا ○ قرب: قربت، نزدیکی ○ حیلہ: بہانہ ○ ثبات: مضبوطی، مستقل مزاجی ○ رزم خیر و شر: نیکی اور بدی کی جنگ

اور کافر آج تک
اُس کے غم نے میرا دل تڑپا دیا
آہ لب تک اُس کے آئی
مجھ کو دیکھا اور کہا:
''یاں عمل میں کون ہے مجھ سے سوا
اس قدر الجھا ہوا ہوں کام میں
جمعہ کے دن بھی مجھے فرصت نہیں
نے فرشتہ کوئی میرا، اور نہ ہے
چاکر کوئی
وحی پہنچانے نہیں ہے میری
پیغمبر کوئی
نے حدیثیں میری نے کوئی کتاب
بن گیا ہوں میں فقیہوں کے لیے
پھر بھی عذاب
ان فقیہوں نے کیا
دیں کو خراب
کعبے کے ٹکڑے کیے
مختلف اس کیش سے ہے میرا دیں

○ فقیہ: فقہ یعنی اسلامی قانون کا عالم ○ کیش: دین مذہب

مذہبِ ابلیس میں فرقے نہیں
پیشِ آدم کر کے سجدے سے حذر
میں نے ہی چھیڑا تھا سازِ خیر و شر
میں وجودِ حق کا بھی منکر نہیں
میرا ظاہر تو ہے یہ، باطن نہیں
دیکھ کر انکار کر دوں
اتنا میں ناداں نہیں!
سامنے اہلِ جہاں کے میرا یہ انکار ہے
اس میں پنہاں پر مرا اقرار ہے
میرے ناگفتہ سے بہتر ہے مگر میرا کہا
قہرِ یزداں دردِ آدم کے سبب
میں نے سہا!
کشت سے میری ہی ہر شعلہ اٹھا
ہو گیا مختار جو مجبور تھا
کر کے خود اپنی برائی آشکار
میں نے بخشا تجھ کو لطفِ اختیار
تو میری گتھی کو سلجھا،

○ حذر: پرہیز، بچنا ○ سازِ خیر و شر: نیکی بدی کا قصہ ○ ناگفتہ: جو کہا نہیں گیا ○ درد: ہمدردی ○ کشت: کھیتی ○ آشکار: ظاہر

جل رہا ہوں، آگ سے
مجھ کو بچا
اے کہ میرے دام میں ہے تو پھنسا
کر کے شیطاں کو گنہ میں مبتلا
تجھ کو جینا ہے تو سُن
باہمتِ کردار جی
اے مرے غمخوار آدم
مجھ سے تو بیگانہ جی!
اس جہاں میں مجھ سے بیگانہ گذر
تا نہ ہو نامہ مرا تاریکِ تر
یاں کوئی صیاد بے نخچیر
ہو سکتا نہیں
جب تلک نخچیر ہے تو، میرے ترکش
میں ہیں تیر
صاحبِ پرواز اگر ہے تو
تو گر سکتا نہیں
صید ہو زیرک تو کچھ صیاد
کر سکتا نہیں"!

○ بیگانہ: الگ، دور

میں نے کہا

''ساری رسموں سے ہے بڑھ کر

ناپسندیدہ طلاق''

بولا ''سازِ زندگی سوزِ فراق

اے خوشا سرمستیِ روزِ فراق!

وصل کی میں بات کر سکتا نہیں

وصل اگر چاہوں تو وہ باقی نہ میں''

وصل کی باتوں نے اُس کو

خود سے بیگانہ کیا

اُس کا سوز و درد پھر تازہ ہوا،

ایک پل اپنے دھوئیں میں غرق اور غلطاں رہا

اور پھر گم ہو گیا

ایک نالہ پھر ہوا اس دودِ پیچاں سے بلند

ہے مبارک جاں کہ ہو جو دردمند

نالۂ ابلیس

اے خدا، اے تیری قدرت میں

صواب و ناصواب

○ سازِ زندگی: زندگی کی ہم آہنگی، خوشگواری ○ سوز: تڑپ، گرمی ○ سرمستی: نشہ، سرور ○ خود سے بیگانہ: آپے سے باہر، بیخود ○ غلطاں: لپٹا ہوا ○ صواب و ناصواب: درست اور نادرست، صحیح اور غلط

صحبتِ اولادِ آدم نے کیا
مجھ کو خراب
حکم سے میرے نہ کی ظالم نے سرتابی کبھی
اُس کی فطرت ہی ہے عاری
جرأت انکار سے
خاک میں اُس کی نہیں ہے
کبریائی کا شرر
صید ایسا ہے کہ خود صیاد کو دعوت جو دے
صید ایسا ہو تو اُس سے الامان والحذر
میری پچھلی طاعتوں کو یاد کر
مجھ کو ایسے صید سے آزاد کر
پست ہمت ہو گیا ہوں اس سے میں
ہائے میں، اے وائے میں!
اُس کی فطرت خام، عزم اس کا ضعیف
میری تو اک ضرب کی بھی تاب لا سکتا نہیں
ایسا حریف
چاہیے مجھ کو تو کوئی بندۂ صاحب نظر
اک حریفِ پختہ تر
یہ تو بچوں کا کھلونا ہے، بھلا

○ سرتابی: حکم نہ ماننا ○ کبریائی: عظمت، بڑائی ○ ضعیف: کمزور ○ حریف: مقابل

کیا کرے گا اس کو لے کر مجھ سا پیر
ابن آدم تو ہے بس اک مشتِ خس
ایک چنگاری ہے مشت خس کو بس
کچھ نہیں عالم میں گر خس کے سوا
آگ اتنی مجھ کو کیوں بخشی بتا!
شیشہ پگھلانا ہے معمولی سا کام
ہاں اگر پتھر کو پگھلائیں
تو پھر کچھ بات ہے!
تنگ اپنی کامیابی سے ہوں میں خود
اے خدا
اب بدل اس کا مجھے کچھ کر عطا
کوئی منکر میرا ہم پلہ کوئی مردِ خدا
مجھ کو خاطر میں نہ لائے
کانپ اٹھوں جس کی نظر سے
ایسا بندہ ہو عطا
جو مجھے یہ کہہ سکے ''بس دور ہو
اب یاں سے جا''!
مجھ کو اب دے ایسا مردِ حق پرست
جس سے میں کھاؤں شکست!

○مشتِ خس: مٹھی بھر گھاس ○ حق پرست: خدا پرست

فلکِ زحل

وہ ذلیل روحیں کہ جنہوں نے ملک وقوم سے غداری کی اور دوزخ نے انہیں قبول نہیں کیا

پیر رومی حق شناسوں کے امام

جن پہ ظاہر راستی کا ہر مقام

بولے ''دیکھ اے آسمانوں کے مسافر

زندہ رود

دیکھ اِس زُنار پوش عالم کو دیکھ

یہ جو حلقہ سا ہے اُس کے گرد یہ

دُم کسی دُم دار سیارے کی ہے

گردش اس کی ست اتنی ہے

کہ لگتی ہے سکوں

حکم سے اُس کے ہے ہر نیکی زبوں

گرچہ تعمیر اس کی آب وگل سے ہے

پر قدم رکھنا زمیں پر اُس کی

مشکل ہے بہت

○ راستی: سچائی ○ زبوں: کمزور، لاچار، بدی، برائی

کوڑے بجلی کے فرشتے ہاتھ میں لے کر یہاں

مارتے رہتے ہیں دُرّے ہر زماں

جس سے جاتا ہے دہل اس کا مدار،

اس کا جہاں

یہ جہاں مردود، ٹھکرایا ہوا

صبح کو بھی یاں ہے منظر شام کا

ہے یہ اُن روحوں کی منزل

جن کو دوزخ بھی نہیں کرتی قبول

یاں نہ ہوگا یومِ حشر

اس زمیں پر ہیں دو تن

شیطاں صفت، ملت فروش

بے ضمیر و نا امید و نامراد

ان سے ملت میں فساد

یعنی وہ ملت کہ کھولی جس نے

قوموں کی گرہ

پھر کھو دیا اپنا مقام

تو تو واقف ہی ہے اُس سے

○ مردود: ٹھکرایا ہوا، ذلیل ○ نامراد: ناکام

وہ زمیں، وہ خطۂ ہندوستاں
وہ ''عزیزِ خاطرِ صاحب دلاں''
جس سے دنیا تھی کبھی روشن
جواب غلطاں ہے خاک وخون میں
ہے پتہ کس نے کیا اس کو غلام؟
تھا انہیں دونوں کا کام
جعفر و صادق کہ نفرت جن سے دوزخ
کو بھی ہے
ایک بنگالی دغاباز ایک غدّارِ دکن
ننگِ آدم ننگِ دیں ننگِ وطن،
دیکھتا جا ان کا تو انجام بھی
اک پل ٹہر''

خونیں سمندر

کیا بتاؤں میں نے کیا دیکھا وہاں
ایک دریا خون کا، طوفان بدوش
ایسا پر ہیبت کہ تن سے

○ قعر: گہرائی

بے خبر تھی میری جاں

تھے ہوا میں سانپ جیسے قعرِ دریا میں مگر

پھن سیہ، پارے کی رنگت بال و پر

موجیں آپس ہی میں تھیں مصروفِ جنگ

خوفناک ایسی کہ ساحل ہی پہ

مر جائے نہنگ

اُن کے حملوں سے نہ تھی ساحل کو

اک دم کی اماں

ٹوٹ کر گرتے تھے اُس میں

ہر گھڑی کوہِ گراں

موج خوں سے موج خوں مصروفِ جنگ

اور ان کے درمیاں

ایک کشتی جس میں تھے دو مرد بیٹھے

زرد رو

''زرد رو، عریاں بدن، آشفتہ مو''

○ نہنگ: مگرمچھ ○ اماں: پناہ ○ عریاں: ننگے ○ آشفتہ مو: بال بکھرے

روح ہندوستان نمودار ہوتی ہے

آسماں تب شق ہوا اور ایک حور
لایزال اُس کی جبیں پر نار و نور
اُس کی آنکھوں میں سرور
پردہ چہرے سے ہٹا، ظاہر ہوئی
تھا لباس اُس کا سبک مثلِ سحاب
جس کی بُنت میں رگ برگِ گلاب
پا بہ زنجیر اپنے سارے حسن اور خوبی کے ساتھ
لب پر اُس کے آہِ سرد
اور نالہ ہائے دردمند
''روح ہندوستاں ہے کر اس پر نظر''
مجھ سے رومی نے کہا
''اس کے نالے سن کے سوزاں ہے جگر''

روح ہندوستاں نالہ و فریاد کرتی ہے

ہند کے ناموس سے بیگانہ ہیں اب ہندیاں
کچھ بجھی سی ہند کے فانوس میں ہے

○ شق ہوا: پھٹ گیا ○ لایزال: بے زوال، لافانی ○ سحاب: ابر ○ برگِ گلاب: گلاب کی پتی ○ ناموس: عزت، نیک نامی

شمعِ جاں

وہ کہ جو محرم نہیں ہے اپنے ہی اسرار کا
کیا بھلا چھیڑے گا اپنے ساز اپنے تار کو
اپنے ماضی پر ہے بس اُس کی نظر
آگ ٹھنڈی اور افسردہ جگر
ہاں اسی کی وجہ سے جکڑے ہیں میرے
دست و پا
ہیں میرے نالے نارسا
بھول کر اپنی خودی، ہے وہ
رسوم کہنہ کے زنداں میں قید
اُس کی ذات اور پات سے ہے آدمیت سرنگوں
ہے عصرِ نو اس سے زبوں
فقر عریانی نہیں اُس سے گذر
فقر سلطانی ہے ہو اُس پر نظر
الحذر دونوں سے خوئے جبر ہو یا
خوئے صبر
جابر و مجبور دونوں کے لیے ہے
زہر جبر

○ محرم: رازداں ○ افسردہ: پژمردہ ○ کہنہ: پرانے ○ سرنگوں: شرمندہ ○ خو: عادت ○ جابر: ظالم ○ مجبور: مظلوم

اِس کو عادت صبر کی تو اُس کو پیہم جبر کی
دونوں بن جاتے ہیں عادی ظلم کے
کاش قوم اس رمز سے واقف رہے
کیسے ہوگی صبح، ہندوستاں کی شب
روحِ جعفر آج تک زندہ ہے جب
روح یہ زندہ کبھی اِس تن کبھی اُس تن میں ہے
گہہ کلیسا سے ہے اُس کا ساز باز
گاہ اُس کو بت پرستوں سے نیاز
اس کا ظاہر کو لباسِ حیدری
اس کا دیں دھوکا دہی سوداگری
رنگ بدلنا دیکھ کر دنیا کا رنگ
اس کا اصول
ہر زماں اُس کا نیا مسجود ہے
آج کل اُس کا وطن معبود ہے
ظاہرا تو دیں کی خاطر دردمند
درحقیقت دیری و زنار بند
ہر بدن میں روحِ جعفر قوم کش
خندہ برلب، مارِ خنداں کی طرح

○ ساز باز: سازش ○ نیاز: دوستی ○ لباس حیدری: حضرت علیؓ کا سا لباس یعنی ظاہری انداز ○ خندہ: ہنسی ○ مارِ خنداں: ہنستا ہوا سانپ

قوم اس سے ٹکڑے ٹکڑے اور تباہ
ہر وہ غارت گر جو وابستہ کسی ملت سے ہے
اصل اس کی جعفر و صادق سے ہے
روحِ جعفر سے خدایا الاماں
جعفرانِ عہد حاضر سے خدایا الاماں!"

قلزمِ خونیں کے ایک کشتی سوار کی فریاد

"ہائے بے مہری مقدر کی کہ اب
نے وجود اپنا ہے باقی
نے عدم کو ہم قبول
جب درِ دوزخ پہ پہنچے
کر کے دنیا سے سفر
آتشِ دوزخ نے ہم کو رد کیا
اور یہ کہا
ہے یہی بہتر کہ ان دو کافروں سے
پاک ہو شعلہ مرا
ہم پر اُس نے ایک مشتِ خاک تک
پھینکی نہیں

○ قلزم: سمندر ○ بے مہری: بے دردی ○ مشتِ خاک: مٹھی بھر مٹی

چل کے پھر تو آسمانوں کے پرے
پہنچے مرگِ ناگہاں کے سامنے
جس نے کہا، جان میرے واسطے اک راز ہے
جاں بچا کر تن کو کرنا ختم میرا کام ہے
چاہتے ہو ختم کردوں میں تمہاری جان کو
یہ مجھ سے ہو سکتا نہیں
جاں بھی ایسی جس کی قیمت
جو کے دو دانے نہیں
جاؤ اپنی راہ لو، یاں سے ہٹو
کام کوئی کیوں کرے ایسا کہ ہو
خود بھی زبوں
موت بھی دیتی نہیں غدار کی
جاں کو سکوں!
اے ہوائے تیز اے دریائے خوں
اے زمیں اے آسمانِ نیلگوں
اے ستارو، ماہتاب و آفتاب
اے قلم اے لوحِ محفوظ اے کتاب

○ مرگِ ناگہاں: یکا یک موت ○ جو: بارلی، حقیر اناج ○ لوحِ محفوظ: وہ تختی جس پر خدا نے سارے انسانوں کی تقدیر اور قرآن حکیم کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا ہے

اے بتانِ غرب و آقایانِ غرب
جن کے قابو میں جہاں بے حرب و ضرب
اس جہانِ بیکراں میں
اول و آخر کوئی جس کا نہیں
کیا کوئی غدار کا مولا نہیں؟
یک بہ یک اٹھی صدائے ہولناک
سینۂ صحرا و دریا جس سے چاک
ربطِ اقلیمِ بدن برہم ہوا
حشر اک برپا ہوا بے بانگِ صور
جوئے خوں میں خاک کے تودے گرے
کوہ پارے ابر کی مانند اڑے
بجلیاں بے تاب ہو، آ ڈوبیں بحرِ خون میں
شور موجوں میں اٹھا
ہر چیز ڈوبی خون میں
یونہی بے پروا سا، سب کچھ دیکھتا
چرخ پر تاروں کا گذرا قافلہ

○ بتانِ غرب: مغرب کے حسین ○ مولا: مالک، مدد کرنے والا

افلاک سے پرے

جرمن فلسفی نطشہ کا مقام

ہر جگہ ہنگمہ٬ موت وحیات

آدمی اس راز سے واقف نہیں

موت میں پوشیدہ ہے پیغام زیست

ہر جگہ ہے مثلِ باد ارزاں حیات

بے ثبات اور باتمنائے ثبات

سو جہانوں سے میں گذرا

تب کہیں

پہنچا بہ حدِ کائنات

ہر جہاں کے چاند تارے رسم و آئیں تھے الگ

ہر جہاں کا وقت دریا کی طرح پیہم رواں

کوئی دھارا تیز و تند اور کوئی ست

سال اک لحظہ کہیں ہے اور کہیں اک ماہ ہے

ہے زیادہ اک جگہ تو کم کسی عالم میں ہے

عقل اگر ہے اک جہاں میں ذو فنوں

○ زیست: زندگی ○ باد: ہوا ○ ارزاں: سستی ○ بے ثبات: ناپائیدار

دوسرے عالم میں وہ خوار وزبوں!
اس جہاں کی سرحدوں کے ختم پر
ایک مردِ دردمند آیا نظر
نالہ کناں
آنکھ عقابوں سے بھی اُس کی تیز تر
اس کا چہرہ شاہدِ سوزِ جگر
دمبدم سوزِ دروں اُس کا
فزوں
شعر یہ اُس کے لبوں پر بار بار
''وہ کفِ خاک آرزو اور سوزِ جاں جس کو ملا
چاہیے اس کو نہ جبریل اور نہ حور اور نے خدا!''
میں نے رومی سے یہ پوچھا
کون دیوانہ ہے یہ؟
''ایک دانائے فرنگی جرمنی کی خاک سے''
مجھ سے رومی نے کہا
''دو جہاں کے درمیاں ہے اس کی جا
اک پرانی داستاں کو اس نے پھر
تازہ کیا
ہے یہ ایک حلاجِ بے دار و رسن

○ نالہ کناں: فریاد کرتا ہوا ○ شاہدِ سوزِ جگر: درد، تڑپ کی شہادت (ثبوت) دیتا ہوا ○ دار و رسن: سولی (رسن: رسی)

جس نے دہرایا نئے انداز سے
حرفِ کہن!
بات بے باک اُس کی فکر اس کی عظیم
کر گئی جو اہلِ مغرب کو دو نیم!
اُس کو لوگوں نے غلط سمجھا بہت
تھا جو مجذوب اُس کو دیوانہ کہا
اور طبیبوں کے سپرد اُس کو کیا
عشق و مستی سے نہ تھے جو بہرہ ور
ہے طبیبوں میں تو دھوکا اور مکر
کیا کرے گا ابن سینا بھی ہو گر
فِصد کھولیگا یا دیگا کوئی خواب آور دوا
وائے وہ مجذوب جو پیدا ہوا
افرنگ میں
ایک حلاج آپ اپنے شہر میں جو تھا غریب
جاں بچی ملاّ سے اُس کی پر ہوئی نذرِ طبیب
مرد رہ داں کوئی مغرب میں نہ تھا
جو کہ رہرو کو بتاتا راستہ
یوں خلل اُس کے خیالوں میں پڑا

○ حرفِ کہن: پرانی بات یعنی منصور اور حلاج اور سولی کا قصہ ○ دو نیم: دو ٹکڑے
○ خواب آور: نیند لانے والی ○ رہ داں: راستہ جاننے والا

وہ کھرا تھا پر زمانے نے اُسے پرکھا نہیں
ایک عاشق تھا، جو گم تھا خود ہی اپنی آہ میں
ایک سالک گم خود اپنی راہ میں
اُس نے مستی میں ہر اک شیشے کو توڑا
اور خدا سے بھی وہ ٹوٹا
اور ٹوٹا خود سے بھی!
اُس نے اِس دنیا میں چاہا دیکھنا
قاہری اور دلبری کا ارتباط
اُس نے چاہا تھا نکلنا آب وگلِ کی قید سے
تا کہ کشتِ دل سے اک خوشہ اُگے
جس کو ڈھونڈا اُس نے وہ تو ہے
مقامِ کبریا
یہ مقام ایسا ہے جو ہے
عقل وحکمت سے ورا
زندگی دراصل ہے شرحِ خودی
لا اور اِلّا ہیں مقاماتِ خودی
لا تلک تو وہ پہنچ پایا مگر
اُس کی اِلّا تک نہیں پہنچی نظر
رہ گیا لا تک ہی بس اُس کا سفر
تھی تجلی اُس کے دل میں

○ سالک: راہ چلنے والا ○ ارتباط: ملاپ، دوستی ○ کشت: کھیت ○ خوشہ: بالی (اناج کی) ○ لا: نہیں، لا الٰہ یعنی نہیں کوئی خدا کا پہلا لفظ ○ اِلّا: سوائے خدا کے، اِلّا اللہ کا پہلا لفظ

اور وہ اس سے بے خبر

جیسے میوے سے شجر

ایسا آدم چاہتا تھا جو اُسے ملتا نہ تھا

اُس نے بے باکانہ یہ پوچھا کہ ہے آدم کہاں

ویسے انسانوں سے وہ بیزار تھا

'مثلِ موسیٰ طالب دیدار تھا'

کاش ہوتا عہدِ سرہندی میں وہ

اک سرورِ سرمدی ملتا اسے

عقل اس کی آپ اپنے سے ہے محوِ گفتگو

اس کو چھوڑو اور اپنی راہ لو

یاں سے آگے ایک آتا ہے مقام

جس جگہ بے حرف اُگتا ہے کلام

جنت الفردوس کی طرف روانگی

پار کر لی میں نے حدِ کائنات

اک نئے عالم میں پہنچا، ایک عالم بے جہات

واں کوئی مشرق نہ مغرب

○ سرہندی: شیخ احمد سرہندی، مجدِدِ الفِ ثانی

واں کوئی دن تھا نہ رات

گل ہوا میرا چراغِ عقل اُس کے سامنے

رہ گیا میں دم بخود

لفظ عاجز ہیں اگر گفتار ہو گفتارِ جاں

قید میں پرواز ہے بے حد گراں!

دل کی دنیا پر بھی ڈالو اک نظر

تا کہ اپنے نور سے روشن ہو آنکھ

کیا ہے دل؟ اک عالمِ بے رنگ و بو

بے چار سو

ہر گھڑی ساکن بھی ہے سیّار بھی

عالم احوال بھی ہے، عالمِ افکار بھی

ہے حقائق تا حقائق سیرِ عقل

سیر دل بے جادہ و رفتار و نقل

عقل میں ہیں

سو خیال اور ایک سے ہے اک جدا

○ نقل: ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا

ایک افلاک آشنا ایک نارسا
کون گردوں آشنا ہے کیا پتا
ہے کھلی یا خواب میں ظاہر کی آنکھ
بے شعاعِ مہرِ بینا دل کی آنکھ!
ہے جہانِ دل سے ملتا اک جہاں
مختلف ہے ہر جہاں سے یہ جہاں
ہے جدا تخلیق اُس کی اور اس کا کن فکاں
ہر گھڑی یہ منقلب پر لازوال
وہم سے باہر مگر پھر بھی عیاں
ہر گھڑی ہے کچھ نیا اُس کا کمال
اُس کا جمال
بے نیازِ ماہ و مہر اس کا جہاں
اس کی پہنائی میں گم نو آسماں
اس سے پہلے ہی کہ جاگے آرزو
غیب میں جو ہے یہاں ہے روبرو

○ کن فکاں: ہوجا پس وہ ہوگئی (خدا کا حکم)، مرادی معنی کائنات ○ منقلب: گردش کرنے والا ○ وہم: خیال، گمان
○ روبرو: سامنے

کیا ہے یہ اس کو بیان کرنے سے قاصر

ہے زباں

بس حضور و نور ہے اور زندگی ہے

یہ جہاں

یاں کے کہساروں میں لالہ

یاں کے گلزاروں میں نہریں ہیں رواں

یاں ہیں غنچے سرخ، نیلے اور سفید

قدسیوں کے دم سے گل کھلتے ہیں یاں

یاں ہوائیں عنبریں ہیں اور پانی مثلِ سیم

قصر ایسے جن کے گنبد ہیں زمرد سے بنے

خیمے یاقوتی جو ہیں زریں طنابوں پر تنے

شاہدانِ دل ربا، آئینے کی مانند

روشن اُن کے رخ

مجھ سے رومی نے کہا ''تم ہو گرفتارِ قیاس

یاں ہیں ساقط اعتباراتِ حواس

یاں عمل کے رنگ ہیں سب

○ قدسی : فرشتے ○ سیم : چاندی ○ شاہد : معشوق، حسین ○ قیاس : اندازہ ،انکل ، منطق ○ ساقط : بیکار

○ اعتباراتِ حواس: جن پر حواس بھروسہ کریں، حواس کے اندازے

دوزخ و جنت ہوں یا یہ قصر ہائے رنگ رنگ'
یاں تجلّی کارفرما ہے نہیں یہ خشت و سنگ
یاں ہیں سب ہی جلوہ ہائے عالمِ جذب و سرور
کوثر و غلمان و حور
زندگی اس جا فقط دیدار ہے
ذوق دید اور لذّتِ گفتار ہے"

قصرِ شرف النسا

میں نے دیکھا ایک قصرِ لعلِ ناب
جس کے آگے سرنگوں تھا آفتاب
اُس کے اونچے بام تھے اور در پہ
حوریں تھیں کھڑی
میں نے رومی سے کہا اے رہنمائے سالکاں
کس کا ہے یہ قصرِ بلند؟
"یہ محل کاشانۂ شرف النساء ہے"
مجھ سے رومی نے کہا
"اِس ہمارے بحر میں اس سا کوئی گوہر نہیں

○غلماں: غلام، امرد○ لعلِ ناب: خالص لعل ○ سالکاں: راہ چلنے والے، مسافر○ کاشانہ: مکان، گھر

اور اِس جیسی کسی ماں کی کوئی دختر نہیں
قبر سے اُس کی، زمیں لاہور کی
ہمسرِ چرخِ بریں
راز سے اُس کے جہاں نا آشنا
وہ سراپا ذوق و شوق و درد و داغ
حاکمِ پنجاب کی چشم و چراغ
روشنیِ دودۂ عبدالصمد
نقشِ فقر اُس کا رہے گا تا ابد
تھی تلاوت شغل اُس کا ہر گھڑی
تا کہ قرآں سے ہو پاکی قلب کی
تھی کمر میں تیغ، قرآں ہاتھ میں
مست عبادت میں تھے اُس کے
جان و تن ہوش و حواس!
خلوت اور تلوار، قرآں اور نماز
اے خوشا جو عمر ہو غرقِ نیاز
وقتِ مرگ آیا تو ماں کی سمت دیکھا
اور کہا
"آپ میرے راز سے واقف ہوں گر
کیجے اس شمشیر و قرآں پر نظر

○ حاکمِ پنجاب: نواب عبدالصمد خان، فرخ سیر کے عہد میں پنجاب کے صوبہ دار (۱۷۱۳ء)۔ ○ دودہ: خاندان
○ خلوت: تنہائی (جس میں عبادت ہو سکے) ○ خوشا: بہت خوب ○ نیاز: عجز، مسکینی، آرزو: محبت

بس یہی اک دوسرے کے ہیں محافظ
دہر میں
کائنات اور زیست کے محور ہیں یہ
بزمِ عالم میں جہاں فانی ہے ہر اک ذی نفس
آپ کی بیٹی کے ساتھی تھے یہی دو اور بس
وقتِ آخر آپ سے کرتی ہوں میں یہ التجا
تیغ اور قرآں نہ ہوں مجھ سے جدا
قبر میری گنبد و قندیل سے ہو بے نیاز
مومنوں کے واسطے ہے تیغ اور قرآن بس
میری تربت کے لیے بھی ہیں یہی سامان بس''
مدتوں شمشیر و قرآں اُس کی تربت پر رہے
اِس جہاں کی بے ثباتی میں یہ قبر
اہلِ حق کے واسطے گویا ہے پیغامِ حیات
پھر مسلماں پر جو گذری، تھا وہ خود اُس کا کیا
شیرِ حق نے حق کو چھوڑا
روبہی پیشہ کیا
تم کو تو معلوم ہے جو کچھ ہوا پنجاب میں
خالصہ شمشیر و قرآں لے گیا
اور مسلمانوں کو اس خطے سے باہر کر دیا''

○ ذی نفس: جان دار ○ شیرِ حق: شیرِ خدا ○ روبہی: گیدڑ پن ○ خالصہ: سکھ یا سکھوں کی فوج

امیر کبیر حضرت سید علی ہمدانی اور ملا طاہر غنی کشمیری کی زیارت

بات رومی کی مجھے تڑپا گئی
آہ پنجاب اور اس کی سرزمیں!
خلد میں بھی مجھ کو یاروں کی تڑپ یاد آ گئی
کہنہ غم جاگے کیا مجھ کو غمیں!
تب ہوئی اک دم کنارِ حوضِ کوثر سے بلند
اک صدائے دردمند
''میں نے تو تنکے اکٹھے کچھ کیے خود کو جلانے کے لیے
ہے گماں گل کو کہ ہیں یہ آشیانے کے لئے'' (غنی)
مجھ سے رومی نے کہا ''بھولو اُسے جو کچھ ہوا
سامنے جو ہے اُسے دیکھو ذرا
دیکھو یہ رنگیں نوا شاعر غنی
جس کا ہے باطن غنی ظاہر غنی
نغمہ خواں ہے پیشِ سالارِ عجم
سید السادات،
وہ معمارِ تقدیرِ امم
جس کے کنبے ہی کے ذکر و فکر سے

○ غنی: مالا مال ○ سالار: سردار ○ عجم: ایران ○ سید السادات: سرداروں کا سردار ○ امم: امتیں: قومیں

درس اللہ ہو غزالی نے لیا

ایک درویش اور سلاطیں کا مشیر

مرشدِ اہل کشیر

خطۂ کشمیر کو تازہ ہنر، تہذیب و صنعت

اور علم اُس نے دیا

بن گیا کشمیر ایرانِ صغیر

جانتے ہو تم کہ اُس کی اک نگہ

کھولتی ہے سو گرہ؟

اٹھو اس کے تیر کو دو دل میں رہ!

شاہ ہمداں کے حضور میں

زندہ رود

یہ خدائی راز کیا ہے کچھ بتا
ہم سے طاعت مانگی اور شیطان کو
پیدا کیا
ہم سے تو نیکی طلب کی اور برائی کو کیا
آراستہ

○ درسِ اللہ ہو: مذہب و تصوف کا سبق ○ کشیر: کشمیری زبان میں کشمیر ○ طاعت: اطاعت، تابع داری ○ آراستہ کرنا: انتظام کرنا، ترتیب دینا

مجھ کو بتلا یہ فسوں سازی

بدی کے ساتھ یہ بازی ہے کیا؟

زیرِ گردوں ایک مشتِ خاک سے

کیا مناسب تھا یہ جو اُس نے کیا

یہ جو اپنے کام اور افکار ہیں

اپنے ہی آزار ہیں

کاٹتے ہیں اپنے ہی دانتوں سے اپنے ہاتھ ہم

شاہ ہمداں

وہ جو اپنے آپ سے ہو باخبر

ڈھونڈ لیتا ہے ضرر میں منفعت

آدمی کے واسطے شیطان کی صحبت وبال

اور اُس سے جنگ آدم کا جمال!

چاہیے ہو اہرمن پر زد تری

تو ہے تلوار اور وہ ہے اس کی سان

تیز ہو شمشیر تیری اور تیری ضرب سخت

ورنہ تو ہے دو جہاں میں تیرہ بخت

زندہ رود

اس زمیں پر کھا رہا ہے آدمی کو آدمی

ایک ملت کی ہے دشمن دوسری

○ آزار: دکھ، بیماری ○ وبال: بوجھ، عذاب ○ جمال: خوبی، حسن ○ اہرمن: بدی کا دیوتا، شیطان ○ تیرہ بخت: بد بخت

دیکھ کر حالات اس خطے کے جاں
جلتی ہے اور، دکھتا ہے دل
ایک خوش فکر و ہنر مند قوم
ساغر جس کا خود اُس کے لہو سے پُر ہے آج
ہو کے جو اپنی خودی سے بے نصیب
آج ہے اپنے وطن ہی میں غریب
اجرت اُس کے کام کی اوروں کے ہاتھ
مچھلی اُس کے آب کی اوروں کے جال
کارواں ہیں جانبِ منزل رواں
ناتمام اُس کے ہیں کام
اُس کا جذبہ سرد، اُس کی آگ افسردہ
غلامی کے سبب
یہ نہ سمجھو قوم یہ ایسی ہمیشہ ہی سے ہے
اک زمانہ تھا کہ یہ بھی صف شکن
جانباز اور جاں دار تھی!
دیکھ کتنی پر فضا ہے یہ زمیں
دید کے قابل ہیں اس کے کوہسار
اس کے چنار

○ افسردہ: بجھی ہوئی، صف شکن: بہادر

جب بہار آتی ہے یاں
تو لعل بن جاتے ہیں سنگ
خاک سے اٹھتا ہے اک طوفانِ رنگ
کوہساروں، وادیوں میں گھومتے
روئی کے گالوں سے لگتے ابر کے
کوہ و دریا اور غروبِ آفتاب
ہے یہاں گویا خدا خود بے حجاب
وہ نسیم صبح، وہ باغِ ''نشاط''
''بشنو از نے'' گنگناتا گھومتا تھا میں وہاں
اک پرندہ میں نے دیکھا کہہ رہا تھا شاخ پر
ہے بھلا کس فائدے کی یہ بہار!
لالہ و نرگس سے ہیں آبادیاں کوہ و کمر
نسترن یاں ہے قمر کے نور سے پاکیزہ تر
مدتوں سے لالہ و گل کی رہی ہے یہ زمیں
پر شہاب الدیں یہاں سے پھر کوئی اٹھا نہیں
ایک دیوانہ تھا واں محوِ سرود
جس نے چھینے مجھ سے میرے صبر و ہوش

○ نشاط: کشمیر کا مشہور باغ ○ بشنو از نے: مثنوی مولانا روم کا پہلا مصرعہ: ''بشنو از نے چوں حکایت می کند'' یعنی بانسری سے سنو کیا کہہ رہی ہے ○ نسترن: ایک خوشبودار پھول ○ شہاب الدین: سلطان شمس الدین کا تیسرا بیٹا' کشمیر کا حکمران ○ محوِ سرود: گیت گانے میں مصروف

”کر نہ مجھ سے نالۂ مستانہ کی اب جستجو
شاخِ گل کیا چیز ہے بس اک طلسم رنگ و بو
لالے کے رخ سے ٹپکتے اوس کے قطرے ہیں جو
ہے کوئی دل یہ جو گریاں ہے کنارِ آبجو
ایک مشتِ پر کہاں یہ اور یہ نغمے کہاں
ہے غنی کی روح یہ گریاں بہ مرگِ آرزو
گر جنیوا سے گذر ہو تیرا اے بادِ صبا
مجلس اقوام سے کہہ دے ذرا یہ بات تو
غیر کے ہاتھوں انہوں نے کشتِ دہقاں بیچ دی
بیچ ڈالا قوم کو اور کتنی ارزاں بیچ دی“

شاہ ہمداں

نکتہ اک باریک کرتا ہوں بیاں
خاک ہے تن اور اک گوہر ہے جاں
جاں کی خاطر جسم کا گھٹنا روا
پاک ہے جاں اور تن بس خاک ہے

○ گریاں: آنسوؤں سے روتا ہوا ○ مرگ: موت، خاتمہ

تن سے کوئی عضو کٹ جائے اگر
جڑ نہیں سکتا وہ پھر بارِ دگر
جاں جو مست جلوہ ہے وہ
ہاتھ سے جا کر بھی گویا ہاتھ سے جاتی نہیں
جان کے جوہر سے ملتی کوئی شئے ہے ہی نہیں
جان قیدِ تن میں رہتی ہے مگر آزاد ہے
گر بچا کر اُس کو رکھیں
جسم ہی میں ختم ہو جاتی ہے وہ
جاں چھڑکنے سے فروغِ انجمن
جانتے ہو کیا ہے جانِ جلوہ مست؟
کیا ہے دینا جان کا؟
جاں کی قربانی تو ہے مشغولِ حق ہونے کا نام
سوزِ جاں سے کوہ پگھلانے کا نام!
جلوہ مستی؟ خود کو پا جانے کا نام
مثل تارے کے چمکنا رات میں
گر نہ پاؤ خود کو تو جینا نہ جینا ایک ہے
خود کو پانا یوں ہے جیسے

○ مستِ جلوہ: خدا کے دیدار سے مست ○ جوہر: اصل ○ مشغول حق ہونا: خدا کی یاد اور عبادت میں مشغول ہونا
○ سوزِ جاں: عشق کی گرمی ○ خود کو پانا: اپنے آپ کو پہچاننا، اپنی خودی کو پانا

بخشا خود کا خود اپنے آپ کو
وہ کہ جس نے خود کو دیکھا
غیرِ خود کو چھوڑ کر
وہ نکل آیا ہے گویا قیدِ زنداں توڑ کر
نیش بھی اُس کو گوارا ہے زیادہ
نوش سے
مثلِ بادِ لرزاں ہے جاں اُس کے لیے
تن کا زنداں آپ خود لرزاں ہے
اُس کے سامنے
اُس کا تیشہ تیشۂ خارہ شگاف
جس سے لیتا ہے وہ دنیا سے
جو ہے اُس کا نصیب
جاں سے گذرے گر تو جاں ہے اُس کی جاں
ورنہ اک دو دم کی جیسے میہماں

زندہ رود

نیک و بد کی بات تو کھولی مگر
پیرِ دانا ایک نکتہ اور ہے

○ نیش: ڈنک، کانٹا، ناگوار چیز ○ نوش: شہد، امرت، گوارا چیز ○ لرزاں: کانپتا ہوا، خوف زدہ ○ تیشہ: کلہاڑی
○ خارہ: شگاف: سخت پتھر توڑنے والا

آپ تو مرشد رہے اہلِ نظر کے
اور شاہوں کے مشیر
مجھ کو بتلائیں ذرا
حکمراں جس کے کہ قبضے میں ہے ملک و تخت و تاج
ہم غریبوں سے وہ لیتا ہے خراج

شاہ ہمداں

اصل میں شاہی وہ مشرق ہو کہ غرب
یا رضائے قوم سے ہے یا بہ ضرب
مجھ سے سن، یہ فاش کہتا ہوں تجھے
صرف دو اشخاص ہیں حقدارِ باج
ایک وہ حاکم کہ جو خود
صاحبِ ایمان ہے
جس کی تائید اور حق میں آیتِ قرآن ہے
دوسرا وہ مرد تند اور تیز صرصر کی طرح
فاتح و کشور کشا

○ شاہوں کے مشیر: شاہ ہمداں کی تصنیف کتاب الملوک کی طرف اشارہ۔ ○ غرب: مغرب ○ ضرب: مار، زور یا جنگ
○ آیت قرآن اَطِیْعُوا اللہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُم ○ کشور کشا: ملک فتح کرنے والا

پر خود سے مصروف ستیز

جنگ ہو تو اُس کا شیوہ قاہری

صلح ہو تو دلبری

ملک بِک سکتے ہیں پر شاہی کہیں

بکتی نہیں

ہر دکانِ شیشہ گر پر جامِ جم ملتا نہیں

شیشہ گر کا مال شیشہ ہے فقط

ٹوٹنا شیشے کا پیشہ ہے فقط

غنی

کس نے ہندوستان کو یہ ذوقِ آزادی دیا؟

صید کو سودائے صیادی دیا؟

وہ برہمن زادگانِ زندہ دل

جن کے رخ سے لالۂ احمر خجل

نکتہ رس اور پختہ کار و سخت کوش

جن سے افرنگی صفوں میں اک خروش

○ ستیز: لڑائی، جنگ ○ قاہری: سختی، زور ○ دلبری : نرمی ○ پیشہ: دستور، قاعدہ ○ صید: شکار ○ صیاد: شکاری ○ برہمن زادگان: نہرو کا خاندان ○ احمر: سرخ ○ خجل: شرمندہ ○ نکتہ رس: عقل مند ○ خروش: ہلچل، پریشانی

اصل ان کی ہے ہماری خاک سے

یہ ستارے ہیں اسی کشمیر کے!

گر سمجھتے ہو ہماری خاک کو تم بے شرر

اپنے اندر جھانک کر دیکھو ذرا

اندروں پر اپنے اک ڈالو نظر

اور کہو یہ سوز تم میں کس کا ہے

یہ دمِ بادِ بہاری فیض آخر کس کا ہے

یہ ہوا وہ ہے کہ جس کے فیض سے

رنگ و بو اس جا کے کہساروں میں ہے

ہے پتہ؟ جھیلِ ولر میں ایک روز

کہہ رہی تھی موج سے اک اور موج

''کب تلک ٹکرائیں ہم باہم دگر

اُٹھ کہ اب ساحل ہی سے ٹکرائیں سر

ہم سے جو نکلی ہے یہ جوئے کہن

پُر ہیں جس کے شور سے کوہ و دمن

پتھروں سے راہ کے ہر لحظہ ٹکراتی ہے وہ

اور بنیادیں پہاڑوں کی بھی دہلاتی ہے وہ

○ شرر: شعلہ ○ دمِ بادِ بہاری: بادِ بہار کا جھونکا ○ جوئے کہن: قدیم ندی

وہ جواں جس نے کہ پائی فتح شہر ودشت پر
پرورش میں اس کی سو ماؤں کا دودھ
دبدبے سے اُس کے اک محشر بپا
سچ تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ
ہم سے ہے
دوسروں کا اس میں کچھ حصہ نہیں
یوں حدِ ساحل میں جینا ہے غلط
ساحل اپنی رہ کا پتھر ہے فقط
گرچہ ہیں ہم یوں ہی غلطاں صبح وشام
ہے مگر ساحل سے سمجھوتا بھی اک
مرگِ دوام
زندگی جولاں ہے کوہ ودشت میں
جو نکل جاتی ہے ساحل سے
مبارک ہے وہ موج''
تو کہ پڑھ لی تو نے سیمائے حیات
اور دیا مشرق کو غوغائے حیات
اس کا تیری آہ سے بریاں جگر

○ محشر: شور، ہنگامہ ○ وہ جواں: شہاب الدین (دیکھئے حوالے) ○ جولاں: دوڑ میں مصروف ○ مصرعہ (۶) میں تو سے مراد اقبال ○ سیمائے حیات: زندگی کی علامت ○ غوغا: شور، حرکت ○ بریاں: پرسوز

جس سے تو بیتاب، ہم بیتاب تر
اے کہ تجھ سے ہے، چمن میں ہائے وہو
تیرے اشکوں سے ہے سبزے کا وضو
اے کہ تیری طبع سے گل کی کشاد
تیری ہی امید سے، ہم پُر امید!
کارواں کے واسطے مثلِ جرس تیری صدا
تو ہے اس خطے سے نا امید کیا؟
یاں ابھی سینوں میں دل مردہ نہیں
یخ تلے آگ اُن کی افسردہ نہیں
ٹھہر جا۔ بے صورِ اسرافیل کے
قوم اک اُٹھے گی خاکِ قبر سے
غم نہ کر اے بندۂ صاحب نظر
آہ سے اپنی جلا دے خشک و تر
جل گئے ہیں شہر تک سوزِ دلِ درویش سے
سلطنت اک بلبلہ ہے توڑ سکتے ہیں اسے
اک پھونک سے
ہے نوائے شاعراں میں

○ سبزے کا وضو: سبزے کی پاکی اور تازگی ○ کشاد: کھلنا ○ جرس: گھنٹے کی آواز ○ یخ: برف کی سل

قوتِ تعمیر و تخریبِ امم

تیرے نشتر کی خلش ویسے دلوں میں ہے مگر
پھر بھی لوگوں نے تجھے سمجھا نہیں
تو کہ اپنی شاعری میں ہے چھپا
ہے ورائے شاعری تیرا کہا!
تازہ اک ہلچل مچا فردوس میں
ہاں سنا دے اپنی مستانہ نوا فردوس میں

زندہ رود

ہاں نشۂ درویشی ہر گاہ دمادم کر
پختہ ہو تو حملہ کر پھر سلطنتِ جَم پر
ارشاد ہوا عالم کیا تجھ کو یہ راس آیا؟
انکار کیا میں نے، فرمایا کہ برہم کر
میخانوں میں شائستہ ساتھی نہ ملا کوئی
ہم پیالۂ رستم ہو ان مغ بچوں سے رَم کر
اے لالۂ صحرائی تنہا نہ جلا کر یوں
یہ داغ جگر تیرا ہو سینۂ آدم پر
تو سوزِ دروں اس کا تو گرمیِ خوں اس کی

○ امم: امّت کی جمع، قومیں ○ ورائے شاعری: شاعری سے پرے ○ نوا: آواز، نغمہ ○ جم: جمشید ○ مغ بچے: مے فروش لڑکے ○ رم کرنا: بھاگنا، بچنا

باور جو نہیں تجھ کو شق سینۂ عالم کر

ہے عشق تو جامِ مے محرم ہو تو لطف اس کا

ہے عقل چراغ اس سے تاریکیِ رہ کم کر

آنسو نہیں یہ میرا لختِ دلِ پر خوں ہے

اس لعلِ بدخشاں کو تو زینتِ خاتم کر

شاعر ہندی برتری ہری سے ملاقات

قصر اور خیموں میں حوریں تھیں مقیم

جھانکتی تھی کوئی خیمے سے

دریچے سے کوئی

دردِ دل اپنا کیا فردوس میں

میں نے عیاں

واں کیا ذکرِ غم و دردِ جہاں

مسکرا کر زیرِ لب مجھ سے یہ رومی نے کہا

"دیکھ اے افسوں گرِ ہندوستاں

نکتہ آرا شاعرِ ہندی کہ ہے

فیض سے جس کی نظر کے قطرۂ شبنم گہر

نام اس کا بھرتری

○ باور کرنا: یقین کرنا ○ شق کرنا: کھولنا، چاک کرنا ○ لختِ دل: دل کا ٹکڑا ○ لعل بدخشاں: بدخشاں کا لعل جو بہت سرخ اور قیمتی ہوتا ہے ○ خاتم: انگوٹھی ○ افسوں گر: جادوگر، شاعر ○ نکتہ آرا: باریک باتوں سے اپنے کلام کی آرائش کرنے والا ○ گہر: موتی

فطرت اس کی جوں سحابِ آذری
غنچۂ نورس ہی صرف اُس نے چنے
گلزار سے
تیرے نغمے نے ادھر کھینچا اُسے
بادشہ ہے اور فقیرِ درمند
شاعری میں بھی مقام اُس کا بلند
نادر اُس کی فکر اور اُس کا بیاں
اُس کا ہر اک حرف معنی کا جہاں
زندگی کے راز کا محرم ہے وہ
جامِ جم ہے شعر اُس کا جم ہے وہ"
ہم اٹھے تعظیم کی اُس کے ہنر کی
اور اُس سے گفتگو آغاز کی

زندہ رود

اے کہ کھولے تو نے ہم پر نکتہ ہائے دلنواز
اور مشرق کو کیا دانائے راز
شعر میں یہ سوز آتا ہے کہاں سے
یہ بتا
اس کا سرچشمہ خودی ہے یا خدا

○ سحابِ آذری: وہ ابر جس میں آگ ہو یعنی سوز اور نرمی کا مجموعہ ○ نورس: تازہ ○ جامِ جم: جمشید کا جام جس میں وہ ساری دنیا کو دیکھ سکتا تھا ○ دلنواز: دلکش ○ سرچشمہ: منبع، اصل

بھرتری ہری

کون دے سکتا ہے شاعر کا پتہ
اُس کو گم رکھتی ہے خود اُس کی نوا
اِس قدر بے چین دل رکھتا ہے وہ
سامنے یزداں کے بھی
اُس کو نہیں ملتا قرار
لذتِ جاں ہے ہماری جستجو
ہے یہ سوزِ شعر، سوزِ آرزو
تو کہ ہے مستِ سخن
گر ہو مقام آرزو تجھ کو عطا
شعر تیرا چھین لے، دل حور کا

زندہ رود

ہند میں دیکھا ہے میں نے پیچ و تاب
وقت ہے اب سرِ حق ہو بے حجاب

بھرتری ہری

یہ خدایانِ کہن کیا ہیں محض سنگ و خشت
بے خبر ہستیِ برتر سے ہیں یہ دیر و کنشت
سجدہ بے ذوقِ عمل خشک ہے بے حاصل ہے
زندگانی تو ہے کردار وہ زیبا ہو کہ زشت

○ نوا: آواز، کلام ○ پیچ و تاب: بے چینی، تڑپ ○ سرِ حق: خدا اور سچائی کا راز ○ ہستیِ برتر: زیادہ اونچی ہستی یعنی خدا
○ دیر: بت کدہ ○ کنشت: آتش کدہ، یہود یا عیسائیوں کی عبادت گاہ ○ زیبا: اچھا ○ زشت: خراب

تجھ سے وہ کہتا ہوں ہر اک نہیں واقف جس سے
وہ مبارک ہے کہ جو کر لے اسے دل پہ نوشت

یہ جو عالم ہے نہیں اس پہ اثر یزداں کا ،
ہے تجھی سے یہ جو ہوتا ہے یہاں خوب و زشت

کرلے تسلیم تو قانونِ مکافاتِ عمل
کہ عمل ہی سے ہیں سب دوزخ و اعراف و بہشت

(ترجمہ بھرتری ہری سے)

سلاطین مشرق کے محل کی طرف روانگی

(نادر۔ابدالی۔ٹیپو سلطان)

بھرتری کی بات دل میں کھب گئی
روح افزا تھی نوائے بھرتری
مجھ سے رومی نے کہا
اب چشم دل بیدار رکھ
حلقۂ افکار سے باہر نکل
ہو چکا ہے بزمِ درویشاں میں تو تیرا گذر
اک نظر کاخِ سلاطیں پر بھی کر
یاں ہیں وہ شاہانِ مشرق جو کہ تھے
فخرِ ایراں، فخرِ افغان ودکن

○ کرلے نوشت: لکھ لے ○ خوب وزشت: اچھا برا ○ مکافاتِ عمل: عمل کا نتیجہ یا بدلہ ○ کاخ: محل

دیکھ ان کی انجمن

یہ ہے نادر، اتحاد اس کا پیام

سب مسلمانوں کے نام

اور ابدالی، کہ افغانوں کو بخشی

جس نے ملت کی اساس

اور وہ سلطاں

وہ شہیدانِ محبت کا امام

''آبروئے ہند و چین و روم و شام''

نام اُس کا مہر سے تابندہ تر

اُس کی خاکِ قبر مجھ سے اور تجھ سے

زندہ تر

اُس نے رازِ عشق افشا کر دیا

جان دی اور کتنی مشتاقانہ دی

اُس کا جذبہ حاملِ جذبِ حسینؓ

اُس سے چھوٹا یہ جہانِ ہفت روز

نوبت اُس کی پردکن میں ہے ہنوز''

فکر میری اور میرے لفظ خام

○ اساس: بنیاد ○ تابندہ تر: زیادہ چمکدار ○ افشا: ظاہرہ ○ مشتاقانہ: شوق سے ○ جذب: محویت ○ نوبت: جو آج بھی سرنگاپٹنم میں بجائی جاتی ہے

کہہ نہیں سکتا کہ کیا تھا وہ مقام
زندہ اور دانا و بینا اُس کے جلوؤں کے سبب
نوری تھے سب
قصر تھا واں ایک جس کے
سنگِ فیروزہ کے تھے دیوار و در
آسماں جیسے کہ آیا ہو اُتر
تھا بلند اتنا کہ جس کا کر نہیں سکتے حساب
تھا تصور جس کے آگے سرنگوں
تھے گل و سرو و سمن اور سبزہ زار
گویا تصویرِ بہار
اُس جگہ ذوقِ نمو تھا اس قدر
ہر گھڑی تھا اک نیا ہی رنگِ گل، رنگِ شجر،
تھی صبا کی واں عجب جادوگری
زرد تھا پل میں تو پل میں احمری
ہر طرف فوارے تھے اور چہچہے
تھی اُس اونچے قصر میں ایک بارگاہ
جس کا ہر ذرہ تھا مثلِ آفتاب
سرخ پتھر کی بنی تھی اُس کی چھت
اس کے دیوار و ستوں
سبز پتھر کا تھا فرش

○ نوری: فرشتے ○ فیروزہ: نیلے رنگ کا قیمتی پتھر ○ سرنگوں: سر جھکائے ○ احمری: سرخ

دونوں جانب تھی کھڑی
حوروں کی صف
بیچ میں رکھا تھا اک سونے کا تخت
جس پہ تھے بیٹھے ہوئے
شاہانِ ذی شاں ذی حشم
رومی، وہ آئینۂ اخلاق وطرزِ دلبری
بات کی آغاز، بولے:
''شاعرِ مشرق ہے بلکہ ساحرِ مشرق ہے یہ
اہلِ مشرق کو تڑپ دی جس نے یہ وہ فرد ہے
فکر باریک اس کی، جاں پُر درد ہے''

نادر

نکتہ سنجِ مشرقی! خوش آمدید!
اے کہ تجھ کو زیب دیتی ہے زبانِ فارسی
کچھ خبر ایران کی ہم کو سنا
راز کے محرم کو کوئی راز کی باتیں بتا

زندہ رود

آنکھ تو ایراں نے کھولی ہے مگر
پھنس گیا ہے دام میں اک سر بسر

○ ذی حشم: ساز و سامان اور خدمت گاروں کے مالک

جس نے کی تہذیب پیدا، ہے گرفتارِ فرنگ
"کشتۂ نازِ بتانِ شوخ وشنگ"
بن گیا ہے آج وہ وارفتۂ ملک ونسب
ذکر ہے شاپور کا اب اور تحقیرِ عرب
اس کے روز وشب ہیں خالی
کوئی سرگرمی، نہ کوئی واردات
ڈھونڈتا ہے کہنہ قبروں میں حیات
ہے وہ وابستہ وطن سے خود سے دور،
ذکرِ رستم کا زیادہ ہے علیؓ کے ذکر سے
نقش ہے اُس کو قبولِ افرنگ کا
سرگذشت اُس کی، قلمِ افرنگ کا
وہ قدیم ایراں، وہ دورِ یزدجرد
چہرہ جس کا زرد، جس کا خون سرد
کہنہ اُس کے دین وآئین ونظام
کہنہ اُس کے صبح وشام
خاک اُس کی بے شرر تھی
اُس کا پیمانہ تہی
انقلاب اک پھر کسی صحرا سے آیا

○ شاپور: ایران کا ایک بادشاہ ○ تحقیر: تذلیل، گرانا، ہیچ سمجھنا ○ واردات: واقعات، تجربات ○ یزدجرد: اسلام کے آنے سے پہلے ایران کا آخری بادشاہ ○ آئین: قانون ○ کہنہ: پرانا

جس نے بخشا اُس کو تازہ ولولہ

وہ ہے باقی اب بھی اور

رخصت جہاں سے رومۃ الکبریٰ ہوا

مردِ صحرائی نے بخشی زندگی اُس کو نئی

اور پھر صحرا کی اپنے راہ لی

عصرِ نو کے کر کے ساماں

دور کر کے کہنگی رخصت ہوا

بھول کر یہ سارا احسانِ عرب

بندۂ افرنگ ہے ایران اب

ناصر خسرو علوی کی روح نمودار ہوتی ہے اور ایک مستانہ غزل سنا کر غائب ہو جاتی ہے

مرکبِ تیغ و قلم ہیں ہاتھ میں تیرے اگر

مرکبِ تن تیز پا ہو یا نہ ہو، کچھ غم نہ کر

ناروں سے جس طرح نکلی ہے نار اور اُس سے نور

ویسے ہی تیغ و قلم کی نوک سے نکلا ہنر

ہو قلم یا تیغ بے قیمت ہیں سب دیں کے بغیر

ہاتھ میں بے دین کے تیغ و قلم ہیں بے اثر

○ مردِ صحرائی: عرب ○ مرکب: وہ چیز جس پر سواری کریں ○ مرکبِ تن: جسم کا گھوڑا ○ نارون: انار کی ایک قسم جو بہت سرخ ہوتا ہے۔ پروفیسر چشتی نے اپنی شرح میں اُسے درختِ آتش یعنی آگ کا درخت لکھا ہے

ہاتھ میں دانا کے دیں اونچا ہے اور ناداں کے پست
دین کی پہچان سے قاصر ہے ناداں کی نظر
دین اُس کے پاس اک کپڑا کہ جس کا ایک نصف
الیاس کا کرتہ ، یہودی کا کفن نصفِ دگر

ابدالی

قوم جس نے سلطنت آغاز کی
اپنے دشت وکوہ میں پھر جا چھپی
آگ کہساروں سے جو اُس کے اٹھی
اُس سے وہ نکلی کہ اُس میں جل گئی؟

زندہ رود

متحد ہونے کی کوشش میں ہیں قومیں اور یہاں
بھائی سے بھائی ہے مصروفِ ستیز
ہے حیات افغانیوں کی سارے مشرق کی حیات
قوم کا بچہ بھی یاں کرتا ہے لیکن
جنگ کی بات
بے خبر اپنی ہی استعداد سے
بے خبر اپنے ہی امکانات سے

○ ستیز: لڑائی، دشمنی ○ استعداد: صلاحیت

دل تو رکھتا ہے پہ غافل دل سے ہے
دور تن سے تن ہے اور دل، دل سے ہے
راہرو یہ بے خبر منزل سے ہے
اُس کی جاں آگہ مقاصد سے نہیں
ہاں مگر اک شاعرِ افغاں شناس
کہہ دیا اُس نے جو دیکھا بے ہراس
وہ حکیم ملتِ افغانیاں،
وہ طبیب علتِ افغانیاں،
قوم کا راز اُس نے پایا
اور یہ طنز اُس نے کیا
''اونٹ پاتا ہے کوئی افغان اگر
پیٹھ پر جس کی لدا ہو سیم و زر
اُس کی گھنٹی ہی سے ہو جاتا ہے خوش
سونے چاندی کا خزانہ چھوڑ کر''

ابدالی

دل سے فطرت میں ہے پیدا پیچ و تاب
دل سے بیداری ہے اور دل ہی سے خواب

○ آگہ: واقف ○ شاعرِ افغاں شناس: خوشحال خاں خٹک جو افغان قوم کو پہچانتا تھا ○ بے ہراس: بلا خوف ○ علت: مرض ○ بیداری: ہشیاری ○ خواب: غفلت

مرگِ دل سے تن دگرگوں اور زبوں
ہو پسینہ بھی اگر تن کا تو بن جاتا ہے خوں
ہو خرابی دل میں تو تن ہیچ ہے
فکر دل کی چاہیے تن کی نہیں
ایشیا ہے ایک پیکر، اک جہانِ آب وگِل
ملتِ افغانیاں اس میں ہے دل
ہے فساد اُس کا فسادِ ایشیا
اور کشاد اس کی کشادِ ایشیا
دل ہو گر آزاد تن آزاد ہے
ورنہ بس اک گھاس کا تنکا ہے اور برباد ہے
تن کی مثل اک دل کا بھی آئین ہے
بغض سے مردہ ہے، زندہ دیں سے ہے
قوت دیں اک عطا وحدت کی ہے
اور یہی وحدت بنا ملت کی ہے
قوتِ مغرب نہ یہ چنگ و رباب
اور نہ رقصِ دخترانِ بے حجاب
ساقِ عریاں اور کٹے بالوں سے یہ قوت نہیں

○ زبوں: خراب، تباہ ○ پیکر: جسم ○ کشاد: فتح، ترقی ○ آئین: قانون، اصول ○ عطا: دین ○ بنا: بنیاد ○ ساق: پنڈلی

اور نہ رسم خط نہ لادینی سے ہے
قوت افرنگ علم وفن ہے اوران کا دماغ
روشن اِس آتش سے ہے اُن کا چراغ
علم وضع وقطع اور جامہ نہیں
حائل اس کی رہ میں عمامہ نہیں
ہے یہ ایسی راہ جس میں چاہیے فکر ونگاہ
فکر ہو تیری اگر چالاک۔ بس
تجھ کو حاصل ہے اگرادراک۔ بس
رات بھر بیٹھے اگر پیشِ چراغ
تب کوئی پاتا ہے حکمت کا سراغ
ملکِ معنیٰ جس کی کوئی حد نہیں
وہ بنا کوشش کے ہاتھ آتا نہیں!
مستِ مغرب ہو گئے ہیں ترک خود کو بھول کر
شہد شیریں وہ سمجھتے ہیں فرنگی زہر کو
چھوڑ دی ترکوں نے تریاقِ عراق
کیا کہے کوئی
خدا ہی اب کرے اُن کی مدد

○ جامہ: لباس ○ ادراک: عقل ○ حکمت: علم اور عقلمندی ○ ملکِ معنی: علم وحکمت کی دنیا ○ تریاق: زہر کا توڑ ○ عراق سے یہاں مراد وہ جگہ جہاں سے اسلام پھیلا

دیکھ کر اوروں کو جب اُن کو ہوا
شوقِ نمود
اہلِ مغرب سے لیا رقص و سرود
نقدِ جاں اپنی گنوائی عیش میں
علم تھا دشوار، عیش آسان تھا
چونکہ فطرت میں تن آسانی تھی اُن کی
وہ جو تھا دشوار چھوڑا، سہل کو اپنا لیا
جستجوے سہل میں رہنا سدا
ہے علامت جاں سے خالی تن ہوا

زندہ رود

جانتے ہو کیا ہے تہذیبِ فرنگ؟
اس کی دنیا میں ہیں سو فردوسِ رنگ!
ظاہری جلوؤں سے اُس کے
خانماں برباد ہیں
شاخ و برگ و آشیاں برباد ہیں
دیکھتی ہے آنکھ جو اُس پر پھسل جاتا ہے دل
آگے اِس بتخانے کے جلوؤں کے جھک جاتا ہے دل
کون کہہ سکتا ہے یہ مشرق کی ہے تقدیر کیا
اُس کی اِس ظاہر پرستی کی ہے اب تدبیر کیا؟

○ نمود: نمائش ○ فردوسِ رنگ: رنگوں کی جنت ○ خانماں: گھربار

ابدالی

قسمتِ مشرق پہ اب قادر ہے جو
پہلوی کا عزم ہے یا ہمتِ نادر ہے وہ
پہلوی وہ وارثِ تختِ قباد
عقدۂ ایراں کی تھی جس سے کشاد
اور نادر نقش بندِ ملتِ افغانیاں
سرمایۂ درّانیاں
جس کا دل دین و وطن کے واسطے تھا غم زدہ
لے کے لشکر کوہساروں سے اٹھا
وہ سپاہی اور سپہ گر اور امیر
دشمنوں کے واسطے فولاد یاروں میں حریر
میں فدا اُس پر کہ سمجھا اُس نے
اپنے آپ کو
پالیا رازِ فریبِ عصرِ نو
اہلِ مغرب کا ہے شیوہ ساحری
ہے بھروسہ اُن پہ کرنا کافری

○ قادر: قدرت یا قابو رکھنے والا ○ پہلوی: رضا شاہ پہلوی ○ عزم: ارادہ ○ قبادؔ کیقباد: نوشیرواں کا باپ، شاہِ ایران
○ نقش بند: نقش بنانے یا منظم کرنے والا ○ حریر: ریشم ○ شیوہ: روش، طریقہ

سلطانِ شہید

کچھ سناؤ قصہ ٔ ہندوستاں
وہ کہ جس کی گھاس سے کمتر ہیں باغ وگلستاں
وہ کہ جس کی مسجدیں سنسان ہیں
آگ جس کے بتکدوں کی سرد ہے
وہ کہ جس کو خونِ دل ہم نے دیا
یادرکھی جس کی سینے سے لگا
میرے غم سے اُس کے غم کا کر قیاس
آہ وہ معشوقِ عاشق ناشناس

زندہ رود

ہندیوں نے رد کیا اب سحر وافسونِ فرنگ
آسمان سے کیوں نہ اترے
غیر کا آئیں ہے قانونِ فرنگ

سلطانِ شہید

آدمی کی اصل ہے اک مشتِ گل
آرزو دل میں مگر رکھتا ہے اور سینے میں دل
لذتِ عصیاں سے ہے وہ آشنا
اُس کو یاں کوئی نظر آتا نہیں
اپنے سوا
ہے خودی ہی سے شناخت انسان کی

○ قیاس: اندازہ کرنا ○ ناشناس: نہ پہچاننے والا، قدر نہ کرنے والا ○ عصیاں: گناہ ○ شناخت: پہچان

اور بے عصیاں نہیں ملتی خودی
تو نے دیکھا ہے مرا شہر اور دیار
ہے زیارت گہ تری میرا مزار
تو بتا مجھ کو یہ بات
ہیں دکن میں کوئی آثار حیات؟

زندہ رود

میں نے وانے اشک کے بوئے دکن کی خاک میں
سر بسر اُگتے ہیں لالے جس چمن کی خاک میں
رودِ کاویری ہے یاں گرمِ سفر
اس کی موجوں میں بھی دیکھا میں نے اک
شورِ گرد

سلطانِ شہید

اے کہ تیرا شعر حرفِ دل فروز
تیرے اشکِ گرم سے پر سوز ہوں
میں بھی ہنوز
محرمانِ راز کے ناخن میں وہ
کاوش ہے جو
ساز کے تاروں سے کر سکتی ہے جاری جوئے خوں
یہ تری آواز ہر سینے کو کرتی ہے عطا سوزِ دروں

○ زیارت گہ: مقدس مقام ○ دل فروز: دل کو سلگانے یا روشن کرنے والا

خدمتِ مولائے کُل میں یوں ہوا

اک مرتبہ

گو کوئی داں جرأت گفتار کر سکتا نہیں

کچھ بجز دیدار کر سکتا نہیں

میرے لب پر شعر تیرے آ گئے

سن کے فرمایا ''یہ ہے کس کا کلام؟

غرق ہیں ہنگامہ ہائے زندگی

اس میں تمام''

تو کہ ہے لفظوں میں تیرے سوزِ جاں

رودِ کاویری کو پہنچا دے ذرا

میرا پیام

تو بھی زندہ رود وہ بھی زندہ رود

ہو بہم تیرا بھی اور اُس کا سرود

کاویری کے نام سلطان شہید کا پیغام

(موت حیات اور شہادت کی حقیقت)

رودِ کاویری کرآہستہ خرام

تھک گئی ہو گی تو بہنے سے مدام

مدتوں تو کوہساروں میں رہی نالہ کناں

نوکِ مژگاں سے تراشی اپنی راہ

○ مولائے کُل: سرکارِ دو عالم، مراد رسول اکرمؐ ○ جرأتِ گفتار: بات کرنے کی ہمت ○ ہنگامہ ہائے زندگی: زندگی کی سرگرمی ○ زندہ رود: زندہ نہر یا ندی ○ کرآہستہ خرام: آہستہ چل ○ نالہ کناں: آہ و فریاد میں مصروف ○ نوکِ مژگاں: نوک پلک

تیرے آگے، ہیچ جیحون وفرات
تیرا پانی ہے دکن کے واسطے
آبِ حیات
شہر اک آغوش میں تیرے کبھی
آباد تھا
حسنِ شیریں جس کا تیرے
آبِ شیریں کی عطا
کہنگی میں بھی تو اب تک ہے جواں
تازہ ہے اب تک ترا آبِ رواں
تیری موجوں سے گہر پیدا ہوئے
حشر تک تو یوں ہی شوریدہ رہے
زندگی کے سوز سے معمور تیرا ساز ہے
جانتی ہے کس کا یہ پیغام ہے
لایا ہوں جو تیرے لیے؟
وہ کہ جس کی شان وشوکت کا کیا
تو نے طواف
جس کی دولت کا تھا اک آئینہ تیرا
آبِ صاف
جس نے صحرا کو کیا مثلِ بہشت

○ جیحون وفرات: وسطی ایشیا کی دو ندیاں ○ شہر سے مراد شہر سرنگاپٹنم ○ شیریں: میٹھا ○ عطا: دین ○ کہنگی: پرانا پن
○ گہر: موتی ○ شوریدہ: پرشور ○ طواف کرنا: اطراف گھومنا

جس نے اپنے خون سے لکھی ہے اپنی
خودنوشت
قبر اُس کی مرجعِ صد آرزو
آبِ مضطر میں ترے اُس کا لہو
قول اُس کا سربسر آئینۂ کردار تھا
خواب میں مشرق تھا وہ بیدار تھا
ہم بھی بس اک موجِ دریائے حیات
ہے بدلتی ہر گھڑی یہ کائنات
زندگی ہر لحظہ ہے اک انقلاب
عالمِ نو کی اُسے ہر گہ تلاش
ہے تغیر تار و پودِ ہر وجود
ہے وہی یاں باعثِ ذوقِ نمود
راہ بھی یاں راہ رو کی طرح
سرگرمِ سفر
ہے سکوں جس جا بظاہر واں بھی ہے
پنہاں سفر
دشت ہو ناقہ ہو یا ہو کارواں
موت کے غم سے ہیں سب نالاں یہاں
گُل چمن میں ایک دم کا میہماں

○ خودنوشت: خود لکھی ہوئی سوانح عمری ○ مرجع: رجوع ہونے یعنی کھنچ کے آنے کی جگہ ○ بیدار: جاگا ہوا ○ عالمِ نو: نئی دنیا
○ تار و پود: تانا بانا ○ ذوقِ نمود: اپنے کو ظاہر کرنے کی خواہش

ایک پل کی بات اُس کا آب و رنگ
موسمِ گل اس جگہ ماتم بھی ناؤنوش بھی
غنچہ در آغوش بھی اور نعشِ گل بر دوش بھی
میں نے لالے سے کہا اب پھر عیاں ہو
تیرا سوز
بولا میرے راز سے واقف نہیں ہو
تم ہنوز
یاں خس و خاشاک سے ہوتی ہے تعمیرِ وجود
یاں بجز حسرت نہیں ہے کوئی پاداشِ نمود
چاہتا ہے، دہر میں آنا؟ نہ آ
چاہتا ہے تو عدم سے ہست میں آنا؟
نہ آ
اور اگر آئے۔ نہ جی مثلِ شرر
جستجو خرمن کی کر
تا کہ اُس کو پھونک کر
دے اپنی ہستی کا ثبوت
تاب و تب سورج کی رکھتا ہو اگر
آسماں کی وسعتوں کی سیر کر
کوہسار و گلشن و صحرا جلا

○ ناؤنوش: عیش و عشرت ○ نعش: لاش ○ دوش: کندھا ○ ہنوز: ابھی تک ○ خس و خاشاک: گھاس پھوس ○ پاداش: بدلہ، نتیجہ ○ عدم: نہ ہونا ○ ہست: ہونا ○ شرر: چنگاری ○ خرمن: کھلیان، غلے کا ڈھیر ○ ہستی: وجود

مچھلیوں کو تک تہہِ دریا جلا
تیر کے قابل ہو گر سینہ ترا
مثلِ شاہیں جی، اُسی کی طرح مر؟
ہے عمل سے زندگانی کو ثبات
میں نے مانگا ہی نہیں طولِ حیات
دین کا اور زندگی کا مسلک و آئیں ہے یہ
شیر کا اک لمحہ بہتر بھیڑ کے سو سال سے
زندگی کی جان تسلیم و رضا
موت گویا اک طلسمِ پُر فریب، اک سیمیا
موت آہو، مردِ حق اک شیر ہے
سو مقامات اُس کے، جن میں
موت بھی ہے اک مقام
ہے جھپٹتا موت پر اک باز کی مانند وہ
موت سے ہے ہر گھڑی ڈرتا غلام
زندگی اِس خوف سے اُس پر حرام
بندۂ آزاد کی ہے شان اور
موت سے پاتا ہے وہ اک جان اور
اُس کو خودی کی فکر ہے، اندیشۂ مرگ
اُس کو کیا

○ ثبات: قیام ○ طولِ حیات: لمبی عمر ○ مسلک: رستہ، طریقہ ○ بھیڑ: بکری ○ تسلیم و رضا: حکم ماننا اور راضی رہنا ○ طلسم پُر فریب: دھوکہ دینے والا تماشا ○ سیمیا: موہوم چیز جس کا وجود نہ ہو ○ آہو: ہرن

کچھ نہیں ہے موت آزادوں کی
اک پل کے سوا
چھوڑ ایسی موت جو ہو نذرِ قبر
مثلِ مرگِ جانور
مردِ مومن! مانگتا ہے
موت جو اُس کو اٹھا لے خاک سے
موت وہ جو انتہا ہو شوق کی
جنگ کے میداں میں تکبیرِ آخری
ویسے کوئی موت ہو، مومن کو وہ منظور ہے
ہے مگر مرگِ حسینؓ ابن علیؓ کچھ اور شے
جنگِ شاہانِ جہاں غارت گری
جنگِ مومن سنّتِ پیغمبری
جنگ مومن کی ہے ہجرت سوئے دوست
چھوڑ کر دنیا تلاشِ کوئے دوست
وہ کہ جس نے حرفِ حق پھیلایا تھا
اقوام میں
اُس نے فرمایا کہ رہبانی ہے جنگ
اسلام میں
جانتا ہے بس شہید اس راز کو
اپنا خوں دے کر اسے پاتا ہے جو

○ تکبیر: اللہ کا نعرہ ○ سنّت: رہ، طریقہ ○ سوئے دوست: دوست کی جانب ○ کوئے دوست: دوست کا کوچہ
○ رہبانی: دنیا اور اس کی نعمتوں کو چھوڑ دینا

زندہ رود کی جنّت سے روانگی اور حوروں کا تقاضا

ریزہ ریزہ تھا مرا صبر و سکوں
مجھ سے سرگوشی میں رومی نے کہا
''اب اٹھ چلو''
ہائے وہ پیغام، وہ شوق اور وہ جذب و یقیں
آہ وہ ایوان، وہ کاخِ بریں
میں دلِ پُرخوں لیے واں سے چلا
در پہ جب پہنچا، وہاں حوروں کا تھا
اک جمگھٹا
کہہ رہی تھیں زندہ رود اے زندہ رود
اے کہ تو ہے صاحبِ سوز و سرود
یاں ہمارے ساتھ بھی تو ایک دو دم کو ٹھہر!

زندہ رود

ہے وہ رہرو ہی کہ جو ہے جاں نثارِ سفر
راہزن سے بھی زیادہ اُس کو منزل
کا ہے ڈر
عشق کی منزل نہیں ہجر و وصال

○ جذب: کشش، دلکشی ○ کاخِ بریں: بلند محل ○ صاحبِ سوز و سرور: حساس شاعر ○ راہزن: لٹیرا

ڈھونڈتا ہے وہ جمالِ لایزال
ابتدا اس کی بتوں کی بندگی
انتہا سارے بتوں سے
یکم قلم آزادگی
عشق بے پرواہے
ہردم کوچ ہے اُس کا ہنر
از مکاں تا لامکاں اُس کا سفر
کیش اپنا مثلِ موج تیز گام
اک سفر بے انتہا اور بے مقام

حوریں

ہیں کرشمے تجھ کو قدرت سے ملے
اک نوائے خوش ہمارے بھی لیے

غزل زندہ رود

جو آدمی کو نہ پہنچے خدا کو کیا ڈھونڈے
جو خود شناس نہیں آشنا کو کیا ڈھونڈے
وہ پہلے لے تو سہی شاخ گل سے آب و نم
پریدہ رنگ ہو جو وہ صبا کو کیا ڈھونڈے
ہیں خون دل کے دو قطرے کہ مشک جس کو کہیں
جو ہو غزالِ حرم وہ خطا کو کیا ڈھونڈے

○ لایزال: جس کو زوال نہیں ○ کیش: فطرت، خصلت ○ خودشناس: اپنے آپ کو پہچاننے والا ○ غزالِ حرم: کعبہ اور خدا کا عاشق ○ خطا: چین و مشرقی تاتار کا پرانا شاعرانہ نام

فقیر کا تو فریضہ ہی ہے جہاں گیری
بجائے تخت بھلا بور یا وہ کیا ڈھونڈے
ہے باغ لالہ میں اُس کا سراغ جب تو کوئی
بھلا یہ خوں شدہ میری نوا کو کیا ڈھونڈے
نظر کا نور تو روشن دلوں کی صحبت ہے
یہ جانتا ہے جو، وہ توتیا کو کیا ڈھونڈے
ہے جس کا کام جہاں بینی اُس قلندر سے
نگہ کے بدلے کوئی کیمیا کو کیا ڈھونڈے

حضور

خلد بھی ہے گو تجلی ذات کی
جان پیاسی ہے مگر دیدار کی
ہم خود اپنی اصل سے در پردہ ہیں
طائرانِ آشیاں گم کردہ ہیں
علم بدفطرت ہو اور کج رو اگر
ہے حجاب اک سر بسر
ہو مگر جب علم کا مقصد نظر
خود ہی ہے وہ راستہ خود راہبر
پہلے رکھ دیتا ہے وہ اشیا کا ظاہر سامنے
تا کہ تو پوچھے کہ کیا ظاہر میں کوئی
راز ہے
اس طرح کرتا ہے رہ ہموار وہ

○ توتیا: سرمہ ○ کیمیا: معمولی دھات کو سونا بنانا ○ حجاب: پردہ، رکاوٹ ○ راہبر: راستہ بتانے والا

اور شوق کو بیدار وہ
بخشتا ہے یوں تجھے وہ درد و داغ
تاب وتب
اور گریہ ہائے نیم شب
علم ہے قلب ونظر کی تربیت
تفسیرِ بزمِ رنگ وبو
تجھ کو لے آتا ہے جذب وشوق تک
پھر چھوڑ جاتا ہے تجھے تنہا
مثالِ جبرئیل
عشقِ غیرت مند کو ہو غیر
خلوت میں گوارا کس طرح!
ابتدا میں ہمسفر ہو اور طریق
پر بالآخر راستہ ہو اور سفر ہو بے رفیق
چھوڑ آیا جنت وحور وقصور
میری جاں تھی اور بس اک بحرِ نور!
ہو گیا غرقِ تماشائے جمال
منقلب جو ہر گھڑی اور لایزال
تب کھلا مجھ پر ضمیرِ کائنات
اک رباب آسا نظر آئی حیات
وہ رباب ایسا کہ ہر اک تار
جس کا خود رباب

○ تاب وتب: روشنی اور حرارت ○ تفسیر: شرح، صراحت ○ مثال جبرئیل: جیسے جبرئیل وحی لانے کے بعد رسول اکرم کو تنہا چھوڑ گئے تھے ○ طریق: راستہ ○ قصور: قصر یعنی محل کی جمع ○ منقلب: بدلنے والا ○ ضمیر کائنات: کائنات کا راز ○ رباب: ساز، باجا

سیکڑوں پُر درد نغمے مرتعش ہر تار میں

آدمی اور مہر و مہ، جبریل و حور

ہم ہیں سب اک دودمانِ نار و نور

رکھ دیا ہے آئینہ اک پیشِ جاں

جس میں حیرت اور یقیں ہیں ایک جاں

آج کی یہ صبح

جس کا نور ظاہر

آج اور کل ایک سب اس کے حضور

حق ہے ظاہر ساتھ سب اسرار کے

خود کا نظارہ وہ کرتا ہے ہماری آنکھ سے!

دیکھنا اُس کا ہے بڑھنا بن گھٹے

دیکھنا اُس کا نکل آنا حدودِ قبر سے

عبد و مولا اصل میں

اک دوسرے کی دید کے مشتاق ہیں

زندگی ہر جا ہے محوِ جستجو

حل نہیں ہوتا یہ نکتہ

صید ہم ہیں یا خدا

عشق ہی نے میری جاں کو لذتِ دیدار دی

○ مرتعش: لرزتے ○ دودمان: خاندان ○ عبد و مولا: بندہ اور آقا (خدا)

اور زباں کو جرأتِ گفتار دی
''اے کے بخشا تو نے دو عالم کو نور
اور ہمیں ذوقِ نظر
اک نظر اِس خاکداں پر بھی تو کر
بندۂ آزاد کو عالم نہیں ہے سازگار
پھوٹتا ہے اس کے سنبل میں بھی خار
حاکموں کا کام ہے عیش و طرب
کام محکوموں کا گننا روز و شب
ہے ملوکیت سے یہ عالم خراب
تیرہ ہے خود آفتاب
ہے فرنگی فکر و فن غارت گری
دیر خیبر بن گئے باقی نہیں ہے حیدری
لا الٰہ کہتا ہے جو بیچارہ ہے
فکر اُس کی منتشر بے مرکزی کی وجہ سے
چار شخص ایسے ہیں جن کو موت کے
کہیے سفیر
سود خوار و حاکم و ملّا و پیر
آب و گِل اک داغ دامن پر ترے ہیں
اے خدا
کیا یہ عالم ہے ترے شایاں بتا

○ تیرہ: تاریک ○ دیر: بت کدے ○ حیدری: حیدر شیر کو کہتے ہیں، حیدر حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ حضرت علیؓ فاتح خیبر تھے ۔ جب علی جیسے فاتح باقی نہیں رہے تو بت کدے بھی خیبر (یعنی ایک چیلنج) بن گئے ○ منتشر: بکھرا ہوا، بے ربط

ندائے جمال

حق نے قدرت میں جو تھا اچھا برا
جو مناسب تھا لکھا
جانتے ہو کیا ہے ہونے کا ثبوت؟
عکس کچھ پانا جمالِ ذات کا
آفرینش کا ہے مقصد ایک دلبر کی تلاش
تا کہ ہو اوروں پہ اپنی ذات فاش
یہ جو ہیں ہنگامہ ہائے ہست و بود
ہے ہمارا ہی جمال ان کا وجود
زندگی فانی بھی ہے باقی بھی ہے
ہے یہ مشتاق بھی خلاق بھی ہے
زندہ ہے گر تو تو پھر مشتاق اور خلاق بن
اور ہماری ہی طرح گیرندۂ آفاق بن
توڑ دے وہ جو نہیں ہے سازگار
اپنے ہی اندر سے کر عالم نیا اک
آشکار
بندۂ آزاد کو اُس دیس میں جینا گراں

○ جمال: صوفیا کے ہاں خدا کی ذات کے دو جلوے ہیں، جلال جس میں شکوہ اور غضب شامل ہے، اور جمال جو نرمی، شفقت ومحبت اور حسن رکھتا ہے ○ مشتاق: کسی کی آرزو کرنا ○ خلاق: تخلیق کی قدرت۔ ○ گیرندۂ آفاق: کائنات پر حاوی ○ آشکار: ظاہر

ہے جو اوروں کا جہاں
جو بشر نا آشنائے قوتِ تخلیق ہے
وہ ہمارے آگے مثلِ کافر و زندیق ہے
ہے وہ محرومِ جمال
مردِ حق ہے تو تو پھر شمشیر بن
آپ ہی اپنا جہاں اور اپنی ہی
تقدیر بن

زندہ رود

ہے یہ آئینِ جہانِ رنگ و بو
سوکھ جاتی ہے تو پر ہوتی نہیں پھر آبجو
زندگی قائل نہیں تکرار کی
فطرتاً پیچھے نہیں مڑتی کبھی
قوم مرجائے تو پھر اٹھتی نہیں وہ قبر سے
واسطے اُس کے نہیں چارہ کوئی جز صبر کے

ندائے جمال

زندگی بس سانس کا چلنا نہیں
اصل اس کی وہ، ہمیشہ قائم و زندہ ہے جو
قربِ جاں اُس ذات سے جس نے کہا ''اِنِّیْ قَرِیْبٌ''
ہے حیاتِ جاوداں ہونا نصیب
فرد لاہوتی ہے، جبروتی ہے قوم

○ ندائے جمال: خدائی آواز ○ زندیق: بے دین ○ لاہوتی: لاہوت وہ مقام ہے جہاں بندہ ذات الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا لاہوتی وہ ہے جسے قرب یا وصال الٰہی مل جائے ○ جبروتی: صاحبِ قوت و جلال۔

بایزید وشبلی و بوذر اسی کے

دم سے ہیں

امتوں میں طغرل وسنجر اسی کے

دم سے ہیں

بے تجلی ابنِ آدم پا نہیں سکتا ثبات

ہے مرے جلوے سے قائم فرد وملت کی حیات

قوتِ توحید سے دونوں ہی پاتے ہیں کمال

فرد پاتا ہے جمال اور قوم قوت اور جلال

یہ ہے سلمانی، سلیمانی ہے وہ

فقر ہے یہ اور سلطانی ہے وہ

اتحاد اُس کی صفت، توحید اِس کی زندگی

فرد کی صحبت میں رہ، ملت میں جی

کیا ہے ملت لاکھ آنکھیں اک نگاہ

ہیں جدا افراد لیکن دل ہے ایک

ان کا دعویٰ ایک اور حجت ہے ایک

یک نگاہی سے ہیں ذرے آفتاب

یک نگہ ہو جا کہ ہو حق بے حجاب

یک نگاہی کو کبھی کمتر نہ جان

○ بایزید (بسطامی)، شبلی، بوذر: اسلام کی بزرگ ہستیاں ○ طغرل، سنجر: مشہور بادشاہ ○ ثبات: مضبوطی ○ سلمانی اور سلیمانی: وہ صفات جو سلمان جیسے صحابی اور حضرت سلیمان جیسے عقلمند پیغمبر میں تھیں ○ حجت: دلیل ○ بے حجاب: ظاہر

جلوۂ توحید کی ہے یہ اک آن

مست ہو ملت اگر توحید سے

قوت و جبروت دیتے ہیں اُسے

روحِ ملت اتحاد اور انجمن

اور نہیں ہے روح محتاجِ بدن

منحصر یکجائی پر اُس کا وجود اُس کی نمود

مردہ ہے تو؟ ایک نگاہی سے دوبارہ زندہ ہو

ترک کر بے مرکزی پائندہ ہو

تو اگر ہو وحدتِ افکار و کردار آفریں

دہر میں بن جائے گا صاحب نگیں

زندہ رود

کون ہوں میں؟ کون تو؟ عالم ہے کیا؟

مجھ میں تجھ میں کیوں ہے یہ دوری بتا

قیدیِ تقدیر ہوں، آنی ہوں میں

تو اگر دائم ہے کیوں فانی ہوں میں؟

ندائے جمال

ہے جہانِ چارسو تیرا جہاں

موت لازم ہے وہاں

○ انجمن: مراد سماج ○ آفریں: آفریدن سے، پیدا کرنے والا ○ صاحب نگیں: صاحب اقتدار ○ آنی: عارضی، فانی

زندگی گر چاہتا ہے تو خودی اپنی بڑھا
اپنے اندر غرق کر لے یہ جہانِ چار سو
تب سمجھ میں آئے گا میں کون ہوں، تو کون ہے
کیا ہے ہستی موت کہتے ہیں کسے؟

زندہ رود

معذرت مجھ مردِ ناداں کی بھی سن
چہرۂ تقدیر سے پردہ اٹھا
میں نے دیکھا ہے تلاطم جرمنی اور روس کا
جانِ مسلم میں بھی ہے طوفاں بپا
دیکھ لی ہیں میں نے سب
تدبیر ہائے شرق و غرب
کھول دے اب مجھ پہ تو
تقدیر ہائے شرق و غرب

شان جلال کا ظہور

ناگہاں آیا نظر اپنا جہاں
وہ زمیں، وہ آسماں
غرق اک نورِ شفق گوں میں تمام
جاں تھی میری اور وہ جلوہ عظیم
ہوش میں نے کھو دیئے مثلِ کلیم
فاش اُس کے نور سے مجھ پر ہوئی ہر پردگی

○ معذرت: عذر ○ پردگی: پردے میں یعنی پوشیدہ ہونا

تابِ گویائی زباں سے چھن گئی
سینۂ گیتی سے تب میں نے سنی
اک نوائے سوزناک آتی ہوئی!

''چھوڑ مشرق کو بھی ، وابستۂ مغرب بھی نہو
یہ قدیم اور جدید ، ان کی ہے قیمت اک جو
تو نے شیطاں کے حوالے جو کیا ہے وہ نگیں
نہیں کرتے اُسے جبریل امیں کو بھی گرو ،
زندگی انجمن آرا بھی ہے خود بیں بھی ہے ،
بے ہمہ بھی تو ہے قافلے کا ساتھ بھی ہو
اے کہ تابندہ مہ و مہر سے بڑھ کر تو ہے
اس طرح جی کہ ہو ہر ذرے پہ تیرا پرتو
لے گئی اُن کو ہوا گھاس کے تنکوں کی طرح
تھے جو اسکندر و دارا و قباد و خسرو
میکدہ خوار ہوا تیری تنک جامی سے
اب اٹھا شیشہ ''حکیمانہ بیا شام و برو''

○ تابِ گویائی: بات کرنے کی طاقت ○ گیتی: دنیا، عالم ○ سوزناک: پرسوز ○ نگیں: نگینہ ○ قباد: کیقباد ○ حکیمانہ بیا شام و برو: داناؤں کی طرح نوش کر اور چل پڑ

جاوید سے خطاب

نئی نسل سے کچھ باتیں

یہ سخن آرائی بے حاصل ہے سب

بات دل کی لب تلک آئی ہے کب

ویسے سو نکتے کیے میں نے بیاں

ایک نکتہ ہے جواب بھی ہے نہاں

اس کو کہہ ڈالوں اگر

کر دیں حرف وصوت اُسے پیچیدہ تر

پوشیدہ تر

سوز وہ میری نگہ میں

یا مری آہِ سحر گاہی میں ڈھونڈ

اپنی ماں سے زیست کا پہلا سبق تو نے لیا

وہ نسیم اُس کی ہی تھی جس میں ترا غنچہ کھلا

ہے نسیم اُس کی ہی جس سے رنگ و بو تجھ کو ملے

اے میری دولت اُسی کے فیض سے تیری بہا

دولتِ جاوید اُسی سے تو نے پائی

اور اُسی کے لب سے سیکھا لا الہ

اے پسر اب مجھ سے لے ذوقِ نگہ

مجھ سے لے سوز و گدازِ لا الہ

لا الٰہ کی جذب خوشبو جاں میں ہو
اور تیرے تن میں ہو خوشبوے جاں
لا الٰہ کا سوز مہر و ماہ میں
لا الٰہ کا سوز کوہ و کاہ میں
یہ نہ سمجھو یہ محض گفتار ہے
لا الٰہ اک بے پنہ تلوار ہے
ایک قوت ایک قہاری ہے یہ
ضرب ہے اور ضربتِ کاری ہے یہ
دوسروں کے آگے اور مومن جھکے!
تفرقہ اندازی غدّاری کرے!
چند سکوں کے عوض دین اور ملّت بیچ دے!
بیچ دے سارا متاعِ خانہ اور گھر بیچ دے!
لا الٰہ سے ہے تہی اُس کی نماز
ناز سے خالی ہے اب اُس کا نیاز
ہو گئی بے نور اب اُس کی صلوات
جلوے سے محروم اُس کی کائنات
تھا کبھی اللہ اُس کا ساز و برگ

اب تو حرص مال ہے اور ترسِ مرگ

اُس سے چھوٹے ذوق و مستی اور فقر

اب ٹھکانا اُس کے مذہب کا کتاب' اور اُس کا قبر

دو نئے پیغمبروں سے اُس نے عصرِ نو میں

درسِ دیں لیا

ایک ایرانی تھا' اک ہندی نژاد

ترک اک نے حج کیا' اک نے جہاد

ہو گئے بے روح یوں صوم صلوات

جب نماز و روزہ اور دیں ہو گئے

بے جاں تمام

فرد نے رہ کھو دی' ملت نے نظام

گرمئ قراں سے خالی سینۂ مسلم ہوا

اب بھلائی کی رہے امید کیا!

دور خود اپنی خودی سے اب مسلماں ہو گیا

المدد اے خضر پانی سر سے اونچا ہو گیا

آہ وہ سجدہ زمیں جس سے لرزتی تھی کبھی

○ ایک ایرانی: حسین علی بہاء اللہ (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۲ء) بابی مذہب کے بانی ○ ہندی نژاد: مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۸ء تا ۱۹۰۸ء) قادیانی مذہب کے بانی ○ صوم وصلوات: روزہ' نماز

جس کی مرضی دیکھتی تھی گردشِ شام وسحر
جس کا پتھر پر جو پڑ جائے نشاں
منتشر ہو جائے وہ بن کر دھواں
اب وہ سجدہ ہے محض اک رسمِ دیں
جس میں بس اک ضعفِ پیری کے سوا
کچھ بھی نہیں
اب نہ باقی وہ شکوہ ربیّ الاعلیٰ رہا
یہ گنہ اپنا ہے یا اُس کی خطا؟
ہر کوئی اب
اپنی اپنی راہ پر ہے تیز گام
راہرو گمراہ و ناقہ بے زمام
صاحبِ قراں ہے بے ذوقِ طلب
کچھ عجب یہ بات ہے، بے حد عجب!
گر خدا تجھ کو کرے صاحب نظر
آنے والے دور پر بھی غور کر
عقل بے باک اور دل ہے بے گداز
آنکھ ہے بے شرم اور غرقِ مجاز

علم و فن، دین و سیاست، عقل و دل
سب گرفتارِ جہانِ آب و گل
ایشیا، جائے طلوعِ آفتاب
دیکھتا ہے دوسروں کو، خود سے کرتا ہے حجاب
اُس کا دل خالی ہے، ساکنِ روزگار
زندگی بے وارداتِ ذوقِ سیر
بادشاہوں اور ملاؤں کا صید
فکرِ بے دم۔ عقل و دیں ناموس و ننگ
سب اسیرِ حلقۂ دامِ فرنگ
میں نے اُس کے عالمِ افکار پر حملہ کیا
اور دیا اسرار سے پردہ ہٹا
خوں کیا سینے میں دل کو تب کہیں
میں نے کر ڈالے دگرگوں یہ جہاں یہ سرزمیں
میں نے عصرِ نو سے دو باتیں کہیں
بند دو کوزوں میں دو دریا کیے
ایک ہے پیچیدہ حرفِ نوک دار

○ پیچیدہ حرفِ نوک دار: اشارہ انگریزی خطابات کی طرف Reconstruction of Religious thought in Islam

جس کے ہوں قلب وخرد دونوں شکار

جس میں ہو تہہ داری طرزِ فرنگ

دوسرا اک نالۂ مستانہ

مثلِ نغمۂ پُر سوزِ چنگ

اصل اِس کی ذکر ہے اور اُس کی فکر

چاہیے وارث بنے دونوں کا تو

ہیں یہی دو بحر جن سے ہے مری یہ آبجو

میں نے دونوں کو الگ رکھا ہے‘

یکجا بھی کیا

چوں کہ ہے اب کچھ مزاجِ عصرِ حاضر دوسرا

میں نے بھی برپا کیا ہے ایک ہنگامہ نیا

نوجواں ہیں تشنہ لب خالی ایاغ

شستہ رو‘ تاریک جاں‘ روشن دماغ

کم نگہ اور ناامید اور بے یقیں

اس جہاں میں رہ کے کچھ دیکھا نہیں

خود کے منکر اور مرشد اِن کا غیر

○ نالۂ مستانہ: مراد اپنی شاعری سے ○ ایاغ: پیالہ ○ شستہ: دھلا ہوا

اِن کی مٹی لائقِ تعمیرِ دَیر

مدرسہ اب اپنے ہی مقصود سے آگہ نہیں

اُس میں کچھ جذبِ دروں کورہ نہیں

نورِ فطرت سے ہوا بیگانہ یہ

ایک گل پھوٹا نہ اس کی شاخ سے

اینٹ کج رکھتا ہے معمار آج کا

وہ جو ہیں شاہین کے بچے انہیں

ہے بطوں کی تربیت دینے لگا

اب مدرسہ

گر نہیں ہے علم میں سوزِ حیات

قلب کھو دیتا ہے لطفِ واردات

علم بس شرحِ مقامات

علم بس تفسیر ہے آیات کی

آتشِ احساس میں تجھ کو پگھلنا چاہیئے

تا کہ چاندی تیری تانبے سے ممیز ہو سکے

علمِ حق پہلے حواس اور پھر حضور

○ واردات: تجربات (روحانی) ○ شرح کرنا: کھولنا، سمجھانا ○ تفسیر: معنی سمجھانا ○ ممیز ہو سکے: الگ پہچانی جا سکے
○ حضور: سامنا، حقیقت کا عرفان

اصل جس کی پا نہیں سکتا شعور
سو کتابیں تو نے پڑھ ڈالیں مگر
درس اک وہ ہے جو دیتی ہے نظر
اور اُس مے سے نظر دیتی ہے جو
مست ہر اک
اپنے انداز اور اپنے طور پر
ہے وہی بادِ سحر، گل جس سے ہوتا ہے چراغ،
جو کہ بھر دیتی ہے مے سے لالہ و گل کے ایاغ
کم خور و کم خواب و کم خوراک رہ
گرد اپنے محوِ گردش
صورتِ پرکار رہ
حق کا منکر تو ہے کافر شیخ اور ملاّ کے پاس
پر جو منکر ہے خود اپنے آپ کا
میرے لیے کافر سے بھی بدتر ہے وہ
حق کا منکر جلد باز، عجلت پسند
خود کا منکر جلد باز اور ظالم و جاہل بھی ہے

○ اصل: حقیقت ○ شعور: سمجھ ○ ایاغ: پیالہ ○ جلد باز ظالم و جاہل: قرآن کی آیت ۱۷۔۱۱ اور ۳۳۔۷۲ سے ماخوذ ہیں۔

شیوۂ اخلاص ہو شیوہ ترا

دور کردے خوفِ سلطان و امیر

کوئی حالت ہو، رضامندی کہ غصہ

عدل کا دامن نہ چھوٹے ہاتھ سے

مفلسی ہو یا کہ ثروت

ہو روش میں اعتدال

حکم ہو دشوار تو

اس کی نہ کچھ تاویل ہو

قلب تیرا ہی تری قندیل ہو

حفظِ جاں کا ہے وسیلہ ذکر و فکر

حفظِ تن کا ضبطِ نفس

حفظِ جان و تن نہ ہو تو حاکمی

دنیا کی ہاتھ آتی نہیں

ہے سفر کا لطف مقصودِ سفر

لطف اڑنے میں نہیں گر آشیاں پر ہو نظر

چاند تو ہے محوِ گردش تا کہ حاصل ہو مقام

پر قیام آدم کے حق میں ہے حرام

○ شیوہ: عبادت، طریقہ ○ اخلاص: خلوص ○ تاویل: اپنے بچاؤ کے لئے کوئی معنی نکالنا یا حیلہ ڈھونڈنا ○ حفظ: حفاظت، بچاؤ

زندگی بس لذتِ پرواز ہے
آشیاں اس کے لئے ناساز ہے
قبر کی مٹی میں کرگس اور زاغوں کی غذا
رزقِ بازاں نزدِ ماہ و آفتاب
دین کی ہے اصل سچا قول اور اکلِ حلال
چاہے خلوت ہو کہ جلوت بس تماشائے جمال
دل ترا بے خوف و بے سواس ہو
راہِ دیں میں سخت جوں الماس ہو
راز اک دیں کا بتاتا ہوں تجھے
داستاں شاہِ مظفر کی سناتا ہوں تجھے
بے ریائی اور عمل میں تھا وہ ایک فردِ فرید
بادشاہی میں مثالِ بایزید
اک عرب گھوڑ تھا اس کے پاس جس کو
چاہتا تھا ایک بیٹے کی طرح
سبزہ رنگ، بے عیب اور عالی نسب

○ ناساز: ناموافق، نامناسب ○ کرگس: گدھ ○ زاغ: کوا ○ اکلِ حلال: حلال کھانا، حلال کی کمائی کا کھانا ○ خلوت: تنہائی ○ جلوت: ظاہر، خلوت سے باہر ○ تماشائے جمال: خدا کا سامنا ○ وسواس: خوف، شک وشبہ ○ الماس: ایک پتھر ○ مظفر: سلطان محمود والی گجرات کا بیٹا بہت دیندار اور بہادر تھا ○ فردفرید: یکتا ○ سبزہ رنگ: سرمئی رنگ

چاہیے مومن کو کیا

اک اسپ اور شمشیر و قرآں کے سوا

کیا کروں تعریف میں اُس اسپ کی

کوہ و دریا میں صبا رفتار تھا

مثلِ ہوا

یَد میں پھرتیلا ہوا کے ایک جھونکے کی طرح

چال اُس کی تھی قیامت خیز

پتھر سم تلے تھے ریز ریز

ایک دن یہ اسپ، رتبے میں جو اک انسان تھا

ہو گیا دردِ شکم میں مبتلا

اور شراب اُس کے لئے ٹھہری دوا

درد سے اُس کو افاقہ تو ہوا پر شاہ نے

اُس روز سے اُس پر سواری پھر نہ کی

اے تجھے قلب و نظر بخشے خدا

دیکھ تو اس طاعتِ مردِ مسلماں کو ذرا

دیں سراپا سوز اور ذوقِ طلب

○ یَد: جنگ ○ ریز ریز: ٹکڑے ٹکڑے ○ طاعت: بندگی، ایمان ○ سوز: گرمی، حرارت، تپش ○ ذوقِ طلب: جستجو

انتہا عشق ابتدا اس کی ادب
رنگ اور بو سے ہے گل کی آبرو
بے ادب بے آبرو بے رنگ و بو
نوجواں دیکھوں جو کوئی بے ادب
دن بھی ہو جاتا ہے میرا مثلِ شب
دل میں اک ہنگامہ ہوتا ہے بپا
یاد آجاتا ہے عہدِ مصطفیٰ
شرم آتی ہے خود اپنے عہد سے
اور کچھ کھوئے ہوئے قرنوں میں کھو جاتا ہوں میں
سترِ عورت کی ہے شوہر یا ہے قبر
صحبتِ بد سے بچانا خود کو
مردوں کی ہے ستر
حرفِ بد کہنا کسی کو ہے خطا
کافر و مومن ہیں سب خلقِ خدا
آدمیت احترامِ آدمی

○ قرن: دور، صدی، زمانہ دراز ○ ستر: اُس چیز کو چھپانا یا ڈھانکنا جو باعثِ شرم ہو ○ خلقِ خدا: خدا کے پیدا کیے ہوئے
○ احترام: عزت ○

دھیان میں رکھنا مقامِ آدمی

عشق کے بندے کا اللہ کا طریق

کافر و مومن پہ وہ یکساں شفیق

کفر و دیں دونوں ہوں تیرے

دل کی پہنائی میں ضم

وائے وہ دل جو گریزاں دل سے ہو

دل اگرچہ ہے اسیرِ آب و گل

ساری دنیا ہے مگر دنیائے دل

دولت و ثروت ہی گر تجھ کو ملے

فقر اپنے ہاتھ سے جانے نہ دے

جس کی گرمی تیرے جان و دل میں ہے

تیرے آبا سے ملی ہے تجھ کو وہ

دیرینہ مے

دہر میں جز دردِ دل کچھ بھی نہ مانگ

مانگنا جو ہے خدا سے مانگ

○ طریق: راستہ، طریقہ ○ پہنائی: وسعت، پھیلاؤ ○ ضم: شامل، ملے ہوئے ○ گریزاں: دور بھاگنا ○ فقر: درویشی، فقیری

○ دیرینہ: پرانی

سلطاں سے نہ مانگ

ان گنت مردانِ حق اندیش کو
دولت وثروت نے اُندھا کر دیا
کثرتِ نعمت سے ہو جاتا ہے گم دل کا گداز
ناز بڑھ جاتا ہے، گھٹتا ہے نیاز
مدتوں گھوما ہوں میں گردِ جہاں
کم ہی نم دیکھی ہے چشمِ منعماں
میں فدا اُس پر کہ جس کی زیست درویشانہ ہے
حیف اُس کی زیست جو اللہ سے بیگانہ ہے
اب مسلماں میں وہ ذوق وشوق، رنگ وبو نہ ڈھونڈ
علمِ قرآں سے ہیں عالم بے نیاز
صوفیوں کے ہیں فقط گیسو دراز
خانقاہوں میں ہے ہاے وہو، مگر صہبا نہیں
وہ مسلماں جن کے دل میں ہے بسا
مغرب کا خواب
چشمۂ کوثر سمجھتے ہیں اُسے

○ ناز: فخر، افتخار ○ نیاز: عجز، انکساری ○ منعم: دولتمند ○ زیست: زندگی ○ بے نیاز: بے پروا ○ گیسو: بال ○ ہاے وہو: شور، ہنگامہ ○ صہبا: شراب، مے ○ کوثر: جنت کی ایک نہر

جو ہے سراب

بے خبر ہیں رازِ دیں سے'

اہلِ کیں ہیں یہ تمام

میں نے دیکھا نیکی و صدق و صفا

عامیوں ہی میں ہے خاصوں سے سوا

اہلِ دیں اور اہلِ کیں میں فرق کر

اہلِ حق پر رکھ نظر

کرگسوں کا رسم و آئیں اور ہے

سطوتِ پروازِ شاہیں اور ہے

مردِ حق ہے برق' اُس کی زد میں

شہر و دشت' شرق و غرب

اک ایندھن سے ہیں

ہم تو ہیں غرقِ ظلامِ کائنات

اور مردِ حق

وہ ہے شریکِ اہتمامِ کائنات!

○ کیں: کینہ' بغض ○ صدق و صفا: سچائی اور پاک دلی ○ عامی: عام لوگ ○ کرگس: گدھ ○ سطوت: شان' دبدبہ ○ ظلام: ظلمت یعنی اندھیرے کی جمع

وہ کلیم اور وہ مسیح اور وہ خلیل
وہ محمدؐ، وہ کتاب اور جبرئیل
وہ ہے مہر کائناتِ اہل دل
اُس کی کرنیں ہیں حیاتِ اہل دل
آگ میں اپنی تپاتا ہے تجھے
پھر وہ سلطانی سکھاتا ہے تجھے
سوز سے اُس کے ہی صاحبدل ہیں ہم
ورنہ بس اک نقشِ آب وگل ہیں ہم
مجھ کو تیرے عصر سے ڈر ہے
جو ہے تن آشنا
اور رمزِ جاں نا آشنا
جان کی دوری سے تن ارزاں ہوا
تب ہوا نظروں سے پنہاں خلق کی
مردِ خدا
اب جو ڈھونڈا بھی تو وہ ملتا نہیں
روبرو آئے بھی تو کھلتا نہیں

○ کلیم: موسیٰ ○ مسیح: عیسیٰ ○ خلیل: حضرت ابراہیمؑ ○ مہر: آفتاب، سورج ○ آشنا: جاننے پہچاننے والا ○ ارزاں: سستا
○ خلق: لوگ

راہ میں سو مشکلیں آئیں بھی گر

جستجوئے مردِ حق مت ترک کر

ہاں اگر صحبت نہ ایسے مردِ آگہ کی ملے

تب تجھے جو کچھ ملا ہے اپنے آبا سے' وہ لے

پیرِ رومی کو رفیقِ رہ بنا

تا کہ بخشے سوزِ دل تجھ کو خدا

چوں کہ رومی جانتے تھے

فرق مغز اور پوست میں

اس لیے اُن کے قدم

محکم تھے کوئے دوست میں

شرح کی اُن کی' کسی نے پر انہیں دیکھا نہیں

اُن کے معنی تک کوئی پہنچا نہیں

رقصِ تن تو اُن سے سیکھا

رقصِ جاں سیکھا نہیں

رقصِ تن گردش میں لا دیتا ہے فرشِ خاک کو

○ روبرو: سامنے ○ مردِ آگہ: وہ جو حقیقت سے واقف ہو، راز داں ○ آبا: باپ دادا ○ مغز اور پوست: حقیقت اور ظاہر ○ محکم: مضبوط ○ کوئے دوست: دوست کا کوچہ، راہِ خدا ○ رقصِ تن: درویشوں کا رقص جبہ اور کلاہ کے ساتھ۔ قونیہ (ترکی) میں مروج تھا۔ ۱۹۳۵ء میں کمال اتاترک نے اسے منع کیا۔ ۱۹۵۴ء میں اسی کی برسی کے موقع پر قونیہ میں یہ رقص رکھا گیا شمل نے اسے دیکھا تھا ○ رقصِ جاں: رقص کی روحانی کیفیت

رقصِ جاں وہ ہے ہلا دیتا ہے جو افلاک کو
علم و حکمت بخشتا ہے رقصِ جاں
ہاتھ آتے ہیں زمین و آسماں
فرد اس سے صاحبِ جذبِ کلیم
ملت اس سے وارثِ ملکِ عظیم
رقصِ جاں کا سیکھنا آساں نہیں
غیرِ حق سے ٹوٹنا آساں نہیں
حرص و غم سے پاک جب تک دل نہیں
رقص میں جاں آئے یہ ممکن نہیں
ضعف ایماں کا ہے، دلگیری ہے غم
اے جواں سن! ''نیمہ پیری ہے غم''
جانتے ہو؟ حرص بھی اک طرح کا افلاس ہے
میں غلام اُس کا جو قاہر خود پہ ہے
تو کہ ہے تسکینِ جانِ ناشکیب
رقص جاں ہو جائے گر تجھ کو نصیب

تجھ پہ کھولوں رازِ دینِ مصطفیٰ
قبر کے اندر بھی دوں تجھ کو دعا

○ ''نیمہ پیری'' حدیث شریف الہم نصف الھرم (غم آدھا بڑھاپا ہے) کی طرف اشارہ ○ حرص: افلاس ایک اور حدیث شریف میں بھی حرص کو 'فقر الحاضر' کہا گیا ہے۔

جاوید نامے کے کردار

اور حوالے

تمہید آسمانی

الوند: ہمدان (ایران) ایران کے ایک بلند پہاڑی کا نام

تمہید زمینی

رومی: مولانا جلال الدین رومی (۱۲۰۷ء تا ۱۲۷۳ء)

اسلامی دنیا کے بہتر بڑے عالم اور صوفی شاعر۔ بلخ (افغانستان) میں پیدا ہوئے۔ قونیہ (ترکی) میں وفات پائی۔ جاوید نامے کے آسمانی سفر میں اقبال کے رہبر۔ مثنوی مولانا روم کا شمار دنیا کے عظیم شعری کارناموں میں ہوتا ہے۔ اس مثنوی اور ان کے دیوان کے کئی زبانوں میں ترجمے ملتے ہیں۔ آج امیرکہ میں ان کی شاعری کے انگریزی ترجمے best sellers کی فہرست میں سرفہرست ہیں۔

خیبر کشا: مراد حضرت علیؓ ہیں، جنھوں نے مدینے سے سومیل دور یہودی قلعے خیبر کے دیوہیکل دروازے کو اکھاڑ پھینکا تھا۔

فرعون: قدیم مصری بادشاہوں کا لقب۔ ان بادشاہوں کے مقبرے اہرام کے نام سے مشہور ہیں۔

نمرود: چار ہزار قبل مسیح میں بابل کا بادشاہ تھا۔ بابل میسوپوٹیمیا (موجودہ عراق) کے علاقے میں واقع تھا۔ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکوایا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ جلا نہ سکی اور وہ زندہ نکل آئے۔

زروان: آتش پرست مجوسیوں کی مذہبی کتابوں ژند اور اوستا میں زروان زماں اور مکاں کے فرشتہ کے معنی میں آیا ہے۔

فلکِ قمر

جہاں دوست : وشوامتر مراد ہے۔ یہ ایک کشتری راجہ تھا۔ نہایت علم دوست تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وشوامتر راجہ رام چندر جی کا اتالیق تھا۔ اُس نے ریاضت کے ذریعہ اونچا مقام پیدا کرلیا تھا۔ رِگ وید کے تیسرے منڈل کے اشلوک وشوامتر ہی کے ہیں۔ اقبال نے وشوامتر کا خوبصورت ترجمہ جہاں دوست کیا ہے اور انہیں عارفِ ہندی کہا ہے۔

زھرہ : روایت میں ایک خوبصورت عورت کا نام، جس پر ہاروت اور ماروت فرشتے عاشق ہوگئے تھے اور ان کو سزا کے طور پر بابل کے ایک کنویں میں قید کردیا گیا تھا۔ قرآن میں ہاروت اور ماروت کا ذکر آیا ہے۔

سروش : سروش قدیم پہلوی زبان کا لفظ ہے۔ زرتشی مذہب کی اصطلاح میں اس فرشتے کو کہتے ہیں جو یزداں کی طرف سے انسانوں کے پاس پیغام لاتا ہے۔

رازی : امام فخر الدین ۵۴۳ھ مطابق ۱۱۴۹ء بمقام رے میں پیدا ہوئے، منطق، فلسفہ اور علم الکلام میں کمال حاصل کیا۔ ان کی دو کتابیں شرحِ اشارات اور مباحث مشرقیہ مشہور ہیں۔ تفسیرِ کبیر آپ کا بڑا کارنامہ ہے، جس میں انہوں نے معتزلہ کے عقائد کی تردید کی کوشش کی ہے۔

طواسین : طاسین کی جمع ہے۔ قرآن مجید میں بیان کئے گئے حروف مقطعات میں طٰسٓ شامل ہے۔ جس کے بارے میں مفسرین وعلما نے کہا ہے کہ ان حروف کے اسرار ورموز سے اللہ ہی واقف ہے۔ ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ "ط" سے مراد طور اور "س" سے مراد سینا ہے کیونکہ وادیِ سینا میں کوہِ طور پر تجلی الٰہی کا ظہور ہوا تھا اس لئے طواسین کا مفہوم تجلّیات ہے۔ مشہور صوفی شاعر حلاج نے اپنی کتاب کا نام کتاب الطواسین رکھا تھا۔

مسیح : حضرت مسیح جلیل القدر پیغمبر، اللہ کے حکم سے حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔

مسیحائی: حضرت مسیحؑ کو ایک معجزہ عطا ہوا تھا کہ اللہ کے حکم سے آپ مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے اور نابینا اور برص کے مریضوں پر ہاتھ پھیر دیتے تو وہ اچھے ہو جاتے۔

طالسطائی: کاؤنٹ لیو طالسطائی ۱۸۲۸ء میں روس کے ایک دولت مند خاندان میں پیدا ہوا۔ اس نے فوج میں ملازمت کی لیکن جنگ کی تباہ کاریوں کو دیکھ کر دل برداشتہ ہو گیا اور شادی کے بعد فوج کی ملازمت سے سبکدوش ہو گیا اور باقی زندگی تصنیف و تالیف میں گذاری۔ اُس نے مشہور ناول "جنگ اور امن" War and Peace اور آنا کارینینا Anna Karinina ہیں۔ اس نے انجیل کا معرکۃ الآراء ترجمہ روسی زبان میں کیا' جس کا انگریزی ترجمہ ۱۹۰۳ء میں امریکہ میں شائع ہوا۔ آخری عمر میں اس نے اپنی جائیداد ضرورت مندوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا اور ایک حد تک کامیاب ہوا۔ ساری عمر کے غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ حکومتیں اور قومیتیں ختم ہو جانی چاہئیں۔ کلیسا اور اس کے مقررہ کردہ عقائد بھی از کار رفتہ ہیں۔ البتہ خدا پر ایمان اور انسانوں سے محبت اس کے عقیدے میں شامل تھے۔

ابوجهل: ابوجہل کا اصلی نام عمرو بن ہشام بن مغیرہ تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو اس شخص نے سب سے بڑھ کر مخالفت کی۔ یہ دشمن اسلام جنگ بدر میں مارا گیا ابوجہل کو اسلامی تعلیمات پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ اسلام نے آقا اور غلام کے فرق کو مٹا دیا۔ اس طرح وہ نسلی برتری کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔

گوتم بدھ: (۵۶۷ ق م تا ۴۸۳ ق م) بدھ مت کے بانی۔ اصلی نام سدھارتھ تھا۔ انہوں نے شہزادگی ترک کر دی اور محل سے نکل کر جنگل کی راہ لی۔ گوتم بدھ نے چھ سال تک سخت ریاضت کی۔ جب وہ دنیوی خواہشات پر غالب آگئے تو اپنے لئے تتھاگت (سچائی کو پا لینے والا) کا لقب اختیار کیا۔ گوتم بدھ کے ماننے والے ہندوستان' چین' نیپال' سری لنکا' جاپان اور مشرق بعید کے ملکوں میں موجود ہیں۔ ان کی تعلیمات میں ہے کہ زندگی دکھ ہی دکھ ہے اور اس دکھ سے نجات پانے کا راستہ خواہشات پر قابو پانا اور ہستی کو فنا کر دینا ہے جس کو ان کی اصطلاح میں نروان کہا جاتا ہے۔ امرپالی نامی ایک طوائف آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر گناہ آلود زندگی سے تائب ہوئی۔ اسی کا ذکر اقبال نے طاسین گوتم میں کیا ہے۔

زرتشت : حکیم زرتشت کے سوانحی حالات کی ابھی تحقیق نہیں ہوئی۔ لیکن ان کی پیدائش کا اندازہ نو سو سال قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ ان کا اصلی نام اسپتاما تھا۔ انہوں نے پندرہ سال تک صحرا میں مجاہدات کیے۔ برائی پر غالب آنے کے بعد زرتشت کا لقب اختیار کیا۔ یعنی سنہری روشنی کا مالک۔ چاروں عناصر میں آگ کو ان کی تعلیمات میں اہم سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے ان کے مذہب میں آگ کی پرستش کی جاتی ہے۔ زرتشت کے مذہب میں جسے مجوسیت بھی کہا جاتا ہے' یہ تصور ہے کہ خیر اور شر کے خالق الگ الگ ہیں۔ ان کی کتاب اویستا میں زیادہ تر خیر و شر سے بحث کی گئی ہے۔

اھرمن اور یزداں : زرتشت کی تعلیمات میں نیکی کے خدا کو یزداں (اہورامزدا) اور بدی کے خدا کو اہرمن کہا جاتا ہے۔

فلاطوس (Pilate): حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں یروشلم کا حاکم جس نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھانے کا حکم دیا تھا۔

افرنگیں : جاوید نامے میں فلک قمر پر ایک حسین عورت کا کردار جو مغربی تہذیب کی پروردہ ہے۔ یہ مغرب کے اُس معاشرے کی طرف اشارہ ہے جس سے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کی روح نکل چکی ہے۔

سلمان فارسی : اصفہان کے نزدیک ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مجوسی تھے۔ ابتداء میں نصرانیت قبول کی۔ ایک راہب نے عرب میں نبی آخرﷺ کے ظہور کی بشارت سنائی اور آپﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کی وصیت کی۔ چنانچہ آپ عرب آئے اور اسلام قبول کیا اور جلیل القدر صحابہؓ کی صف میں شامل ہو گئے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ نے نبی کریمﷺ کو خندق کھود کر مدافعت کا مشورہ دیا تھا۔ آپ کی وفات سن ۳۶ھ میں ہوئی۔

حکیم مزوک: (۵۳۱ تا ۵۷۸ھ) زرتشی مذہب کا پیرو تھا' لیکن بعد میں زرتشی اصولوں سے انحراف کیا۔ اُس کا اشتراکی نظریہ تھا کہ دنیا میں فتنہ اور فساد حسد' طمع اور غضب کے

سبب ہیں۔ اگر زر، زمین اور زن، جو برائیوں کی جڑ ہیں ہر شخص کے لئے عام کر دی جائیں تو امن قائم ہو جائے گا۔ ابتدا میں بادشاہِ وقت خسرو قباد اس کی تعلیمات سے متاثر ہوا' لیکن بعد میں مزوک کے خیالات سے کنارہ کش ہو گیا۔ جب رعایا مزوکیت کے خلاف ہو گئی تو اس نے مزوک اور اس کے پیروؤں کو قتل کروا دیا۔

سنگِ اسود : مقدس سیاہ پتھر جو خانہ کعبہ میں نصب ہے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق یہ پتھر جنت سے لایا گیا تھا۔ خانہ کعبہ کا طواف اس پتھر کو بوسہ دے کر (استلام) شروع کیا جاتا ہے۔

فلک عطارد

جمال الدین افغانی : (۱۸۳۸ء تا ۱۸۹۷ء) افغانستان میں پیدا ہوئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تحصیل علم کی تکمیل کی' اسلامی دنیا کے بہت بڑے مفکر اور مصلح مانے گئے ہیں۔ ایران' مصر' ترکی' فرانس اور روس میں اور جہاں کہیں وہ گئے' اتحاد اسلامی کی تحریک چلائی۔ ارباب اقتدار سے ہمیشہ ان کی لڑائی رہی کیونکہ وہ ملوکیت کے سخت مخالف تھے۔ جہاں گئے وہاں سے انہیں ملک بدر کیا گیا۔ تین بار ہندوستان کا دورہ کیا۔ آخری بار انگریزوں نے انہیں نظر بند کر دیا۔ اسی زمانہ میں انہوں نے ایک اسلامی یونیورسٹی کی تجویز پیش کی جو بعد میں عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام میں ایک عنصر ثابت ہوئی۔ ۱۸۵۸ء میں رہا ہوئے اور سلطان عبدالحمید کی دعوت پر ترکی گئے۔ وہیں ان کی وفات ہوئی۔

سعید حلیم پاشا : ۱۸۶۵ء میں بمقام قسطنطنیہ پیدا ہوئے۔ اُن کے والد شہزادہ ابراہیم حلیم پاشا' محمد علی پاشا (بانی خاندان خدیویہ مصر) کے دوسرے بیٹے تھے۔ اہل مصر سعید حلیم پاشا کو مصر کا فرماں روا بنانا چاہتے تھے لیکن انگریزوں نے سازش کر کے سعید حلیم پاشا کو ترکِ وطن پر مجبور کر دیا۔ ۱۸۸۹ء میں وہ قسطنطنیہ آئے اور سلطان عبدالحمید خان نے انہیں وزارت کا عہدہ عطا کیا۔ یہاں مختلف سیاسی

نشیب وفراز سے گزر کر بالآخر ۱۹۱۳ء میں ترکی کے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں انگریزوں نے انہیں مالٹا میں نظر بند کر دیا۔ ایک سال بعد ان کی رہائی ہوئی اور وہ روم (اٹلی) میں سکونت پذیر ہوئے۔ ۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کو کسی نے انہیں شہید کر دیا۔

داؤد: حضرت داؤدؑ ایک جلیل القدر نبی تھے جن پر زبور نازل ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ کی تعریف وثنا بیان کی گئی ہے۔ اقبال نے اپنے ایک شعری مجموعہ کا نام زبور عجم رکھا ہے۔ ان کا لحن اس قدر دلکش تھا کہ انسان کے علاوہ چرند اور پرند بھی محو ہو جاتے۔ اسی لئے لحن داؤدی مشہور ہے۔ حضرت سلیمانؑ آپ کے فرزند تھے۔

زندہ رود: شمالی ایران میں ایک ندی کا نام ہے۔ جاوید نامے کے آسمانی سفر میں رومی اقبال کا تعارف زندہ رود کے نام سے کراتے ہیں، جو زندگی اور حرکت کی علامت ہے۔

کارل مارکس: کارل مارکس ۱۸۱۸ء میں پرشیا (Purssia) جرمنی میں پیدا ہوا۔ نسلاً یہودی تھا۔ ۱۸۴۱ء میں اس نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ شروع میں وہ ہیگل کے فلسفہ سے متاثر تھا۔ مارکس کو فلسفۂ اشتراکیت کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ مارکس کی تصنیف ''سرمایہ'' (Das Kapital) کمیونزم کے لئے بائبل کا درجہ رکھتی ہے۔ اس تصنیف میں مارکس نے سرمایہ داری نظام پر سخت تنقید کی ہے جس کی وجہ سے چند لوگ دولت پر قبضہ رکھتے ہیں اور مزدور طبقہ صنعتی ترقی کی منفعت سے محروم رہتا ہے۔ اُس نے محنت کے تناسب سے اجرت کا نظریہ پیش کیا۔ اس طبقاتی فرق کو ختم کرنے کے لئے اس کے نزدیک انفرادی، ذاتی ملکیت کے تصور کو ختم کرنا ضروری ہے۔ یہی خیال اشتراکی تحریک کی بنیاد ہے، جس میں حق ملکیت سارے معاشرے یا مملکت کو حاصل ہے۔

مصطفی کمال پاشا (اتاترک): مصطفیٰ کمال جدید ترکی کے بانی ۱۸۱۸ء میں ترکی میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی بلند حوصلہ ماں نے انہیں فوجی تعلیم دلوائی انہوں نے ترکی قومی پارٹی Turkish Nationalist Party تشکیل دی اور عثمانی سلطان کے خلاف انقرہ میں بغاوت کا علم اٹھایا۔ خانہ جنگی کے بعد وہ ترکی

جمہوریت کے صدر بنے اور آخر وقت تک اس عہدے پر قائم رہے۔ اتاترک نے ترکی میں عظیم تبدیلیاں لائیں اور اسے ایک یوروپی معاشرے میں ڈھالنے کے لئے ترکی کو ۱۹۲۵ء میں ایک سیکولر جمہوریت میں تبدیل کیا۔ ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔

فضیلؒ : حضرت فضیلؒ ابن عباس کی کنیت ابوعلی ہے۔ آپ سمرقند میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق طبقہ اول کے صوفیا سے ہے۔ صوفیوں کا یہ طبقہ اس وقت وجود میں آیا جب بنی امیہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے' ابراہیم بن ادھمؒ سفیان ثوریؒ اور داؤد طائیؒ کے ہم عصر تھے۔ عبادت وریاضت میں زندگی گزاری اور اپنے وقت کے حکمرانوں سے کنارہ کش رہے اور ان کی غلطیوں پرانہیں ٹوکتے رہے۔ ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مکہ شریف میں ہے۔

جنیدؒ : ابوالقاسم بن محمد جنید بغدادی تیسری صدی ہجری کے ایک بہت بڑے صوفی بزرگ۔ اقبال کے محبوب صوفیہ میں سے ہیں۔ ۲۹۸ھ میں وفات پائی۔

ابو سعید ابوالخیر : مشہور صوفی بزرگ اور شاعر۔ ۱۰۴۹ء میں وفات پائی۔

فلک زہرہ

ابراھیمؑ و اسماعیلؑ : حضرت ابراہیم جلیل القدر پیغمبر نبی کریم ﷺ کے جدِ اعلیٰ۔ اسی نسبت سے مسلمانوں کو ملتِ ابراہیمی کہا جاتا ہے۔ آپ کو سخت ترین اور کڑی آزمائشوں سے گزارا گیا' جس میں آپ کھرے اترے اور پائے استقامت کو جنبش نہ ہوئی۔ بت پرستوں کے بتوں کو توڑا' نمرود نے آپ کو آگ میں پھینکوایا' اشارۂ الٰہی پر اپنے چہیتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کے لئے تیار ہو گئے۔ اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے کو اللہ کے حکم سے ویران وادی میں چھوڑ دیا۔ جب آپ نے صاحبزادہ اسماعیلؑ کو اللہ کے حکم سے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو خدا نے اسماعیلؑ کی جگہ ایک دنبہ رکھ دیا۔ حج میں قربانی دینے

کی رسم اسی واقعے کو دہراتی ہے۔

زین العابدین : امام زین العابدین حضرت امام حسینؓ کے فرزند اور حضرت علیؓ کے پوتے۔ معرکہ کربلا میں زندہ بچ جانے والے واحد فرد۔

بعل : ایام جاہلیت کے بتوں میں بعل اور مردوخ وغیرہ وہ بت تھے جو کعبے میں رکھے ہوئے تھے اور جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبرانی زبان میں بعل آقا' خداوند اور شوہر کو کہتے تھے۔ یہ سورج دیوتا کا قدیم ترین لقب تھا۔ چونکہ بعل کعبہ کے بتوں میں قدیم ترین بت تھا اس لئے اقبال نے اسے سب باطل خداؤں کا نمائندہ اور وکیل بنایا ہے۔ قرآن مجید میں سورہ ۳۷ کی آیت ۱۲۵ کے علاوہ توریت میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

کچنر (کشنر) : ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوا۔ اس نے خرطوم کو فتح کیا۔ برطانوی پارلیمنٹ نے اسلامی مجاہدین کو ختم کرنے اور سوڈانیوں کو برطانیہ کا غلام بنانے کے عوض اسے تیس (۳۰) ہزار پاؤنڈ کا انعام دیا۔ ۱۹۱۶ء میں ایک جہاز کے ڈوب جانے سے جس میں وہ سفر کر رہا تھا سمندر میں غرق ہو گیا۔

ذو الخرطوم : ذوالخرطوم کے معنی ہیں خرطوم کا مالک۔ کچنر کے برطانوی لقب لارڈ آف خرطوم کا ترجمہ

مہدی سوڈانی : مہدی سوڈانی کا اصلی نام محمد احمد بن عبداللہ تھا۔ ۱۸۴۳ء میں پیدا ہوئے۔ مشہور شیخ طریقت کے خلیفہ ہوئے۔ ۱۸۸۱ء میں اپنے مہدی آخرالزماں ہونے کا اعلان کیا۔ ۱۸۸۵ء میں وفات پائی لارڈ کچنر نے ۱۸۹۸ء میں ان کی قبر کھدوائی اور انتقاماً ان کی ہڈیاں نکلوا کر سر بازار نذر آتش کیں۔

فواد' فیصل ' ابن سعود : شاہان عرب کے نام

یثرب : مدینہ منورہ کا قدیم نام

نجد : عرب کا ایک قدیم نام

فلک مریخ

حکیم مریخی : فلک مریخ کا ایک فرضی کردار۔ زمین کے حالات اور ترقیات سے آگاہ عالم۔

برخیا : مریخ کے رہنے والوں کا جدامجد جو ایک نیک شخص تھا۔

فرز مرز : ایک شیطانی کردار۔ اس نے برخیا کو بہکانا چاہا۔ لیکن برخیا نے دھوکہ نہ کھایا۔ اس لئے اسے فلک مریخ عطا کیا گیا۔

مرغدین : مریخ کا ایک فرضی شہر جہاں ایک مثالی معاشرہ تھا جس میں معاشی آزادی حاصل تھی اور جو جنگ وجدال سے پاک تھا۔

نبیۂ مریخ : آزادیٔ نسواں کی علم بردار جس کی تعلیمات گمراہ کن تھیں اور طبقہ نسواں کی نبوت کی دعویدار تھی ۔ نبیہ مریخ کی زبانی اقبال نے جو باتیں کہلوائی ہیں وہ الہامی لگتی ہیں ۔ اس نے عورتوں کو مردوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ورغلایا اور یہ پیشن گوئی کہ ایک دن عورتیں، مرد سے ملاپ کے بغیر اولاد کی پیدائش پر قادر ہوں گی ۔ بچہ کی پیدائش مرد کی محتاج نہ ہوگی۔ حسب خواہش بیٹا یا بیٹی کی پیدائش ممکن ہوسکے گی۔

فلک مشتری

حلاّج : حسین بن منصور نام ۔ ابوالمغیث کنیت اور حلاج لقب ۔ مشہور صوفی اور بے حد متنازع شخصیت ۔ ۲۴۴ھ م ۸۵۸ء میں بمقام طور (فارس) پیدا ہوئے ۔ سولہ، سترہ برس کی عمر میں تصوف کا ذوق پیدا ہوا، چنانچہ مشہور صوفیائے کرام حضرت سہیل تستری، حضرت عمر مکی اور حضرت جنید بغدادیؒ سے فیض حاصل کیا۔ خراسان، ''اہواز''، کرمان، ترکستان، کشمیر اور گجرات وغیرہ کی سیاحت کی ۔ حج کا فریضہ ادا کیا۔

۲۹۷ھ میں بغداد واپس آئے' عالم جذب میں انا الحق کا نعرہ لگایا' جس کی وجہ سے اس زمانے کے صوفی' علما وغیرہ ان کے خلاف ہو گئے۔ حکومت نے آٹھ برس قید میں رکھا۔ عدالت نے ان کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ ۹۲۲ء میں انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ علما کا ایک گروہ انہیں کافر مانتا ہے لیکن رومی اور عطار جیسے عظیم صوفیا نے انہیں موحد اور شہید کا درجہ دیا ہے۔

قرۃ العین طاہرہ : اس کا نام زرین تاج تھا۔ قزوین (ایران) میں پیدا ہوئی۔ نہایت ذہین اور ذکی اور حسین خاتون تھی۔ شاعری اور خطابت میں کمال کا درجہ رکھتی تھی۔ چچا ملا محمد تقی مجتہد کے بیٹے ملا محمد سے شادی ہوئی۔ جب علی محمد باب نے اپنے ''باب اللہ'' (اللہ کا دروازہ) ہونے کا اعلان کیا تو طاہرہ نے خط و کتابت کے بعد بابی مذہب اختیار کر لیا باب نے اسے قرۃ العین کا لقب عطا کیا۔ ملا محمد تقی نے جب بابیوں کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تو بابیوں نے اسے قتل کر دیا' طاہرہ پر ناصر الدین شاہ قتل میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا گیا۔ ۱۸۵۲ء میں ناصر الدین شاہ قاچار کے حکم سے قتل کروادی گئی۔

غالب: اردو اور فارسی کے عظیم شاعر۔ مرزا اسد اللہ خاں نام تھا۔ ۱۷۹۷ء میں بمقام آگرہ (اکبر آباد) پیدا ہوئے۔ ان کے دادا' شاہ عالم کے زمانے میں ترکستان سے ہندوستان آئے تھے۔ تیرہ' چودہ سال کی عمر میں دلی آئے۔ ذوق کے انتقال کے بعد آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں کے بعد حوادث اور آلام سے گزرتے رہے۔ ۱۸۹۶ء میں وفات پائی۔

ابن سینا : حکیم بوعلی سینا (۹۸۰۔۱۰۳۷ء) ایران کا نامور فلسفی اور طبیب۔ بخارا کے قریب پیدا ہوا۔ ماہر ریاضی داں اور طبیب تھا۔ مغرب میں ارسطو کے شارح کی حیثیت سے مشہور رہا۔ طب کے موضوع پر اس کی کتاب ''القانون'' یورپ کی جامعات میں صدیوں نصاب میں داخل رہی۔ نو فلاطونی فلسفے کی روشنی میں اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی۔ ابن سینا اور ابن رشد یورپ کے دور وسطیٰ میں معلموں کا درجہ رکھتے تھے۔ ابن سینا نے یورپ کو ارسطو سے روشناس کیا۔ ابن سینا نے کئی کتابیں لکھیں۔ قلب پر اس کی طبی تحقیق آج بھی حیرت ناک حد

تک جدید لگتی ہے' فلسفہ پر'' الشفاء'' منطق پر الاشارات اور مابعد الطبیعات پر کتاب النجاۃ'' اس کی ۹۹ کتابوں میں سے چند ہیں۔

فلک زحل

میر جعفر : نواب سراج الدولہ بنگال کے حکمران کی فوج میں سپہ سالار تھا۔ ۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی کے موقع پر لارڈ کلائیو سے سازش کر کے نواب سراج الدولہ سے غداری کی اور جب کلائیو نے بنگال پر حملہ کیا تو باوجود سپہ سالار ہونے کے کوئی مدافعت نہیں کی بلکہ در پردہ انہیں کمزور کرنے کی کوشش کی۔ بالآخر اس کی سازش کی وجہ سے سراج الدولہ کو شکست ہوئی اور کلائیو نے میر جعفر کو نواب بنا دیا۔ بعد میں معزول کر دیا گیا۔ جنگ پلاسی میں میر جعفر کی ریشہ دوانیوں اور سازش کی وجہ سے انگریزوں کے قدم بنگال میں جم گئے میر جعفر نے ۱۷۶۵ء میں وفات پائی۔

میر صادق : میر صادق ارکاٹ کا باشندہ تھا۔ حیدر علی خاں کے عہد حکومت میں میسور پہنچا اور فوج میں شامل ہوا۔ ایسا رسوخ پیدا کیا کہ حیدر علی نے اسے کوتوال مقرر کر دیا۔ ٹیپو سلطان کے عہد میں اس نے خوب ترقی کی اور ٹیپو سلطان کا اعتماد حاصل کر لیا لیکن اس اعتماد سے ناجائز فائدہ اٹھا کر غداری کی اور انگریزوں سے ساز باز کر لیا۔ ۱۷۹۹ء میں سری رنگا پٹنم کی جنگ میں اپنے آقا کو شہید کروا دیا۔ لیکن انگریزوں نے فتح کے بعد میر صادق کو نظر انداز کر دیا۔

افلاک سے پرے

نطشہ : فریدریش ولہلم نطشہ Friedrich Wilhelm Nietzsche (۱۸۴۴ء۔ ۱۹۰۰ء) مشہور جرمنی فلسفی' بون اور بازل میں تعلیم پائی۔ بازل یونیورسٹی میں پروفیسر بنا۔ خرابی صحت کی بناء پر ریٹائر ہوا۔ بڑے تیز لیکن غیر متوازن ذہن کا مالک تھا۔ ۱۸۸۹ء میں جنون میں مبتلا ہوا اور اسی سے وفات پائی۔ نطشہ عیسائیت اور عیسائی کلیسا کی رحم دلی اور دردمندی کی تعلیمات کو کمزوری کی علامت سمجھتا تھا اور حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اس کے فلسفے میں انسانی ارادہ قوت اور اقتدار کی خواہش بنیادی مقام رکھتے ہیں۔ اس نے فوق البشر Superman کا مشہور نظریہ پیش کیا۔ نطشہ کے ہاں کمزوروں کا کوئی مقام نہیں اور فوق البشر بجا طور انہیں کچل کر اپنا اقتدار قائم کرتا ہے۔ اس کی تصانیف میں Thus Spake Zarathustra بقول زرتشت بہت مشہور ہے۔ اقبال نے اسے بھٹکا ہوا مجذوب کہا ہے۔

عہدِ سرہندی : شیخ احمد سرہندی مجدّد الفِ ثانی کا زمانہ۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کی ولادت ۱۵۶۴ء میں بمقام سرہند ہوئی۔ والد کا نام شیخ عبدالاحد تھا۔ سترہ سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری سے فراغت حاصل کر لی۔ اس کے بعد دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے ہاتھ پر سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ مجدّد الفِ ثانی کا بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اکبر کے ''دین الٰہی'' اور ساری غیر اسلامی تعلیمات کے خلاف جہاد کیا۔ وحدت الشہود ان کا مسلک تھا۔ ان کے مکتوبات مشہور ہیں جن میں ان کے مریدین اور جہانگیر کے دربار کے امرا کے نام خطوط ہیں۔ ان خطوط کے ذریعہ انہوں نے امرا کو متاثر کیا اور اس بات پر آمادہ کیا کہ بادشاہ پر اثر انداز ہوں اور اس کو اصلاح کی طرف مائل کریں۔ اقبال نے شیخ احمد

سرہندیؒ کے مزار پر ۱۹۳۵ء میں حاضری دی تھی۔

شرف النساء : نواب عبدالصمد خاں صوبہ دار پنجاب کی دختر اور نواب زکریا خاں کی بہن تھیں۔ بے حد دیندار اور نیک خصال تھیں۔ بہت سادہ فقیرانہ زندگی گزاری۔ تلاوت قرآن سے دلی شغف تھا۔ انہوں نے اپنے محل کے ایک گوشے میں ایک بلند چبوترہ بنوایا تھا۔ جس پر بیٹھ کر وہ قرآن مجید نہایت ذوق وشوق سے پڑھا کرتیں اور بوقت تلاوت مرصع تلوار ساتھ رکھتیں۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ قرآن مجید اور تلوار دونوں ان کی مزار پر رکھ دیئے جائیں۔

عبدالصمد خاں : عہد عالمگیری میں بخارا سے چل کر دلی آئے اور اپنی لیاقت اور شجاعت کی بدولت پنج ہزاری منصب اور سیف الدولہ، دلیر جنگ کا خطاب حاصل کیا۔ ۱۷۱۳ء میں فرخ سیر نے انہیں پنجاب کا صوبہ دار مقرر کر کے بندہ بیراگی کے استیصال پر مامور کیا، جس نے پنجاب کے مسلمانوں پر زندگی تنگ کر رکھی تھی۔ ۱۷۱۵ء میں نواب عبدالصمد خاں نے بندہ بیراگی اور اس کے ساتھیوں کو زیر کیا۔

سیدعلی ہمدانی : آپ کی ولادت ۷۱۴ھ مطابق ۱۳۱۴ء بمقام ہمدان (ایران) ہوئی۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ۷۷۴ھ میں کشمیر تشریف لائے اور تبلیغ میں زبردست کام انجام دیا۔ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت کا ایک سبب حضرت ہمدانی کا تبلیغی کام تھا۔ ''کتاب الملوک'' آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

شہاب الدین شاہ کشمیر : سلطان کشمیر شمس الدین کا تیسرا بیٹا تھا۔ ۷۵۵ھ میں مطابق ۱۳۵۴ء میں تخت نشین ہوا۔ نہایت شجیع اور باحوصلہ حکمران تھا۔ اس کے عہد میں سلطنت کشمیر اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ اخلاق کے لحاظ سے متین، خلیق اور سنجیدہ مزاج تھا۔ اس کے وزیر اودے چاری نے ایک دفعہ یہ تجویز پیش کی تھی کہ گوتم بدھ کے برنجی مجسمے کو گلا کر ہزاروں روپئے کی مالیت کے سکے ڈھالے جا سکتے ہیں۔ اس نے انکار کر دیا کہ یہ بات وقار اور اصول کے خلاف ہے۔ ۷۵۵ھ ہی میں وفات پائی، اسی کی حکمرانی کے دور میں ہمدانی کشمیر آئے تھے۔

ملا طاہر غنی کشمیری : شاہجہانی عہد کا مشہور شاعر، کلیم اور صائب کا ہم عصر۔ نہایت بے نیاز اور خوددار تھا۔ سلطان عالمگیر نے جب اس کی شہرت سنی تو گورنر کشمیر کے ذریعہ سے طلب

کیا، لیکن غنی کشمیری نے معذوری ظاہر کی۔ ۱۰۷۹ء میں وفات پائی۔

بھرتری ہری : اقبال کا محبوب ہندی شاعر، بھرتری ہری، راجہ گندھرسین کا بیٹا تھا، شاعری، مصوری اور موسیقی کا دلدادہ تھا اور فنون سپہ گری سے واقف تھا، جب وہ بادشاہ بنا تو اس نے امور سلطنت اپنے بھائی وکرم کو سونپ دیئے اور خود عیش وعشرت کی زندگی گزارنے لگا۔ لیکن ایک عبرتناک واقعہ نے اس کی زندگی بدل ڈالی اور اس کو دنیا کی بے ثباتی کا احساس ہوا۔ اس نے جوگ لے لیا۔ بھرتری ہری نے کئی کتابیں لکھیں لیکن اس وقت صرف ایک کتاب دستیاب ہے، جو تین اشلوکوں پر مشتمل ہے، پہلی نیتی اشتک، جس میں فلسفہ تمدن کے حقائق بیان کئے گئے ہیں، دوسری شرنگار اشتک جس میں عورتوں کی خصوصیات اور سیرت کا تذکرہ اور خود اس کے تجربات شامل ہیں۔ تیسری ویراک اشتک جس میں اس نے دنیا کی بے ثباتی، تیاگ اور سنیاس کو واضح کیا ہے۔ یورپ میں پادری راجر لے نے اس کا لاطینی ترجمہ 1651ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد 1670ء میں فرنچ ترجمہ شائع ہوا۔ 1877ء میں پروفیسر ٹانی TAWNEY نے اس کا انگریزی ترجمہ کلکتہ سے شائع ہوا۔ 1896ء میں پروہت گوپی ناتھ نے ہندی اور انگریزی میں ترجمہ شائع کیا۔ پروفیسر سلیم چشتی نے لکھا ہے کہ ہر اگ اشتک میں سنائی عطار اور رومی کا رنگ نظر آتا ہے اور بعض اشلوک پڑھتے وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ سعدی کی گلستاں پڑھ رہے ہیں۔

غزالی : امام غزالی مشہور مسلم مفکر نام محمد، عرفیت غزالی (۴۴۵ھ تا ۵۰۵ھ) آپ کے والد روئی کا کاروبار کرتے تھے روئی کاتنے والے کو عربی میں غزالی کہتے ہیں۔ چنانچہ غزالی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم خراسان میں ہوئی۔ علم وفضیلت میں بہت بلند مقام حاصل کیا۔ مدرسہ نظامیہ کے مدرس اعلیٰ بنائے گئے، فقہ، فلسفہ، منطق، تصوف اور اخلاق پر کئی بلند پایہ کتابیں لکھیں، جن میں احیاء العلوم، کیمیائے سعادت مشکوۃ الانوار اور منہاج العابدین وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

نادر شاہ : اس کا اصلی نام نادر قلی بیگ تھا۔ ۱۱۴۸ھ میں پیدا ہوا باپ چرواہا تھا۔ لیکن

نادر شاہ کی قسمت میں ایران کی بادشاہت تھی۔ عراق فتح کرنے کے بعد اسے ہندوستان پر حملہ کرنے کا خیال آیا۔ یہ سلطنت مغلیہ کے زوال کے دن تھے۔ افغانستان سے لے کر کرنال تک کوئی بھی نادر شاہ کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ہندوستان کے حملے کے دوران اس نے لوٹ مار مچائی اور ۳۰ ہزار بے گناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ ۱۷۴۷ء میں اس کے دشمنوں نے اس کو مع اہل و عیال موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابدالی : احمد شاہ ابدالی صوبہ ہرات کے سرزرا قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کے قتل کے بعد افغانوں نے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اس نے ہندوستان پر سات مرتبہ حملے کئے۔ سکھوں اور مرہٹوں کے خلاف معرکہ آرائی کی۔ ۱۷۷۲ء میں انتقال کیا۔

شاعر افغان شناس ۔ خوش حال خاں ختک : یہ غیرت مند افغان شاعر ۱۶۱۳ء میں پیدا ہوا۔ مغل اقتدار کے خلاف جدوجہد کی۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ پشتو زبان میں اس کی رجز شاعری بہت مشہور ہے۔ ۱۶۸۹ء میں وفات پائی۔

سلطان شہید (ٹیپو سلطان) : ۱۷۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصلی نام فتح علی خاں تھا۔ اپنے لائق باپ حیدر علی کے بعد میسور کے حکمران بنے۔ ان کے خارجی تعلقات دور دراز کے ممالک سے تھے۔ فن سپہ گری کے ماہر تھے۔ ہندوستان کی جنگ آزادی کے یہ اولین مجاہد غداروں کی سازش کا شکار ہوئے اور ۱۷۹۹ء میں سری رنگا پٹنم کے مقام پر انگریزوں سے لڑائی میں شہید ہوئے۔

رود کاویری : دریائے کاوری (میسور) جس کے کنارے شہر سری رنگا پٹنم آباد ہے۔

بایزیدؒ : (۱۳۸ھ۔۲۶۱ھ)۔ آپ بایزید بسطامی کے نام سے معروف ہیں۔ مشہور صوفی بزرگ۔ اصلی نام طیفور بن عیسیٰ بن سرورشان ہے۔ بسطام میں پیدا ہوئے جو طہران اور نیشاپور کے درمیان واقع ہے۔ تربیت اور ریاضت سے تصوف کے اعلیٰ درجہ تک پہنچے۔ رشد و ہدایت کے سلسلہ کا آغاز کیا۔

شبلی : (۲۴۷ھ۔۳۳۴ھ) کنیت ابوبکر۔ جلیل القدر صوفی تھے۔ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ بلند پایہ فقیہ اور عالم تھے۔ راہ سلوک میں جنید بغدادی کے جانشین تھے۔

طغرل : (۳۸۵ھ تا ۴۵۵ھ) نام رکن الدین ابوطالب بن میکائل۔ ایران کے سلجوقی خاندان کا بانی۔ اصفہان سے بغداد تک حکومت کی۔ بغداد میں خلیفہ کی بیٹی سے شادی کی۔ آخری زمانے میں

پورے ایران پر اس کا قبضہ تھا۔

سنجر: (۴۷۹ھ۔۵۵۲ھ) (مطابق ۱۰۸۶۔۱۱۵۷ء)۔نام احمد' لقب ناصر الدین اور کنیت ابوالحارث۔سلجوقی خاندان کا حکمران تھا۔دائرہ حکومت میں خراسان و غزنین وغیرہ شامل تھے۔اس نے اپنے دورِ حکومت میں اسلامی رسوم کو فروغ دیا۔

☆ ☆ ☆

ختم شد ترجمہ نظم جاوید نامہ

امروز بتاریخ 27رمئی 2003ء

مطابق 25رربیع الاول 1424ھ

یوم سہ شنبہ، بوقت دوپہر

نماز شکرانہ تو نہیں پڑھی لیکن تہہ دل سے شکر ادا کیا

کہ تائید غیبی کے بغیر یہ کام ممکن نہ تھا۔

پروفیسر سید سراج الدین

۳۰ جنوری ۱۹۲۴ ...... ۱۵ جولائی ۲۰۰۶

پروفیسر سید سراج الدین کا شمار حیدر آباد کی ممتاز علمی و ادبی شخصیتوں میں ہوتا تھا۔ ان کی صلاحیتیں خداداد تھیں۔ بزرگوں کی تربیت نے ان کو ترشا ہوا ہیرا بنا دیا۔ یہ زمانہ ریاست حیدر آباد کے عروج کا زمانہ تھا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کا فیض جاری تھا۔ ملک بھر کے اہل علم و فضل حیدر آباد میں موجود تھے۔ ایسے ماحول میں سراج الدین صاحب کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ انھوں نے جامعہ عثمانیہ سے ۱۹۴۴ء میں انگریزی ادب میں ایم اے کیا۔ عثمانیہ یونیورسٹی ہی میں انگریزی کے استاد کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا اور ۱۹۸۵ء میں پروفیسر کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔ جولائی تا اکتوبر ۸۵ء کشمیر یونیورسٹی سری نگر کے اقبال انسٹی ٹیوٹ میں وزیٹنگ پروفیسر رہے۔ سراج صاحب کم و بیش دس سال انگریزی کے بین الاقوامی شہرت یافتہ علمی رسالے اسلامک کلچر (Islamic Culture) کے جنرل اڈیٹر بھی رہے۔ جامعہ عثمانیہ کی ملازمت کے دنوں میں ۱۹۵۶ء میں حکومت ہند کے وظیفے پر اٹلی جا کر اطالوی زبان سیکھی۔ اس سے پہلے جرمن اور فرنچ زبانوں میں ڈپلوما حاصل کر چکے تھے۔ سراج صاحب ان گنی چنی ہستیوں میں سے تھے جنھوں نے ڈانٹے کی ڈواین کامیڈی کو اطالوی زبان میں پڑھا تھا۔ انھوں نے ٹی۔ ایس ایلیٹ کی مشہور نظم ویسٹ لینڈ کا نہایت عمدہ اردو ترجمہ آزاد نظم کی شکل میں کیا تھا۔ ان کے کئی اردو اور انگریزی مضامین اقبال ریویو اور دیگر رسائل میں شایع ہوئے تھے۔ اردو اور انگریزی کے مضامین کے علاوہ (جن میں اردو انسائکلوپیڈیا کے لئے دو مقالے شامل ہیں) انھوں نے اقبال، فیض اور قلی قطب شاہ کی بعض نظموں کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

سراج صاحب کو اقبال کے کلام سے فطری لگاؤ تھا۔ وہ اقبال کے اردو اور فارسی کلام پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اقبال پر ان کی کتاب "مطالعہ اقبال: چند نئے زاویے" اپنے موضوع پر ایک منفرد اور وقیع کتاب ہے۔ پروفیسر سراج اقبال اکیڈیمی حیدر آباد کے ۱۹۹۳ء سے لے کر تادم زیست صدر رہے۔ اس کے علاوہ حیدر آباد کے کئی علمی اداروں سے وابستہ رہے۔ ان کے توسیعی خطبات اور صدارتی کلمات فکر انگیز ہوتے تھے۔ جاوید نامہ کا آزاد اردو ترجمہ ان کا آخری ادبی کارنامہ ہے۔